UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188915
UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. 9105 ۲۱۰ Accession No. ١٠٤٣٩ 10439

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

دہلی کا

نمانے وہ

۲ ۱-۵۴۳۹

مختصر فہرست کتب بک ایجنسی و دیگر اشیاء متعلقہ افضل المطابع دہلی

حضرات ناظرین! ہم اور اشتہار والوں کی طرح چناں اور چنیں کو پسند نہیں کرتے صرف یہ کہدینا کافی ہے کہ ہمارے کارخانہ میں عربی فارسی اردو پشتو اور سنسکرت وغیرہ مختلف کتابیں ہمیشہ چھپتی رہتی ہیں - طویل فہرست سے آپکو معلوم ہو جائیگا کہ ہماری ایجنسی جمیع علوم وفنون کا بڑا ذخیرہ رکھتی ہے اسلامی اور انگریزی مدارس کی کتابیں مولانا حالی اور شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب و شمس العلماء منشی محمد ذکاء اللہ کا پورا سلسلہ اور اکثر مشہور ناول آپکو ہماری معرفت بکفایت ملینگے - مترجم و بے ترجمہ قرآن مجید متبرک مقامات کے نقشے - دہلی بمبئی لندن کے خط لکھنے کا کاغذ لفافے - دہلی کی ساخت کی مشہور چیزیں - سادہ کاری زیور - ٹوپیاں جوتے - گھنٹے گھڑیاں اور انکے علاوہ دیگر ضروریات و احتیاط روانہ کرسکتے ہیں کتابوں کے علاوہ دیگر اشیاء کی درخواست کے ساتھ نصف قیمت پیشگی آنی چاہئے - ۵ روپیہ سے زائد کے خرید جاتا ہے - جسقدر تعداد خریداری کی ہوگی اسی قدر زیادہ کمیشن دیا جائیگا - نیز ہمارے مطبع میں چھپائی بھی نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے - خوشخط اہتمام بلیغ کیا گیا ہے - اردو عربی فارسی کتابیں عمدگی اور صفائی اور صحت کے ساتھ ہم اپنی ذمہ واری سے چھاپتے ہیں - سب سے بڑھکر اسبا ہے کہ اہل فرمائش کی خدمت میں انکی فرمائش وغیرہ ٹھیک وعدہ پر بھیجی جاتی ہے باوجود اسکے چھپائی کا نرخ بھی گراں نہیں ہوتا - خط و کتابت سے جو صاحب اپنی کتاب اس مطبع میں چھپوائینگے بشرطیکہ تعداد ۵ جز سے کم نہو کی کتاب کا اشتہار جو تقریباً ۱ سطر کا ہوگا افضل الاخبار میں ایک شایع کیا جائیگا - اگر کوئی صاحب اپنی نامہ تصنیف اپنی لاگت سے نہ چھپوا سکیں تو بشرط پسند مطبع اپنی لاگت سے چھاپ سکتا ہے۔

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب

سوانح بندہ نواز

اسمیں حضرت خواجہ محمد بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شاہ نصیر الدین روشن چراغ دہلی کے حالات پیدایش نسب نامہ شجرہ شریف - تحصیل علم - حضرت روشن چراغ دہلی سے فیض حاصل کرنا آپکے اخلاق وعلم کا بیان - وجہ تسمیہ بندہ نواز گیسو دراز ترک دہلی - آپکے کرامات گلبرگہ شریف میں تشریف لیجانا اور لوگوں کو فیض پہونچانا - اور آپکے وصال وغیرہ کا حال نہایت عمدہ طور پر لکھا گیا ہے آپکے ملفوظات سے عجیب غریب تصوف کی دقیق اور بکار آمد باتیں جمع کی گئی ہیں - مثلاً مزارات وغیرہ سے بیعت شناخت شیخ زمین بوسی مشایخ - اقسام خلافت - تبرکات - معاملات اولیاء اللہ شناخت فقراء اصلی و مصنوعی صفت مراقبہ - تعریف سماع - حال صوفیہ کرام کی تعریف - صورت بیعت - تحقیق اصل خرقہ مشایخ سرعت سیر الی اللہ کشف اولیاء اللہ وغیرہ وغیرہ بہت سے مفید اور ضروری مسائل ایسے لکھے گئے ہیں شایقین تصوف کو عموماً اور سالیان ملک دکن کے لئے خصوصاً - نہایت مفید ہیں - قیمت ۸؍

بڑی سوانح عمری حضرت خواجہ معین الدین

چشتی حسن سنجری الاجمیری رحمۃ اللہ کے حالات میں مختلف طور پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں مگر جو حالات ابتدا سے انتہا تک مسلسل اس کتاب میں لکھے گئی ہیں وہ دوسری کتاب میں ہرگز نہیں ملسکتے اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو چیز سب سے بعد تیار کی جاتی ہے اسمیں تمام پہلے نقصوں کو رفع کرکے تکمیل کیجاتی ہے - فقط سوانح عمری ہی نہیں ہے بلکہ عارفانہ جذبات اور صوفیانہ ذوق و شوق بڑھنے کا مجموعہ نظارہ اور حسب اصطلاح تصوف والوں کے انسان کامل بنانے کا ذریعہ ہے اسمیں حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین رحمہ کے مفصل حالات نسب نامہ مادری و پدری چشت کی وجہ تسمیہ سلسلہ طریقت پیدایش کا حال دنیا کو ترک کرکے سفر اختیار کرنا بزرگان وقت اور خواجہ عثمان ہارونی رح سے فیض حاصل کرنا - قطب المشایخ کا خطاب پانا شہر سبزوار میں ظالم محمد کو فیض پہونچانا بلخ کے حکیم ضیاء الدین فلسفی کو مرید کرنا مردہ زندہ کرنا آگ کا گلزار بنانا ہندوستان میں تشریف لانا اجمیر شریف میں قیام فرمانا اور راجہ پتھورا اور جیپال جوگی کا واقعہ آپکی صدہا کرامتیں اور آپکا وصال آپکی اولاد کا حال درگاہ شریف مسجد شاہجہانی اور ڈھائی دن کا جھونپڑا کی تعمیر کے حالات مع نقشہ جات کے وغیرہ - یہ عجیب غریب حالات نہایت عمدہ پیرایہ میں بڑی دلچسپ کتاب ہے

سعادت الکونین فی ...

آجتک اس تذکرہ پر یا الم سے متعلق کتابیں چھپی ہیں افراط و تفریط سے خالی نہیں نظر برین بہ نیت نذر یہ کتاب سعادت الکونین فی فضائل مفصل چھپائی ہے جسکی ہر ایک بات اور تاریخ کی معتبر کتابوں سے لیگئی اور محاورہ کی نفاست ہرگز کتاب کو بغیر ختم کئے نہ اٹھا سکے اسکی قیمت بہت ہی کم رکھی گئی ہے

جوہر الایمان فی حقیقت ...

فاتحہ سوم چہلم محفل میلاد کے متعلق فاسدہ کا رد مسائل لکھے کہ نظیر اس سے بہتر کوئی ...

باب اول

(قدیم دہلی کی تاریخ)

کسی شہر کی تاریخ یا تذکرہ لکھنے کے یہ معنی ہین کہ وہان کے سلاطین اُمرا فضلا اور دنیا کے نامور و مشہور علما کے تفصیلی حالات شہر کے عظیم الشان انقلابات اُسکے بڑے بڑے قیامت زا تغیرات اُسکی ترقیان اُسکے تنزل اُسکی قابل دید عمارات مشہور محلات معابد و مساجد غرض تمام باتین بالالتزام قلمبند کیجائین جیساکہ شہر دمشق اور شہر بغداد وغیرہ کی تاریخین اسوقت ہماری پیش نظر ہین حافظ ابوالقاسم علی بن حسن عسکری نے شہر دمشق کی تاریخ کامل اسّی جلدون مین لکھی ہے اور ان تمام باتون کو التزاماً کما حقہ نباہا ہے اسیطرح ابوبکر خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد دس ضخیم جلدون مین تیار کی ہے مگر افسوس ہے کہ ہمین دہلی جیسے عظیم الشان اور قدیم شہر کی آج ایک تاریخ بھی ایسی دستیاب نہین ہوسکتی جس سے اُسکی پوری تاریخ کا پتہ چل سکے بیشک ضرورت اور سخت ضرورت تھی کہ علماء ہندوستان سے کوئی حوصلہ مند اور واقف کار عالم دہلی کی بھی ایک ایسی ہی مکمل تاریخ لکھتا جیسے دیگر اسلامی شہرون کی لکھی گئی ہے کیونکہ جب تاریخ کی طرف عام توجہ کیجاتی ہے تو ہمین بہ نسبت دیگر مقامات کے یہان دلچسپی کے بہت کچھ سامان نظر آتے ہین۔ آثار قدیمہ کے لحاظ سے ایشیاے دنیا مین کوئی شہر اس شہر کی ہمسری کا دعوےدار ہرگز نہین ہوسکتا اور اگر ہو بھی تو اُسکا یہ دعویٰ تسلیم نہین کیا جاسکتا سچ یہ ہے کہ یہان کی ایک ایک ٹھیکری قدامت کی مجسم تاریخ ہے سولو شہر کے ویرانون مین اسوقت تک سیکڑون خزف ریزے ملتے ہین جنمین کئی کئی ہزار برس قبل کے حروف و نقوش کندہ ہوتے ہین افسوس اور نہ صرف افسوس بلکہ سخت حیرت ہے کہ اسلامی مؤرخون نے ایک ایسے عظیم الشان خوشنما و دلچسپ منظر شہر کی تاریخ کی طرف کیون توجہ نہیں کی جو قدامت سے علوم و فنون کا مرکز اور نامور و مشہور تاجدارون کا معرکہ آرا رہا ہو۔

آج ہم دہلی مین جاتے اور اُسکے اطراف و جوانب مین پہرتے ہین تو منہدم اور ٹوٹی ہوئی عمارتون اور قدامت کے مارے ہوئے

مقامات سے حسرت نصیبی اور بیکسی کا عجب عالم خموشان نظر آتا ہے ہر عمارت جو کچھ زبان حال سے کہہ رہی ہے اگر اسکی طرف دلسے کان لگائے جاتے ہین تو یہ الفاظ صاف سُنائی دیتے ہین کہ او غریب دہلی تو ایسی بیکس اور حسرت نصیب ہے کہ ابتو تیرے زوال کا زمانہ ہے جب تو اسلامی دنیا مین جو کچھ ترقیان کر رہی تہی اور انتہا سے زیادہ عروج پر تہی اُسوقت بہی کوئی شخص تیری بات پوچہنے والا نہ تہا۔"

یہ ایک عام روایت ہے اور جہان تک ہم نے سُنا ہے ہم کہہ سکتے ہین کہ اکثر لوگون کی یہی رائے ہے کہ دہلی ایک قدیم شہر ہے اور ہمیشہ سے باشان و شوکت اور پُر رونق رہا ہے لیکن اسے زیادہ عظمت و شان اور وسعت آبادی و رونق خاندان تیموریہ کے چہٹے تاجدار شاہجہان کے بعد سے ہوئی موجودہ عمارتین جو قدامت کی یادگار کی حیثیت سے اس زمانہ تک باقی ہین اور اپنے اگلے اسلامی جبروت و جاہ و جلال کو اُبہار اُبہار کر پکار رہی ہین انہین جو زیادہ قابل قدر اور باعث استعجاب ہین اُنکا اصلی بانی اور دراصل موجد شاہجہان ہی تہا لیکن ہمین معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیاس غلط ہے اگر ہم تاریخون کے ورق اُلٹکے نہ بہی دیکہین تاہم اپنے قیاسی گہوڑا دوڑانے سے کام لیکے کہہ سکتے ہین کہ دہلی کی رونق خاندان مغلیہ سے پہلے ہی بہت ترقی پر تہی اور یہان کا دربار اُن دنون بڑا باجاہ و جلال دربار خیال کیا جاتا تہا۔

ہم چاہتے ہین کہ تاریخون کے صفحات اُلٹکے دہلی اگلی رونق اور گذشتہ چہل پہل اپنے کرمفرما اور معزز ناظرین کو دکہائین اور اپنے ہموطنون کو ایک عبرت اور درد انگیز افسانہ سناکے متاثر کرین لیکن بافسوس کہنا پڑتا ہے کہ ہمین اس امر مین اُن تاریخون اور تذکرون سے زیادہ مدد نہین ملسکتی جو خاص ہندوستان کے اسلامی مورخون نے لکہی ہین ہان اگر ہم غیر ولایتون کے آنیوالون اور مشہور سیاحون کے سفرنامون کی طرف توجہ کرین تو غالباً ہمین کامیابی کی امید ہو سکتی ہے خاص دہلی کی تاریخ اول تو لکہی ہی نہین گئی اور نہ کسی ہندوستانی مورخ نے اسکی طرف توجہ کی اگر کچہہ پتہ چلتا ہے تو اُن تواریخ سے چلتا ہے جو ہندوستان کی عام پولیٹکل حالات کے متعلق لکہی گئی ہین لیکن اسمین بڑی دقت یہ ہے کہ اُن حالات کے متعلق جو کتابین مرتب کیگئی ہین انمین سے اکثر دستیاب نہین ہو سکتین اور اگر ہزار تلاش و جستجو کے بعد دستیاب ہو بہی جائین تو یہ ظاہر بات ہے کہ کسی منتشر دکوشش کو کبہی پوری کامیابی حاصل نہین ہوتی اس بنا پر دہلی کے متعلق جسقدر حالات اس کتاب مین قلمبند ہونگے وہ یا تو بعض ہندوستانی تاریخون سے ماخوذ ہونگے یا مشہور سیاحون کے سفرنامون سے خاندان مغلیہ دور کے ابتدائی اور وسطی زمانون مین بعض اہل یورپ بہی یہان آئے تہے جنہون نے اُس عہد مین دہلی کا تماشہ دیکہکے اپنے سفرنامون مین اُس اگلی سوسائٹی کی تصویرین کہینچی ہین جنہین اپنی آنکہون سے دیکہا تہا۔

اس دعوے کے ثبوت مین ہم معزز ناظرین کے سامنے صرف اُن دو مورخ سیاحون کی شہادت پیش کرتے ہین جنہون نے دہلی مین آکے اپنے چشم دید حالات قلمبند کیے ہین اسلامی مصنفون مین ابن بطوطہ کے سوا ہمکو کوئی سیاح مورخ معلوم نہین

تقسیم دہلی بہ حصص — بیانات ابن بطوطہ دربارۂ دہلی قدیم

جس نے دہلی کے قدیم حالات اور اگلے درباروں کی عظمت و شان چشم دید لکھے ہوں۔ ابن بطوطہ نے ۷۳۴ھ ہجری میں اِس شہر کو دیکھا اُسوقت اسلامی حکومت تھی اور سلطان غیاث الدین تغلق کا فرزند رشید سلطان محمد شاہ اپنے باپ کے مرنیکے بعد تخت حکومت پر جلوہ آرا تھا وہ لکھتا ہے کہ قصبہ پالم جو سلطان عصر کے ایک بہت بڑے مشیر اور معزز و مقرب سید شریف ناصر الدین مطہری نامی کی جاگیر میں تھا میں وہان سے روانہ ہو کر دوسرے روز ہندوستان کے قدیم دار الخلافہ دہلی میں داخل ہوا یہ ایک نہایت عظیم الشان شہر ہے آبادی سے قطع نظر کر کے اگر صرف خوبصورتی اور مضبوطی کو دیکھا جاتا ہے تو دونوں باتوں کے لحاظ سے تمام ہندوستان میں اپنا نظیر نہین رکھتا جیسی مضبوط اور مستحکم شہر پناہ دہلی کے گرد بنی ہوئی ہے ویسی عمدہ اور مضبوط شہر پناہ دنیا کے کسی شہر میں نہین اس لحاظ سے مین کہہ سکتا ہون کہ تمام بلاد ہندوستان اور خصوص بلاد ہندستان بلکہ کل مشرقی دنیائے اسلام کے شہرون پر دہلی کو ترجیح اور جو عجیب و غریب عمارتین مین نے یہان دیکھی ہین اُنکے اعتبار سے تو یہ اپنا آپ ہی نمونہ ہے اسوقت دہلی چار مختلف حصون مین منقسم ہو گئی ہے جو قریب قریب اور ایکدوسرے سے ملے ہوئے ہین وہ حصہ جو خاص دہلی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے دہلی کا قدیم شہر ہے جسے ابتداءً آریہ ہندؤن نے آباد کیا اور فاتحان غوری کے زمانہ تک ہندؤن کا پایۂ تخت تھا مسلمانون نے ابتدا ہی مین اسکو نگاہ تسخیر سے دیکھا تھا چنانچہ سب سے پہلے جن لوگون نے اسکی شہر پناہ کے آہنی دروازہ پر تلوار ماری وہ تاتاری پٹھان تھے اسکے بعد اور لوگون نے بھی یکے بعد دیگرے اسپر حملے کیے لیکن آریہ ہندؤن کا خاتمہ فاتحان غوری کے ہاتھ سے ہونیوالا تھا جنہون نے ۵۸۴ھ ہجری مین اس عظیم الشان دار السلطنت کو فتح کیا اور بتون کو توڑ پھوڑ کر اُنکی جگہ علم اسلام بلند کیا۔

شہر کا دوسرا حصہ سیری کہلاتا ہے اور یہی دار الخلافہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو پیشتر سلطان علاؤ الدین اور اُسکے فرزند قطب الدین کا ایک زمانہ تک پایۂ تخت رہا ہے شہر کا یہ حصہ سلطان وقت نے غیاث الدین کے حوالہ کر دیا تھا جو خلیفہ مستنصر باللہ عباسی کا نواسہ تھا۔

شہر کا تیسرا حصہ تغلق آباد کہلاتا ہے جسکی سلطان غیاث الدین نے بنیاد ڈالی تھی اور اُسکے فرزند سلطان محمد تغلق نے جس کے زمانہ مین مجھے اس شہر مین آنیکا موقع ہوا عجیب طرح سے اُسے آراستگی دی ہے تغلق آباد کی بنیاد پڑنے اور اسکے تعمیر ہونیکی ایک عجیب حیرت انگیز حکایت مجھے یہان کے لوگون سے معلوم ہوئی وہ یہ کہ غیاث الدین تخت نشین ہونے سے پیشتر سلطان قطب الدین کے امرا دربار مین تھا اور دربار شاہی مین بڑی قدر و منزلت رکھتا تھا سلطان قطب الدین اُس سے خوش رہتا تھا اور تمام دربار مین قدر و قعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اتفاق سے ایکدن سلطان قطب الدین سوار ہوا اور اُسکا ایک نہایت خوشنما منظر اور دلچسپ مقام پر گذر ہوا غیاث الدین نے بادشاہ کی خدمت مین عرض کیا کہ ”جہان پناہ اگر اس خوش سواد مقام پر قصر شاہی اور شہر آباد ہوتا تو بہت ہی زیبا تھا“ اُسپر قطب الدین نے استہزا کے لہجہ مین کہا ”اچھا

جب تم بادشاہ ہوگے تو ایسا ہی کرنا۔ یہ ایک اتفاقیہ امر ہے کہ جب قطب الدین نے سفر آخرت اختیار کیا تو تاج شاہی غیاث الدین ہی کے سر پر رکھا گیا اور یہی وارث تخت و تاج قرار دیا گیا اس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے دل مین کہا کہ جب خدا تعالے نے میرے ولی نعمت کی تمنا پوری کر دی تو مجھے بھی اس کا قول پورا کرنا چاہیئے لہذا اُسنے اس شہر کی بنیاد ڈالی اور نہایت عظمت و شان سے آباد کیا۔

شہر کا چوتھا حصہ جہان پناہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے خود سلطان محمد تغلق اور اُسکے ارکان دولت و امرا اسی حصہ مین رہتے ہین۔ سلطان محمد تغلق ایک بڑا اولوالعزم اور عالی نظر اور حوصلہ مند بادشاہ ہوا ہے اُسنے اپنی تخت نشینی کے بعد ارادہ کیا تھا کہ ایک ایسی وسیع اور عظیم الشان شہر پناہ بنائی جائے کہ قطع نظر یادگار زمانہ ہونیکے شہر دہلی کے چارون حصون کو اپنے اندر لے چنانچہ اسکا سلسلہ شروع کر بھی دیا گیا تھا مگر بوجہ کثرت مصارف کے بغیر تکمیل کو پہونچے ترک کر دیا گیا۔

دہلی کی قدیم شہر پناہ جو آثار قدیمہ کا ایک بڑا نمونہ ہے ایسی مضبوط اور مستحکم ہے کہ اُس جیسی عجیب و غریب اور مضبوط شہر پناہ دنیا کے کسی شہر کے گرد نہو گی۔ دیوارون کا آثار گیارہ گز تک کا دیا گیا ہے اور جسقدر شہر کے گرد دیوار ہین سب اسی قدر چوڑی ہین اُنمین جابجا مکانات اور حجرے بنے ہوئے ہین جنمین محافظین شہر اور اکثر اہل پولیس رہتے ہین۔ شہر پناہ کے اندر بہت سے غلہ کے کھتے ہین جنمین غلہ نہایت حفاظت سے رہا کرتا ہے اور بعض جگہ اسی شہر پناہ مین آلات حرب اور اسلحہ جنگ کے تمام ضروری سامان بھی فراہم رہتے ہین۔ شہر پناہ کی دیوارین اگرچہ نیچے کی جانب سے بہت چوڑی ہین مگر اوپر جا کر صرف اتنی وسعت چھوڑی گئی ہے کہ دو سوار نہایت آسانی سے برابر دوڑ سکین اوپر کیجانب دیوار کا ایک ایسا حلقہ قائم کیا گیا ہے جسکی وجہ سے دوڑنیوالے سوار شہر کیطرف سے تو نظر آسکتے ہین لیکن باہر کیجانب سے کوئی اُنہین نہین دیکھ سکتا نیچے کا حصہ پتھرون سے قائم کیا گیا ہے اور اوپر کی دیوار اینٹ اور چونے سے بنائی گئی ہے بلندی پر قریب قریب۔ جون کا ایک ہموار اور مسطح سلسلہ چلا گیا ہے جو نہایت ہی خوشنما اور بہت بکار آمد ہے۔ شہر پناہ کے چھوٹے بڑے دروازے سب ۲۸ ہین جنمین سب سے بڑا دروازہ بداون دروازہ کے نام سے نامزد ہے باقی ایک منڈی دروازہ ایک گل دروازہ ایک شاہ دروازہ غزنی دروازہ پنجابی دروازہ ہے جسکے باہر دہلی کا قبرستان ہے یہان کا قبرستان بھی بہت عمدہ اور دیرپا ہے اکثر قبرون پر خوشنما گنبد بنے ہوئے ہین اور جس قبر پر گنبد نہین تو وہان ایک پاکیزہ طاق نہایت خوبصورت ضرور بنے ہوئے ہین جابجا پھولدار درخت لگے ہوئے ہین جنسے قبرستان ہمیشہ مہکا کرتا ہے اور طرح طرح کی بیلین ہر چل رہی ہین جن سے اس طرف کے آنکلنے والے مسافرون کو اکثر ایک بڑے سبزہ زار کا دھوکا ہوتا ہے۔

جامع مسجد

یہان ایک جامع مسجد ہی ہے جسکی صناعی دیکھنے کے قابل ہے۔ مسجد بہت بڑی ہے اوُسکے آگے وسیع و دلکشا صحن ہے دیوارین اور چھتین فرش سب سنگ مرمر کی ہین جنہین عجب صنعت سے ہموار کیا گیا اور سیسہ پگہلا پگہلا کر پتھرون کی جوڑائی کی گئی ہے جس سے زیادہ مضبوط جوڑ اور کسی طرح پہنچ ہی نہیں سکتا۔ اس مسجد پر پتھر کے تیرہ گنبد ہین جن کا قطر اور ارتفاع بہت ہے۔ ممبر بہی پتھر کا ہے چارون طرف جو عمارت قائم ہے وہ بہی پتھر ہی کی ہے غرض کہ یہان پتھر کے سوا لکڑی کا نام بہی نہین ہے مسجد کے وسط صحن مین ایک عجیب و غریب ستون قائم ہے جسکی نسبت باوجود تحقیق کے ابہی معلوم نہین ہو سکا کہ کس دہات کا بنا ہوا ہے۔ بعض جہاندیدہ و تجربہ کار ہندوستانیون نے مجہسے بیان کیا کہ سات قسم کی دہاتون کو ترکیب دیکر ایک نئی دہات بنائی جاتی ہے جسے ہماری زبان مین ہفت جوش کہتے ہین اُس دہات سے یہ ستون بہی بنایا گیا ہے اس ستون کے تہوڑے حصہ کو جلا بہی دیگئی ہے جسے نہایت شفاف کیستا تہوڑی دور تک اپنی شعاعین ڈالتا ہے۔ مضبوط اسقدر ہے کہ نہ تو کسی قسم کا آلہ اُسے کاٹ سکتا ہے نہ کوئی لوہا اثر کر سکتا ہے۔ ستون کا ارتفاع قریباً تیس ہاتھ ہے اور اسکا دور مین نے اپنے عمامے سے ناپا جسقدر حصہ اسکی لپیٹ مین آیا وہ آٹھ گز تہا۔ مسجد کے مشرقی دروازہ پر تانبے کے دو بڑے بت پڑے ہوے ہین جو پتھر ہی مین جمکر وصل ہو گئے ہین

قطب مینار

جس مقام پر یہ مسجد بنی ہے وہان ہندوون کا قدیم معبد یعنے بتخانہ تہا فاتحان اسلام نے دہلی فتح کرنیکے بعد اُسے مسجد بنا لیا۔ مسجد کے شمالی سمت خاص صحن مین ایک مینار ہے اور اتنا بڑا ہے جسکی نظیر سے بلاد اسلام کے تمام حصے خالی ہین یہ حیرت انگیز اور عجیب و غریب مینار (جسے اس زمانہ کے لوگ قطب صاحب کی لاٹ سے یاد کرتے ہین) نیچے سے اوپر تک سرخ پتھر سے بنایا گیا ہے خوشنمائی اور استحکام کے علاوہ مینار کے پتھرون مین یہ عجیب لطف دکہایا گیا ہے کہ اُن پر طرح طرح کے نقش و نگار اور قرآن مجید کی مختلف آیتین بخط کوفی کندہ کیگئی ہین (لوگون کا بیان ہے کہ مینار کے پتھرون پر سارا قرآن مجید کندہ کیا ہوا ہے) مینار اگرچہ نیچے سے لیکر اوپر تک سنگ سرخ سے بنایا گیا ہے مگر اسکی چوٹی بالکل سب سے اوپر کا حصہ سنگ مرمر کا ہے اُسکے کنارون اور حاشیون پر سونے کا نہایت نفیس و نازک کام بنایا گیا ہے۔ اسکی بلندی پر چڑہنے کیلئے اتنا وسیع رستہ رکہا گیا ہے کہ ہاتہی باوجود اسقدر تن و توش کے بآسانی چڑہ سکتا ہے بلکہ ایک ایسے مستند شخص نے جسپر مین کبہی جہوٹ کا الزام لگانیکی جرأت نہین کر سکتا مجہسے بیان کیا کہ جن دنون یہ مینار بن رہا تہا مین نے اپنی آنکھون سے دیکھا کہ پتھرون سے لدے ہوے ہاتہی اس پر چڑہتے اور اُترتے تہے۔

اس مینار[۵] کا بانی سلطان غیاث الدین بلبن کا پوتا اور سلطان ناصر الدین کا بیٹا سلطان معز الدین ہے جسنے نہایت حوصلہ مندی اور فراخ دلی کیساتہ اسے تعمیر کیا لیکن جب سلطان قطب الدین خلجی کا دور دورہ ہوا اور تاج شاہی اُسکے سر پر

نوٹ ۔ [۵] موجودہ تواریخ ابن بطوطہ کے اس بیان کے برخلاف ہین اُنسے ثابت ہوتا ہے کہ اس مینار کا اصل بانی قطب الدین ایبک ہے اور تکمیل کو پہونچانیوالا شمس الدین التمش جیسا کہ آگے چلکر مفصلاً معلوم ہوگا ۱۲۔

رکہا گیا تو اُس نے عزم کیا کہ اس مینارے کے بالمقابل مغربی حصۂ صحن مین ایک اور مینار قائم کیا جائے جو ارتفاع و بلندی مین پہلے مینار سے زیادہ بلند اور بڑا ہو چنانچہ اُسنے بڑے بڑے صناعون اور ماہر معمارون کو طلب کر کے دوسرے مینار کی تعمیر کا حکم دیا اور ساتہہ ہی تعمیر کا کام شروع ہی کر دیا ابہی مینار کا تیسرا ہی حصہ بنکر تیار ہوا تہا کہ سلطان علاؤالدین خلجی کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہوکر چہلک گیا اور قبل تکمیل کے سفر آخرت کر گیا۔

سلطان قطب الدین خلجی کے بعد جب سلطان عصر یعنے محمد تغلق کا دور دورہ ہوا تو اُس نے مینار پورا کرنیکا عزم کیا مگر پہر معلوم کس وجہ سے منحوس خیال کرکے چہوڑ دیا مگر کچہہ شک نہین کہ یہ مینار دنیا کے عجائبات مین سے ہوتا اس مینار کی ارتفاع اور بلندی پر چڑہنے کا رستہ اندر سے اسقدر چوڑا رکہا گیا تہا کہ ایک ساتہہ تین ہاتہی برابر چڑہ سکتے تہے اور مثلث جسقدر بنا ہے پہلے مینار کی بلندی مین برابر ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اگر تکمیل کو پہنچ جاتا اور پورا بنکر تیار ہو جاتا تو پہلے مینار سے کسقدر اونچا ہوتا ایکدفعہ مجہے اسپر چڑہنے کا اتفاق ہوا تہا وہان سے شہر کے تمام بڑے بڑے مکانات مجہے اسطرح نظر پڑے کہ گویا سب مینار چارون طرف حلقہ کئے ہوے ہین شہر کی فصیل باوجود اپنی رفعت اور بلندی کے نہایت ہی پست اور چہوٹی سی معلوم ہوتی تہی اور اچہے خاصے توانا و تندرست اور قوی ہیکل آدمی اسکی جڑ مین سے چہوٹے چہوٹے بچون کے برابر دکہائی دیتے تہے۔ اس نامکمل مینار کی بلندی جسقدر ہے اسکی طرف کسی کا خیال بہی نہین جاتا ہے کیونکہ اسکا دور اور پہیلاو اتنا وسیع ہے کہ کوئی نیچے سے دیکہہ کے اتنا بلند نہین خیال کر سکتا جتنا کہ واقع مین بلند ہے۔

سلطان قطب الدین خلجی نے اپنے عہد سلطنت مین ارادہ کیا تہا کہ شہر دار الخلافہ یعنے شہر سیری مین ایک جامع مسجد تعمیر کرے جو رفعت و شان اور استحکام و خوبصورتی مین تمام اگلی عمارتون سے بڑہ چڑہ کر ہو مگر بجز سامنے کی دیوار اور محرابون کے کچہہ نہ بنا سکا۔ اس مسجد مین چار قسم کے پتہر لگائے گئے تہے جو بڑے قیمتی اور اعلے درجے کے تہے سنگ سرخ۔ سنگ مرمر۔ سنگ موسی۔ سنگ سبز۔ حقیقت مین اگر یہ مسجد تکمیل کو پہونچ جاتی اور جس قسم کی بنیاد ڈالی گئی تہی اُسی طرح پوری ہوتی تو کچہہ شک نہین کہ نہ صرف مشرقی بلاد مین بلکہ سارے جہان کی عمارتین اسکی برابری کا دعوے نہ کر سکتی۔ سلطان محمد نے اسکی تکمیل کیطرف بہی عنان توجہ موڑی لیکن جب کاریگرون اور معمارون کو بلا کر صرف مزدوری کا اندازہ کرایا تو معلوم ہوا کہ فقط مزدوری مین تینتیس لاکہہ روپیہ صرف ہوگا سلطان محمد اور معمارون کو سپر قیاس کرتے کے اپنے ارادے سے دست برداری کی لیکن مجہسے خاص سلطان کے بعض معتمد مقربین نے بیان کیا کہ سلطان محمد جو اپنے ارادہ سے دست بردار نہین ہوا کہ وہ ان مصارف کے بار کا متحمل نہ ہو سکتا تہا بلکہ بدشگونی کے خیال سے اپنا ارادہ فسخ کر ڈالا اور بدشگونی یہ کہ سلطان قطب الدین اصل بانی اسکی تعمیر شروع کرتے ہی مار ڈالا گیا تہا۔

حوض شمسی

شہر کے باہر ایک بہت بڑا حوض ہے جسکا طول دو میل اور عرض ایک میل کا ہے یہ حوض سلطان شمس الدین التمش کی جانب منسوب کیا جاتا ہے اسکا پانی صاف و شفاف ہونیکے علاوہ نہایت خوشگوار اور ہاضم بھی ہے یہی وجہ ہے کہ تمام اہل شہر اسی کا پانی پیتے ہین یہ حوض عیدگاہ کے متصل واقع ہے اور اُسکے مغربی کنارہ پر جدھر عیدگاہ ہے پتھر کے نہایت صاف اور خوبصورت گھاٹ بنے ہوے ہین اور جابجا چبوترون کی شکل مین دکانین بھی ہین جو تلے اوپر بنتی چلی گئی ہین ہر دوکان کے نیچے زینے کا سلسلہ گیا ہوا ہے جو پانی کے اندر تک اُترتا چلا گیا ہے ۔ اسی طرح ہر دوکان کے پہلو مین ایک بڑا گنبد تعمیر کیا گیا ہے جسکی عمارت مین منقش پتھر لگایا گیا ہے اور جابجا پچی کاری کی ہوئی ہے یہ گنبد دو منزلہ ہے یعنے تلے اوپر دو درجے قرار دیے گئے ہین جو نہایت مناسب اور موزون طریقے سے واقع ہوے ہین ۔ اگرچہ وہان تک پہونچنے کا رستہ بھی بنایا گیا ہے اور ہر شخص اُس رستہ سے چلکر برج مین پہونچ سکتا ہے لیکن برسات کے موسم مین جب پانی زیادہ ہوجاتا ہے تو یہ رستہ بند ہوجاتا ہے اور اُن دنون لوگ صرف کشتیون کے ذریعہ سے وہانتک پہونچ سکتے ہین ۔ اسی برج مین ایک مختصر سی مسجد بھی ہے جہان اکثر اوقات فقرا و متوکلین سکونت پذیر ہوتے ہین ۔ جب پانی خشک ہوجاتا اور حوض کے کنارے جابجا سے سوکھ جاتے اور زمین کھلجاتی ہے تو اُسمین اکثر گنے ۔ کھیرے ۔ لکڑی ۔ ککڑی ۔ تربوز اور خربوزے کی کھیتی ہوتی ہے ۔ خربوزہ چھوٹا مگر نہایت شیرین ہوتا ہے ۔

ایک اور حوض

حوض شمسی کے علاوہ شہر کے حصہ سیری یعنے دار الخلافہ اور قدیم دہلی کے مابین ایک اور حوض بھی ہے جو اس حوض سے بہت بڑا ہے اُسکے گرداگرد چالیس برج نہایت خوشنمائی اور عظمت و شان کیساتھ بنائے گئے ہین جو مسافرون اور سیاحون کے لیے آثار قدیمہ کا ایک عمدہ نمونہ پیش کرتے ہین ۔ اس حوض کے چارون طرف اہل طرب وارباب نشاط کے مکانات بنے ہوے ہین اور انکی سکونت کی وجہ سے اس مقام کو طرب آباد کہتے ہین یہان اہل طرب کا ایک بہت بڑا بازار بھی ہے جس مین شام سے کچھ پہلے اہل طرب و رشاہدان بازاری جمگھٹے لگتے اور بڑی چہل پہل رہتی ہے اس بازار مین ایک جامع مسجد ہے اور جامع مسجد کے علاوہ اور بہت سی چھوٹی چھوٹی مسجدین ہین جو خاصکر رمضان کے مہینے مین بڑے زور شور سے آباد رہتی ہین یہ ایک عجیب بات مین نے وہان کے معتبر لوگون سے سنی کہ جو طوائف اور بازاری عورتین اس حلقہ مین سکونت پذیر ہین سب رمضان کے متبرک مہینے مین ان مسجدون مین جمع ہوکر نماز تراویح پڑھتی ہین اور اُنکے بہت امام معین ہین جو یہان کی امامت کیا کرتے ہین عورتین تعداد مین بہت ہین اور ڈوم ڈھاڑی بھی بکثرت موجود ہین جو ڈوم ڈھاڑی ان رنڈیون سے علاقہ قرابت رکھتے ہین وہ بھی ادائے نماز مین بڑی سرگرمی اور مستعدی دکھلاتے ہین بلکہ امیر سیف الدین غدا ابن مہنی کے ہان ایک تقریب مین مین نے اپنی آنکھون سے دیکھا کہ اس جماعت کے ہر شخص کو ایک ایک جانماز دیگئی جسکو اُسنے اپنے گھٹنے کے نیچے رکھلیا اور جیسے ہی اذان کی پیاری صدا کانون مین پہونچی سب نے اُٹھکے وضو کیا اور نماز مین مصروف ہوگئے ۔

اسقدر حالات بیان کرکے ابن بطوطہ نے دہلی کے اُن بزرگان دین کے مزارات گنوائے ہین جنکی زیارت نہایت اعتقاد اور سرگرمی کے ساتہہ کیجاتی ہے اور جو اُن دنون مرجع عالم ہو رہے تہے پہر یہان کے اُن بڑے بڑے معتبر اور مستند علما کی ایک مختصر فہرست دی ہے جو علم و فضل مین شہرۂ آفاق تہے ان تمام باتون کا ذکر کرکے وہ دہلی کی تاریخ کی طرف رجوع کرتا اور بتاتا ہے کہ اسلام اس شہر مین کیونکر اور کس عہد مین آیا اور اُسوقت سے اِسوقت تک کتنے بادشاہ گذرے چونکہ ہمارا مضمون تاریخ دہلی سے زیادہ تعلق رکہتا ہے اسلئے ہم ابن بطوطہ ہی کی زبان مین مختصر اُسکا ذکر کرتے ہین۔

وہ کہتا ہے کہ قاضی القضاۃ علامہ کمال الدین محمد بن برہان الدین الملقب بہ صدر جہان ذکر کرتے تہے کہ دہلی ۵۸۴ھ ہجری مین فتح ہوئی تہی اور جامع مسجد کی محراب مین بہی یہی تاریخ لکہی ہوئی تہی جو مین نے خود پڑہی۔ دہلی کو قطب الدین ایبک نے فتح کیا ہے یہ شخص سلطان شہاب الدین غوری بادشاہ غزنی و خراسانی کا غلام تہا جو اپنے بہت سے کارہائے نمایاں کی وجہ سے بادشاہ کی طرف سے سپہ سالاری کا عہدہ رکہتا تہا۔ سلطان شہاب الدین محمد بن غوری۔ سلطان محمود غازی کے فرزند ابراہیم کے ملک پر بزور قابض ہوگیا تہا جس نے ہندوستانی فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ *(سلطان قطب الدین)*

سلطان شہاب الدین نے قطب الدین ایبک کو ایک عظیم الشان اور خونخوار لشکر دیکر ہندوستان پر بہیجا تہا اُس نے پہلے لاہور کو فتح کیا اور اُسمین سکونت پذیر ہوکر ایک عظیم الشان بادشاہ ہوگیا۔ ایکدفعہ بادشاہ کے مصاحبون نے اُس سے کہا قطب الدین ہندوستان مین علیحدہ بادشاہت قائم کرکے شاہی اطاعت سے باہر ہونا چاہتا ہے اتفاق سے یہ خبر قطب الدین تک بہی پہونچگئی وہ تن تنہا غزنی مین آیا اور رات کے وقت دار الخلافہ مین پہونچا۔ صبح ہونے کا بہی انتظار نہین کیا اور اسی وقت بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا۔ چونکہ چغلخورون کو اُسکے آنیکا علم نہ تہا دوسرے دن بادشاہ تخت پر جلوہ افروز ہوا تو قطب الدین چہپکر تخت کے نیچے ہو بیٹہا جب سب لوگ بیٹہہ گئے بادشاہ نے قطب الدین ایبک کا حال پوچہا۔ مصاحبون نے عرض کیا ہمین تحقیق معلوم ہوا ہے کہ وہ خود سر بادشاہ بن بیٹہا ہے بادشاہ نے فوراً تخت پر پاؤن مارا اور تالی بجاکر کہا ایبک! قطب الدین نے شتابانہ لہجہ مین کہا حاضر اور باہر نکل آیا۔ چغلخور شرمندہ ہوگئے اور ڈر کر زمین چومنے لگے بادشاہ نے کہا ایکدفعہ مین نے تمہارا قصور معاف کیا پہر کبہی ایبک کی بابت مجہہ سے کچہہ نہ کہنا اسکے بعد قطب الدین کو حکم دیا کہ واپس ہندوستان کو چلا جا چنانچہ وہ واپس چلا گیا اور شہر دہلی کو فتح کیا اُسوقت سے دہلی برابر اسلام کا دار الخلافہ چلا آتا ہے۔

قطب الدین نے دہلی ہی مین وفات پائی۔ اسکے بعد سلطان شمس الدین التمش بادشاہ ہوا۔ یہ دہلی کا اول مستقل بادشاہ ہے پہلے قطب الدین کا غلام اور سپہ سالار اور نائب تہا اُسکے مرنے کے بعد مستقل بادشاہ ہوا اور لوگون سے بیعت لینی شروع کی بیعت کا چرچا جب عام لوگون مین پہیلا تو تمام عالم و مفتی قاضی وجیہ الدین کاشانی کو ساتہہ لیکر دربار مین آئے اور *(سلطان شمس الدین التمش)*

اُسکے سامنے بیٹھ گئے قاضی صاحب بادشاہ کے برابر حسب عادت بیٹھ گئے۔ انکے آتے ہی بادشاہ سمجھ گیا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں فوراً اپنے فرش کا کونا اٹھا کر اور اُسمین سے ایک کاغذ نکالکر قاضی صاحب کے ہاتھ مین دیا جس سے معلوم ہوا کہ قطب الدین نے اُسے آزاد کر دیا ہے قاضی اور فقیہون نے اُسے پڑہا اور خوشی خوشی بیعت کی سلطان التمش نے چھبیس سال سلطنت کی وہ نہایت نیک اور انصاف پرور اور عالم و فاضل تہا اُسکی انصاف پسندی کی یہ کیفیت تہی کہ سارے شہر کو حکم تہا کہ جسپر ظلم ہو وہ سرخ لباس پہنکر پہرے تاکہ بادشاہ فوراً پہچان لے کہ یہ مظلوم ہے رات کے واسطے یہ تجویز کی تہی کہ اپنے دروازے کے برجون پر سنگ مرمر کے دو شیر کہڑے کیے ہوئے تہے جنکے گلون مین زنجیرین پڑی ہوئی تہین اور زنجیرون مین گہنٹیان لگی ہوئی تہین جب کوئی مظلوم آکر زنجیر ہلاتا فوراً بادشاہ کو خبر ہو جاتی اور وہ اُسی وقت اُسکے مقدمہ کا فیصلہ کرتا لیکن اسپر بہی اُسے صبر نہ آتا تہا اور کہتا تہا کہ لوگون پر رات کے وقت ضرور ظلم ہوتا ہوگا اور صبح تک دیر ہو جاتی ہے اسلیے حکم دیا گیا کہ فوراً فریقین کو طلب کرکے فیصلہ کیا جائے سلطان شمس الدین التمش کی وفات کے بعد تین بیٹے اور ایک بیٹی باقی رہی

سلطان رکن الدین

سلطان رکن الدین جو سلطان شمس الدین کا سب سے بڑا بیٹا تہا باپ کی جگہ تخت نشین ہوا مگر اُس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے بہائی معز الدین کو جو رضیہ کا حقیقی بہائی اور رکن الدین کی دوسری ماں کے پیٹ سے تہا قتل کراڈالا یہ امر رضیہ پر بہت شاق گزرا اور وہ اپنے بے مات بہائی رکن الدین سے سخت ناراض ہوئی بادشاہ نے اُسے بہی مرواڈالنا چاہا۔ بادشاہ ایکدن جمعہ کی نماز کو جامع مسجد گیا ہوا تہا رضیہ مظلومون کی پوشاک پہنکر پُرانے بادشاہی محل کی چہت پر جا کہڑی ہوئی جو مسجد جامع کے متصل واقع تہا وہ روتی جاتی اور لوگونسے اپنے باپ کے عدل و احسانات یاد دلادلاکر کہتی جاتی تہی کہ رکن الدین نے میرے بہائی کو ناحق ناروا مظلومانہ مارڈالا ہے اور اب مجہے بہی مروانا چاہتا ہے اسپر لوگ نہایت برافروختہ ہوئے اور رکن الدین پر شورش کرکے اُسے مسجد مین پکڑ لیا اور رضیہ کے حوالہ کر دیا اُس نے اپنے بہائی کے قصاص مین اوسے مرواڈالا۔

سلطانہ رضیہ

چونکہ تیسرا بہائی ابہی صغیر سن تہا اس لیے امرا اور لشکر نے اتفاق کرکے رضیہ کو سلطانہ مقرر کیا ہے چار برس بڑی آزادی کے ساتہ سلطنت کی۔ سلطانہ رضیہ مردون کیطرح ہتہیار لگاکر گہوڑون پر سوار ہوا کرتی تہی اور اپنا منہ کہلا رکہتی تہی جب اُسپر تہمت لگائی گئی کہ وہ ایک حبشی غلام سے تعلق ناجائز رکہتی ہے تو سب نے اتفاق کرکے اُسے تخت سے اُتار دیا اور اُسکے کسی قریبی رشتہ دار سے نکاح کر دیا۔

سلطان ناصر الدین

سلطانہ رضیہ کے تخت سے علیحدہ ہونے کے بعد اُس کا چہوٹا بہائی ناصر الدین بادشاہ بنا اور مدت تک حکومت کرتا رہا تہوڑے

دونون بعد رضیہ اور اُس کے شوہر نے علم بغاوت اونچا کیا اور اپنے ہمراہیون کو لیکر مقابلہ پر آمادہ ہوئے مگر ناصر الدین اور اس کے نائب بلبن نے رضیہ کے لشکر کو شکست دی رضیہ میدان سے بہاگی اور جب وہ بہت تہک گئی اور بہوک پیاس نے عاجز کر دیا تو ایک زمیندار سے کچہ کہانے کو مانگا اُس نے روٹی کا ٹکڑا دیا تو رضیہ کہا کر وہین سو گئی زمیندار نے اُسکی جواہرات کی قبا دیکہکر جو مردانہ کپڑون مین چہپی ہوئی تہی اُسے سوتے ہوئے قتل کر ڈالا اور اُس کا سارا سامان اُتار کر کہیت ہی مین دفن کر دیا اور گہوڑے کو بہگا دیا آخر کار زمیندار پکڑا گیا اور رضیہ کی نعش نکالکر غسل وکفن دیکر دریائے جمنا کے کنارے پر دفن کیا جو شہر سے ساڑہے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ رضیہ کے مقتول ہونیکے بعد ناصر الدین مستقل بادشاہ ہوگیا اور کامل بیس سال تک حکومت کی یہ بادشاہ نہایت نیک چلن تہا قرآن شریف کی کتابت کیا کرتا اور اُس کی قیمت سے گذران کرتا تہا۔ انجام کار اُسکے نائب غیاث الدین بلبن نے اُسے مار ڈالا اور خود بادشاہ بنگیا۔

بلبن اپنے آقا کو قتل کرکے خود بادشاہ بن بیٹہا اور بیس برس تک سلطنت کرتا رہا یہ بادشاہ بہی منصف مزاج بردبار اور نہایت نیک چلن تہا اس نے ایک مکان بنوایا تہا جس کا نام دار الامن رکہا تہا جو مقروض یہان آجاتا اُس کا قرض ادا کر دیا جاتا اور جو کسی کو قتل کرکے یا کوئی جرم کرکے اس مین داخل ہوجاتا مقتول یا مظلوم کے وارثون کو عوض دیکر اُس سے راضی کرا دیا جاتا اس بادشاہ کی قبر بہی اسی مکان مین ہے

سلطان بلبن کے انتقال کے بعد سلطان معز الدین کیقباد تخت نشین ہوا اور اُسکے بعد جلال الدین فیروز نے حکومت کی باگ سنبہالی اور جب وہ سلطان علاؤالدین محمد شاہ کی سازش سے قتل کرا دیا گیا تو خود علاؤالدین محمد شاہ تخت نشین ہوگیا اسکے مرجانیکے بعد اس کا سب سے چہوٹا بیٹا شہاب الدین تخت پر جلوہ افروز ہوا لیکن چند روز کے بعد اُسکے بہائی سلطان قطب الدین نے اُسے تخت سے علیحدہ کیا اور خود بادشاہ بنگیا اور اُس کے بعد خسرو خان بادشاہ مقرر ہوا غرضکہ تیرہوین پشت مین سلطان غیاث الدین تغلق ہندوستان کے تخت و تاج کا وارث قرار دیا گیا جس کا فرزند سلطان محمد تغلق اب تخت حکومت پر جلوہ آرا ہے۔

اسکے بعد ابن بطوطہ دربار شاہی کا ذکر کرتے ہوئے لکہتا ہے کہ موجودہ فرمانروا جسکے عہد مین مجہے یہان آنیکا فخر حاصل ہوا سلطان محمد شاہ تغلق ہے جو اپنے والد بزرگوار سلطان غیاث الدین کے انتقال کے بعد بغیر کسی خرخشے اور تنازع کے تخت وتاج کا وارث قرار دیا گیا مین پہلے لکہہ آیا ہون کہ ایام ولی عہدی مین یہ شہزادہ جونہ خان کے نام سے پکارا جاتا تہا

سلطان بلبن

سلطان معز الدین — سلطان جلال الدین فیروز — علاؤالدین محمد شاہ
شہاب الدین — قطب الدین — خسرو خان — غیاث الدین تغلق
سلطان محمد تغلق

سلطان محمد تغلق

اور یہی اُس کا اصلی نام تہا مگر تخت نشین ہوتے ہی اُس نے اپنا نام سلطان محمد رکہا اور ابو المجاہد کی کنیت سے مشہور ہوا شاہان سابق کا جو مین نے حال لکہا ہے اُس کا اکثر حصہ شیخ کمال الدین غزنوی قاضی القضاۃ سے سنا ہے لیکن اس بادشاہ کی بابت جو کچہہ مین نے لکہا ہے وہ میرا چشم دیدہ ہے یہ بادشاہ عجیب جامع الاضداد طبیعت رکہتا ہے رحیم و مہربان بہی پہلے درجہ کا ہے اور قہر و غضب بہی اسکی طبیعت مین کوٹ کوٹ کر بہرا ہے۔ جب اسکے در دولت پر گذریئے گا دو باتون سے خالی نہ پائیے گا ایک دو نہین بلکہ بیسیون فقرا و مساکین اپنی کامیابی پر دعائین ضرور دے رہے ہون گے اور کوئی نہ کوئی گنہگار ضرور قتل ہو رہا ہوگا خلاصہ یہ کہ بادشاہ جسقدر رحمدل اور کریم ہے اُسیقدر سخت گیر اور منتقم بہی ہے اُسکے نام کے ساتہ ان دونون صفون کو شہرت اتم حاصل ہو گئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جس طرح دور دراز کے سفر کی تکلیفین جہیلکر مساکین و فقرا سلطان محمد کا نام سنکر دہلی کو روانہ ہوتے ہین اسی طرح بدمعاش اور ظالم لوگ اُسکے نام سے کوسون بہاگتے ہین کوئی جفا کیش اور ستمگار شخص چاہے دہلی سے کتنے ہی فاصلے پر ہو مگر جہان اُسکے سامنے سلطان محمد تغلق کا نام لے دیا جاتا ہے وہ فوراً سر سے پاؤن تک تہر تہر کانپنے لگتا ہے اور شہر بشہر بہاگتا پہرتا ہے غرضکہ کوئی دن نہین جاتا کہ کوئی فقیر امیر نہ بنجاتا اور کوئی زندہ آدمی قتل نہین کیا جاتا۔ اُسکی سخاوت و شجاعت اور سختی و خونریزی کی حکایات عوام الناس کے زبان زد ہین اور وہ ان باتون مین عالمگیری شہرت رکہتا ہے لوگونکو یہ سنکر حیرت ہوگی کہ سلطان محمد تغلق باوجود اتنی بڑی سخت گیری اور انتقام پسندی کے نہایت زیادہ نفس خلیق متواضع منکسر المزاج شخص ہے مینے کوئی شخص اُس سے زیادہ منصف اور متواضع نہین دیکہا اُسکی طبیعت حد درجہ کی غیور واقع ہوئی ہے بالخصوص شرعی امور اور دینی احکام مین۔ وہ دین کا اسقدر ادب کرتا ہے کہ جب اُسکی مجلس مین کوئی دینی بات پڑہا جاتا ہے تو اپنے تئین قاصر سمجہکر کانپنے لگتا ہے۔ نماز جو اسلام کا ایک رکن ہے خود بہی بالالتزام ادا کرتا ہے اور لوگون کو اُسکے بارہ مین نہایت احتیاط اور تاکید کرتا ہے۔ جو لوگ پابندی کے ساتہ نماز پڑہتے اور فرائض منصبی کے ادا کرنے مین سرگرمی دکہاتے ہین وہ سارے دربار مین عزت کی نگاہ سے دیکہے جاتے ہین اور تارک صلاۃ اپنے دینی جرم پر ضرور سزا پاتے ہین لیکن باوجود ان سخت گیریون اور انتقام پسندیون کے میرا فیصلہ اور قطعی فیصلہ یہی ہے کہ جوش انتقام اور سخت گیری کی بہ نسبت اُسکی فیاضی اور رحمدلی کا اول نمبر ہے اُسکی افعال و حرکات کے متعلق مین وہ چیدہ چیدہ واقعات نقل کرونگا جنکا موقعون باوجود کثرت جستجو کے شاہان سلف مین سے کسی مین پایا ہوگا اور کسی مین جود و

تا عہد اُن مین دیکھا ہوگا۔

چنانچہ اِسکے بعد ابن بطوطہ نے سلطان محمد تغلق کے وہ تعجب خیز حالات اور خرق عادت کے درجہ کو پہونچی ہوئی فیاضیان اور رحمدلی کی بے انتہا مثالین نقل کی ہین جنہین پڑھکر حیرت ہوتی ہے اور جو اُن لوگون کل بلاد مشرق مین اس طرح مشہور تہین کہ کوئی بچہ تک بہی اُنسے ناشناس نہا چونکہ یہ بانہایت وسیع اور طول طویل ہے اور میرا اصل منشا اس مقام پر صرف اگلے دربار کا جاہ و جلال اور قدیم دلی کی رونق دکہانا ہے نہ شاہجہان بادشاہ کے عہد حکومت سے موازنہ کرنا ہے اسلئے مین ابن بطوطہ کے اس بیان سے قطع نظر کرتا اور دلی مرحوم اور اُسکے اگلے دربار کا مختصر اُذکر کرتا ہون۔

ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ بادشاہ کے محل کا دروازہ جو دہلی مین واقع ہے وہ دار سرا کہلاتا ہی۔ سراپردہ شاہی کے بہت سے دروازے ہین اور دار سرا مین جانے والے کو ان ہی دروازون سے جانا پڑتا ہے پہلے دروازہ پر بہت سے لوگ رہتے ہین جو ہر وقت نہایت احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ پہرہ دیا کرتے ہین اور انہین مین باجا بجانے والے شہنائی اور طبل و قرنا کی پرشباب دلربا تیز آواز (اُن کی صدا دل کے سننے والے) موجود رہتے ہین اکثر اوقات تو ان باجون کی آوازین شاہی عب داب کے چمکانے ہی کے لئے مقرر نہیں ہین لیکن کاہے گاہے مبارکبادی اور خوشی کی صدائین بہی بلند کرتی ہین۔ یہان کا عام قاعدہ ہے کہ جہان کوئی چہوٹا امیر اور بڑی رتبہ اور با اختیار رئیس دولت باب عالی پر حاضر ہوا بس اسکے سب باجا بجانے لگے اور فوراً مبارکباد اور بادشاہ کے شادیانہ بجنے لگتے ہین باجون کے بجنے سے ہی آنیوالے کا خیر مقدم ادا کیا جاتا ہی اور اُن ہی مین اُسکی تعظیم و تکریم بہی داخل سمجھی جاتی ہے اسکی شہرت و عظمت درباری میں قائم ہوجاتی ہے۔ دوسرے تیسرے دروازون مین بہی یہی ساز و سامان موجود رہتا ہے اور وہان بہی اسی طرح کے نغمہ سرود مین اُن ساز کا استعمال کیا جاتا ہے۔ پہلے دروازہ کے متصل ایک پہلو مین دکانون جیسی عمارات کا ایک سلسلہ دور تک چلا گیا ہے جنمین ہر وقت جلاد اور گناہگارون کی جان لینے والے موت کے فرشتے بڑی مستعدی کے ساتھ آلات قتل لئے ہوئے موجود رہتے ہین اور ہر وقت شاہی حکم کے منتظر رہتے ہین ادہر کسی بارے مین سزائے موت کا حکم ہوا اور ادہر وہ قتل کیلئے آمادہ ہوئے۔ شاہی مجرمون کو اجازت نہین کہ وہ دولت سے باہر جاکر قتل ہون بلکہ ہزار ستون محل کے سامنے قتل کئے جاتے ہین پہلے دروازہ سے دوسرے دروازہ تک ایک بہت لمبی مسقف دہلیز بنی ہوئی ہے جسمین برابر کوٹہریون کی قطارین بنتی چلی گئی ہین ان کوٹہریون مین گارد کے سپاہی رہتے ہین جو باری باری سے نہایت ہوشیاری اور احتیاط کیساتھ پہرا دیتے ہین دوسرے پہاٹک کے اندر بہی یہی نگہبان اور محافظین رہتے ہین۔ دوسرے دروازہ سے تیسرے پہاٹک تک بہی ویسے ہی کوٹہریان بنی ہوئی ہین جیسے پہلے اور دوسرے دروازہ کے مابین واقع تہین ان مین نقیب لوگ اور سب نقیبون کا سردار جو عرض بیگی کی خدمت سے ممتاز ہے بڑے تزک و احتشام سے موجود رہتا ہے اُسکے آگے سونے کا ایک ٹہوس عصا

دربار کا جاہ و جلال

دھرا رہتا ہے اور اکثر یہ عصا اُسکے ہاتھہ مین نظر آیا کرتا ہے اُسکے سر پر سونیکی مرصع نہایت عمدہ اور خوبصورت ٹوپی ہوتی ہے جسمیں موتیوں کی ایک قیمتی کلغی ضرور نصب ہا کرتی ہے۔ اُسکے دونون جانب بہت سے نقیب صف بستہ ہوتے ہین اور نہایت ادب سے ساتھ سینون پر ہاتھہ رکھے کھڑے رہتے ہین۔ انکی ٹوپیان بہی ویسی مرصع طلاکار ہوتی ہین جیسے سردار کی فرق اتنا ہوتا ہے کہ سردار کی ٹوپی پر کلغی لگی ہوتی ہے اور انکی ٹوپیان کلغی سے خالی ہوتی ہین۔ سب کی کمرون پر سنہری پٹکے بندہے ہوتے ہین اور ہاتھون مین ایک قسم کے تازیانے ہین جنکی موٹہین سونے یا چاندی کی ہین۔

دوسرے دروازے سے نکلکر ایک بڑے ہال یا دیوانخانہ مین پہونچنا ہوتا ہے جس مین عام لوگ بکثرت بیٹھے رہتے ہین تیسرے دروازہ پر متصدی یعنی نام لکھنے والے لوگ رہا کرتے ہین۔ ان لوگون کا فرض ہے کہ جبتک کسی شخص کا نام اپنی کتاب مین لکھا نہ دیکھ لین اور اُسکی نسبت بحکم شاہی تحریری اجازت دیکھہ لین اندر نجانے دین انکے پاس اُن تمام رؤسا اور اُنکے ہمراہیونکی تعداد مقرر درج ہوتی ہے جنہین اندر جانیکی اجازت حاصل ہے لہذا اُس تعداد سے زیادہ ہمراہیوں کو وہ اندر نہین جانے دیتے اسکے ساتھ ہی وہ اپنے روزنامچے مین یہ بہی لکھتے رہتے ہین کہ فلان شخص اسقدر ہمراہیون کے ساتھ فلان وقت آیا۔ بادشاہ کا قاعدہ ہے کہ نماز عشا کے بعد اس روزانہ فہرست کو اپنی آنکھہ سے ملاحظہ کر لیا کرتا ہے۔ آمد و رفت کے علاوہ جو واقعات و حادثات دردولت پر دن بہر مین پیش آتے ہین ان کو یہان کے محرر بطور رپوٹ قلمبند کرتے ہین اور جن شہزادون کو یہ خدمت سپرد ہے اُن کا فرض ہے کہ باری باری سے ان رپوٹون کو محررون سے لیکر بملاحظہ شاہی مین پیش کرین۔

دردولت کا ایک یہ بہی دستور ہے کہ جو امیر و رئیس تین دن یا اس سے زیادہ بلا عذر بار شاہی سے غیر حاضر رہتا ہے تو وہ پہر دربار مین داخل نہین ہو سکتا جبتک کہ بادشاہ کی خاص اجازت از سر نو حاصل نہ کیجائے۔ اگر وہ بیماری یا کسی اور عذر کی وجہ سے حاضر دربار نہو سکا تہا تو اُس کا فرض ہے کہ اپنا عذر بارگاہ شاہی مین پیش کرے اور قبولیت عذر کے شکریہ مین اپنی حیثیت کے موافق کچھہ ہدیہ یعنے نذر پیش کرے یہ بہی دستور ہے کہ جو شخص پہلی مرتبہ سلام کے لئے حاضر ہوتا ہے تو کچھہ نہ کچھہ نذر کے طور پر پیش کرتا ہے اور یہ ہدایا و تحف ہر حیثیت کے مناسب نامزد کئے گئے ہین مثلاً اگر مولوی ہو تو قرآن شریف یا کوئی اور کتاب فقیر ہو تو مصلا یا تسبیح یا مسواک اور امیر ہو تو گھوڑے یا اونٹ یا ہتھیار وغیرہ وغیرہ۔

تیسرے دروازہ سے نکل کر انسان کو ایک اُس بڑے میدان مین پہونچنا ہوتا ہے جہان بہت بڑا عالیشان محل بنا ہوا ہے اس عظیم الشان محل کو ہزار ستون کہتے ہین کیونکہ اُس کی چھت

لکڑی کے ہزار ستونوں پر قائم ہے۔ تمام ستونوں پر ایک قسم کا نہایت پائدار اور چمکدار روغن پھرا ہوا ہے اور چھت بھی لکڑی کی ہے جسپر بھی روغن چڑھا ہوا ہے۔ اس روغن پر ایسی عجیب و غریب صناعی سے بیل بوٹے اور نقش و نگار بنے ہوے ہین جنہین دیکھکر آدمی عش عش کرنے لگتا ہے یہین سب لوگ آکر نہایت ادب سے بیٹھتے ہین اور بادشاہ بھی جلوس عام کے وقت یہین جلوہ آرا ہوتا ہے۔ اکثر یہ جلوس نماز عصر کے بعد ہوتا ہے اور کبھی چاشت کے وقت بھی۔ خاص بادشاہ کی نشست کے لئے وہان یہ انتظام رہتا ہے کہ ایک مسطح شہ نشین بنا ہوا ہے جو باقی مکان سے اونچا ہے شہ نشین پر نہایت نفیس اور سفید فرش اور فرش پر ایک عمدہ تخت رہتا ہے۔ بادشاہ کی کمر کے پیچھے ایک بڑا گاؤ تکیہ لگا ہوا ہے اور داہنے بائین دونون پہلوؤن پر دو ذرا چھوٹے تکیے ہوتے ہین اور بیٹھنے کی یہ وضع ہوتی ہے جیسے آدمی نماز مین تشہد کے لئے بیٹھتا ہے اور یہی وضع تخت نشینی مین کل شاہان ہند کی ہے۔ بادشاہ کے بیٹھہ چکنے کے بعد وزیر السلطنۃ سامنے دست بستہ کھڑا ہوتا ہے اور اُسکے پیچھے اہل قلم اور اراکین دفتر شاہی صف آرا ہوتے ہین۔ اہل قلم کے عقب مین حجاب دربار شاہی اور ان کا سردار بڑی تزک و احتشام کے ساتھ رہتا ہے حاجبون کا رئیس اعظم ہمیشہ دربار دہلی مین ایک ایسا معزز اور معتمد علیہ شخص ہوتا ہے جو بادشاہ سے تعلق قرابت بھی رکھتا ہو چنانچہ اس زمانہ مین یہ خدمت خاص سلطان کے چچا زاد بھائی ملک فیروز کے سپرد ہے۔ حاجبون کا سردار اعظم اپنے تمام ماتحتون سے آگے اور خاص سلطان کے قریب رہتا ہے اور اُسکے پیچھے اُس کا نائب ہوتا ہے۔ اس نائب کے پیچھے حاجب خاص پھر حاجب خاص کا نائب ہوتا ہے پھر وکیل الدار اور اُس کا نائب اور شرف الحجاب اور سید الحجاب اور اُنکے بعد نقیبون کا گروہ جو تعداد مین سو ہوتے ہین اور جو ہر وقت اسی ترتیب کے ساتھہ موجود رہتے ہین جب بادشاہ بیٹھہ چکتا ہے تو تمام حجاب و نقبا ایک ساتھ شور کر کے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی پیاری صدا بلند کرتے ہین۔ بادشاہ کے پیچھے ملک قبولہ یعنے ملک الکبیر اور حاجبون و نقیبون کا سردار ہاتھہ مین چوری لئے کھڑا رہتا ہے جو برابر مکھیان جھلا کرتا ہے۔ ان مذکورہ لوگون کے بعد سو مسلح جوان بادشاہ کی داہنی جانب صف بستہ کھڑے ہوتے ہین اور سو جوان بائین طرف جنکے ہاتھہ مین ڈھالین تلوارین اور کمانین رہا کرتی ہین۔ دیوان خانہ کے طول مین دائین بائین جانب قاضی القضاۃ اور اُسکے بعد خطیب الخطبا پھر باقی قاضی پھر بڑے بڑے فقہا اور اُن کے بعد عمائد شہر پھر سید پھر مشائخ پھر بادشاہ کے بھائی بند اور داماد کھڑے ہوتے ہین پھر اُن لوگون کی صف ہوتی ہے جو دربار کے بڑے بڑے رئیس ہوتے ہین اُن کے بعد پردیسی اور ایلچی

اور پھر افسران فوج کھڑے رہتے ہین اس کے بعد سات گھوڑے اعلے درجے کے ساز و براق سے آراستہ لا کھڑے کر دیئے جاتے ہین جن پر سیاہ اطلس کا چارجامہ ہوتا ہے اور اُسپر طلائی کام نہایت خوبصورت وضع پر بنایا جاتا ہے یہ گھوڑے بادشاہ کے میمنہ و میسرہ تیس تیس صف باندھکر کھڑے ہوتے ہین ان پر تمام ساز و زیورات لدا ہوتا ہے بعضون کی لگام اور حلقے سیاہ ریشم کے اور بعضون کے سفید ریشم کے مرصع ہوتے ہین ان پر بادشاہ کے سوا اور کوئی سوار نہین ہوتا - دربار مین یہ گھوڑے ایک ایسے مقام پر ٹھہرائے جاتے ہین کہ سب پر بادشاہ کی نظر پڑ سکے - گھوڑون کے عقب مین پچاس ہاتھی کھڑے کئے جاتے ہین جنپر ریشمی طلاکار جھولین پڑی ہوتی ہین اور دانتون پر فولادی چوڑیان چڑھی ہوتی ہین جنسے اہل جرائم کے مارنے کا کام لیا جاتا ہے ہر ہاتھی کی گردن پر ایک فیلبان عمدہ پوشاک زیب جسم کئے ہوئے سوار رہتا ہے جسکے ہاتھ مین لوہے کا انکس ہوتا ہے اور جو طبرزین کہلاتا ہے اسی سے وہ ہاتھی کو ادب دیتا اور قابو مین رکھتا ہے - ہاتھیون کی پشت پر بڑی بڑی عماریان کسی رہتی ہین جن مین سے ہر ایک مین اسقدر وسعت ہوتی ہے کہ اُس پر بیس جنگی سپاہی بسہولت بیٹھ سکین مگر ہاتھی کے قد و قامت کے لحاظ سے کبھی اس تعداد مین کمی زیادتی بھی ہوجاتی ہے - یہ ہاتھی بڑی محنت اور جانکاہی سے سدھائے جاتے ہین جسوقت صف حجاب سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا شور اُٹھتا ہے تو وہ بادشاہ کے آگے جھک کر آستان بوسی کرتے اور بڑے ادب سے سر جھکا دیتے ہین - ان مین سے بھی آدھے ہاتھی ایک طرف کھڑے کئے جاتے ہین اور آدھے دوسری جانب صف بستہ ہوتے ہین ان کے کھڑے ہونے کی جگہ آدمیون کے پیچھے مقرر ہے -

شاہی دربار کا یہ بھی دستور ہے کہ جو شخص یہان آئے اُس کا فرض ہے کہ پہلے بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر سلام کرے اور پھر تعظیم کرکے اپنی مقرر جگہ پر چلا جائے اور وہان کھڑا ہو جائے لوگون کے سلام کرتے وقت بھی حجاب اور نقیبون کے گروہ سے صدائے بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند ہوتی ہے لیکن جب ہندوون مین سے کوئی راجہ یا شاہی عہدہ دار سلام کرتا ہے تو اُسوقت نقیبون کی صف سے بجائے بسم اللہ کے ہداک اللہ کا نعرہ بلند ہوتا ہے - اور سب لوگون کے عقب مین شاہی غلام صف بستہ ہوتے ہین اور عجب شان و شوکت کے ساتھ صف بستہ ہوتے ہین اُنکی وضع سپاہیانہ ہوتی ہے اور ہر ایک کے ہاتھ مین ڈھال تلوار رہتی ہے - اس ترتیب کا یہ نتیجہ ہے کہ جو شخص بادشاہ تک پہونچنا چاہتا ہے وہ اس طرف سے ہو کر

نہین گذر سکتا بلکہ صف حجاب مین ہوکر بادشاہ تک پہونچ سکتا ہے۔

اس کے بعد ابن بطوطہ نے تحف وہدایا کے پیش ہونیکی کیفیت لکھی ہے اور آگے چلکر عیدین کے جشن کے مفصل حالات قلمبند کیے ہین وہ لکھتا ہے کہ دہلی مین عیدین کو بڑی کیفیت ہوتی ہے اور بیشک اُس روز یہان کی دولت وعظمت کا جبروت نظر آتا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ شاہان دہلی کی عظمت بمقابلہ دیگر فرمانروایان بلاد کے کسقدر بڑہی چڑہی ہوئی ہے جس رات کی صبح کو عید ہونے والی ہوتی ہے اُس رات کو بادشاہ کی جانب سے تمام عمائد سلطنت اور مقربین خلافت - اہل دول - معززین شہر کا تبون - حاجبون نقیبون - فوجی افسرون غلامان شاہی اور ہر درجہ و پیام پیش کرنے والون کے پاس علی قدر المراتب خلعت بہیجدیے جاتے ہین صبح ہوتے ہی بڑے بڑے مشہور و نامور ہاتہی مرصع اور طلاکار جہولون - خوبصورت چتر اور عماریون سے سجائے جانے لگتے ہین یہ ہاتہی سرتا پا جواہرات اور سونے ریشم مین غرق ہوتے ہین سولہ ہاتہی تو خاص شہنشاہ کی سواری کے لئے مخصوص ہوتے ہین جنپر بجز بادشاہ کے اور کسیکو سوار ہونیکی مجال نہین ہوتی - ہر سلطانی ہاتہی کی عماری پر ایک مرصع چتر ہی نصب ہوتا ہے جو مرصع کار سونے ہی کے ڈنڈے پر قائم ہوتا ہے ان ہی مین سے ایک بڑے ہاتہی پر بادشاہ سوار ہوتا ہے اور بڑی شان وشوکت اور دہوم دہام کے ساتہہ سواری عیدگاہ کی طرف روانہ ہوتی ہے سلطانی ہاتہی کے آگے آگے غلام صف بستہ اور نہایت ادب کے ساتہہ چلتے ہین جنکے سرون پر طلائی ٹوپیان اور کمرون مین سنہری پٹکے ہوتے ہین جو سورج کی شعاعین پڑنے سے ہی جگمگا اُٹہتے ہین - بعض غلامونکی ٹوپیان اور اسی طرح پٹکے مرصع کار ہی ہوتے ہین اور اُنمین نہایت بیش قیمت جواہرات جڑے ہوئے ہوتے ہین - غلامونکی صفون کے بعد نقیبون اور چاؤشونکا ہجوم ہوتا ہے جو قدم قدم پر ایک بڑے رعب داب کی آواز مین پکارتے چلتے ہین "سواری ہے شاہنشاہ ہندوستانکی" یہ نقیب تعداد مین پورے تین سو ہوتے ہین - انکی ہی کمرون مین طلائی پیٹیان اور سرون پر سنہری ٹوپیان ہوتی اور ہاتہون مین طلاکار گرز ہوتے ہین نقیبون کی صفون کے بعد بادشاہ کا ہاتہی ہوتا ہے اور بادشاہ کے پیچہے قاضی القضاۃ صدر جہان ناصر الدین خوارزمی کا ہاتہی چلتا ہے - قاضی القضاۃ کے جلو مین شہر کے تمام قاضی اور خراسان اور مصر وعراق وغیرہ کے مفلوک الحال ہوتے ہین جنکی خدمت گذاری سلطنت کی طرف سے کیجاتی ہے ان مین ہر شخص ایک جداگانہ ہاتہی پر سوار ہوتا ہے - اس گروہ کے موذنون کی جماعت ہی ہاتہیون پر سوار ہوتی ہے جو تمام رستہ مین آواز بلند تکبیر وتہلیل کہتی جاتی ہے - اس شان وشوکت سے بادشاہ کی سواری دیوان خاص سے چلکر دردولت پر آتی ہے دردولت کے باہر

افواج شاہی اور کل عمائد شہر اور فوجی افسر اپنی اپنی فوجون کے ساتھ جلوس شاہی کے منتظر کھڑے رہتے ہین اور اس انتظام کے ساتھ کہ ہر امیر کے ساتھ علیحدہ باجے روشن چوکیان طبل و علم اُسکے منصب و عزت کے موافق موجود ہوتے ہین - بادشاہ کے در دولت پر جلوہ آرا ہوتے ہی سب لوگ حسب ضابطہ سلامی لیتے ہین -

زان بعد جلوس شاہی عیدگاہ کو روانہ ہوتا ہے اور عجب آن بان اور عظمت و شان سے روانہ ہوتا ہے آگے آگے شاہی غلام اور چاوش انتظام کرتے اور عام پبلک کو شاہی عظمت و جبروت کی اطلاع دیتے ہوئے چلتے ہین پھر شاہی ہاتھی اور اُسکے پیچھے قاضی القضاۃ اور اعزا وغیرہ کی جماعتین ہوتی ہین انکے بعد موذنون کے گروہ ہاتھیون پر بیٹھے تکبیر و تہلیل کے نعرے بلند کرتے ہوے ہمراہ نکل جاتے ہین انکے بعد عمائد شہر اور امرا و رؤسا کے جلوس اپنی شاندار ی سے باجے بجاتے ہوے چلتے ہین طبل کے بجنے اور قرنا کے پھکنے سے چارون طرف کا میدان گونجتا جاتا ہے -

بادشاہ کے عقب مین جو امرا کا جلوس ہوتا ہے اُس مین یہ ترتیب ہوتی ہے کہ اول بادشاہ کے بھائی مبارک خان پورے جلوس کے ساتھ چلتا ہے پھر بادشاہ کا چچا زاد بھائی ملک فیروز اپنے کامل ساز و سامان اور جلوس کے ساتھ بڑھتا ہے اسکے بعد حضور شہنشاہ کے بھتیجے بہرام خان کا جلوس چلتا ہے زان بعد وزیر اعظم کے خدم و حشم کا ہجوم پھر ملک مجیر بن ذی الرجا اپنی فوج اور اپنے جلوس کے ساتھ روانہ ہوتا ہے ان سب کے بعد دہلی کا ایک بہت بڑا رئیس اپنے جلوس کو نہایت عظمت و شان سے آگے بڑھاتا ہے جو ملک الکبیر قبولہ کے نام سے شہرت رکھتا ہے یہ بہت ہی بڑا متمول اور با اختیار شخص ہے اِسکے دفتر کا دیوان اعظم ملک علاء الدین علی مصری معروف با بن شرالیشی جسے مین بہت ہی معتبر جانتا ہون خود اُسنے مجھسے بیان کیا کہ ملک الکبیر کو صرف مصارف خانگی کی مد مین شاہی خزانہ سے چھتیس لاکھ روپیہ سالانہ ملتا ہے -

الغرض ملک قبولہ کے بعد نکبیہ اپنے پورے جلوس کے ساتھ چلتا ہے اور اسکے عقب مین عزۃ الملک اپنے خدم و حشم کو بڑھاتا ہے پھر مخلص الملک پھر قطب الملک غرضکہ تمام رؤسا اپنے اپنے جلوسون کے ساتھ چلتے ہیں یہ سب دہلی کے عظیم الشان اور عمائد سلطنت ہین اور ایسے ہین کہ کسی وقت بادشاہ سے علیحدہ نہین ہوتے عید کے روز انہین حکم ہے کہ اپنے تمام ساز و سامان کے ساتھ در دولت پر حاضر ہون اور اپنے عطا شدہ مراتب کا بخوبی اظہار کرکے نہایت تزک و احتشام کے ساتھ ہمراہ رکاب سلطان عیدگاہ کو جایا کرین ان کے علاوہ اور بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے امرا ہین جو یکے بعد دیگرے اس سلسلۂ جلوس مین شامل ہوکر اُسکی رونق کو دو بالا کرتے ہین اور اس دن سب کے سب مسلح اور ہتھیار بند ہوتے ہین آج ہی کے دن اُن کے ہاتھی گھوڑون کی آراستگی اور اسلحہ

جنگ کی سجاوٹ نظر آیا کرتی ہے۔

بادشاہ عیدگاہ کے دروازہ پر پہونچکر ٹھہر جاتا ہے اور قاضی القضاۃ سے اندر جانیکی اجازت طلب کرتا ہے پھر امرائے عظام اور وزراء اور بیرونی ملوک کے ایلچیوں کو داخل ہونیکا حکم دیتا ہے جو شاہی سرپرستی سے معزز و ممتاز ہوتے ہیں۔ جب یہ لوگ جا چکتے ہیں تو خود بادشاہ ہاتھی سے اُترکر عیدگاہ میں جاتا ہے۔ بادشاہ کے پہونچتے ہی امام عیدگاہ اُٹھہ کھڑا ہوتا اور نماز میں مصروف ہو جاتا ہے نماز سے فارغ ہو کر ذرا بلند آواز سے خطبہ پڑہتا اور بادشاہ کی دولت و عمر کی دعا کے لئے جناب باری میں ہاتھہ اُٹھاکر ممبر سے اُتر آتا ہے۔

عید اضحے کے روز ایک نہایت فربہ اونٹ حاضر کیا جاتا ہے جسے سلطان اپنے ہاتھہ سے نیزہ مارکر ذبح کرتا ہے ذبح کرتے وقت بادشاہ اپنے سارے جسم پر ایک کپڑا لپیٹ لیتا ہے جسکی وجہ سے اُسکا شاہانہ لباس خون کے داغ دہبوں سے محفوظ رہتا ہے۔ خاص عید کے روز جو دربار ہوتا ہے وہ بھی نہایت پر تکلف اور بڑی شان و شوکت کا ہوتا ہے اُسکے لئے اسقدر اہتمام اور سامان کیا جاتا ہے جو اور معمولی درباروں میں نہیں کیا جاتا ابن بطوطہ نے اس دربار کی بھی مفصل کیفیت لکھی ہے لیکن ہم اس مضمون کو یہیں ختم کرکے اپنے دعوے کے ثبوت میں دوسری شہادت پیش کرتے ہیں۔

قدیم دہلی کا عروج اور اُسکے دربار کا جاہ و جلال ہمارے معزز ناظرین ابن بطوطہ کے بیان سے معلوم کر چکے اب ہم جدید دہلی کی ترقی اور اُسکے دربار کی عظمت و شان ایک فرانسیسی سیاح کی زبان میں بیان کرینگے جس سے ناظرین کو ہمارے دعوے کی جانچ پڑتال کرنے کا کافی اور پورا موقع مل سکیگا۔

ڈاکٹر برنیر صاحب جو ۱۶۵۵ء میں ہندوستان میں آئے تہے اور جنہوں نے جدید دہلی کی عمارات کو نئی حالت میں دیکھا تہا وہ اپنی ہندوستان میں نو سال کی اقامت کے بعد لکھتے ہیں کہ تقریباً چالیس سال کا عرصہ ہوا کہ اورنگزیب کے والد ماجد ابوالمظفر شاہجہان تخت ہندوستان پر جلوہ آرا ہیں۔ شاہجہان بادشاہ نے اپنی دوامی یادگار کیلئے پرانی دہلی کے مقابلہ میں ایک نیا شہر تعمیر کرایا ہے اور اپنے نام پر شاہجہان آباد نام رکہا ہے جو بعد کو مختصراً جہان آباد کے ساتہ مشہور ہوا دہلی اور اُسکے اندر کی اکثر عمارات کی تعمیرات کی انجام دہی علی مردان خان کے سپرد کی گئی جو پرشین کا ایک بڑا نامور سیاح تہا اور جس نے ۱۶۳۷ء میں شاہجہانی دربار میں ملازمت اختیار کی تہی اس نے شہر میں ایک نہایت وسیع نہر جاری کی جو اُسکے قرب و جوار کو اب تک سیراب کر رہی ہے۔ تاج بی بی کے روضہ کا نقشہ جس شہر کا پہلا نمونہ ہے علی مردان خان ہی نے اپنی دو سال کی محنت کے بعد مکمل کرکے بادشاہ کی نظر میں پیش کیا تہا جامع مسجد اگرچہ اپنی پرانی ہیئت اور اصلی وضع پر موجود ہے علی مردان خان ہی کی کوشش کا نتیجہ ہے۔

شاہجہان نے جدید دہلی کا قلعہ اُس زمانہ کے پچاس لاکھ روپیہ کی لاگت سے تعمیر کرایا جو تقریباً دس سال مین بنکر تیار ہو گیا یہ قریباً سوا میل کے دائرہ مین واقع ہے اسمین خاص خاص بارہ محلات تعمیر کیے گئے تھے جنمین سے بعض اب منہدم ہو گئے لیکن اعجوبہ اور نادر و نفیس محلات ابتک اپنی قدیم حالت مین موجود ہین شہر کی جانب سے قلعہ مین آنیکے لیئے دو دروازے بنائے گئے ہین ایک لاہوری دروازہ اور دوسرا دہلی دروازہ لاہوری دروازہ کو پیوستہ بڑے مستحکم گنبد و زمین سے ہو کر گیا ہے جو بدستور ابتک موجود ہے فرانسیسی سیاح لکھتا ہے کہ دروازہ سے تھوڑی دور کے فاصلہ پر نقارخانہ بنا ہوا ہے جس سے شاہی عب اب بہت کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ عدالت کے بڑے دروازہ کے متصل جہان نقارخانہ ہے اس سے ذرا آگے بڑھکر ایک نہایت وسیع اور عالیشان دیوانخانہ ہے جو دیوان عام کہلاتا ہے اور جو محل کا اگلا حصہ شمار کیا جاتا ہے۔ آگرہ کی طرح یہ بھی نہایت اونچے شاندار اور خوشنما ستونون پر ایستادہ ہے اور گول محرابون کے سہارے پر بڑی مستحکم عمارت بنائی گئی ہے دیوان عام تین طرف سے بالکل کھلا ہوا ہے اور چوتھی جانب ایک دیوار ہے جو نقش و نگار سے آراستہ اور لعل و جواہر سے مرصع ہے اسکے عین وسط مین زمین سے دس فیٹ کی بلندی پر ایک شفاف کہڑکی نہایت چوڑی واقع ہے جسمین سے گزر کر حرم سرا مین داخل ہوتے ہین یہان ایک نہایت مکلف و مرصع تخت بچھا ہوا ہے جسپر جہان پناہ جلوہ افروز ہوتے ہین۔ تخلیہ کے محل سے آگے خوشنما سیڑہی لگی ہوئی ہے جسپر سے چڑھکر تخت پر متمکن ہو سکتے ہین تخت ایک قسم کے طاق مین رکھا ہوا ہے جس کا سامنے کا حصہ تو سنگ مرمر سے جڑا ہوا ہے اور اس مین طلائی کام نہایت اعلے درجہ کا کیا ہوا ہے اور پچھلا اور اوپر کا حصہ اس وضع پر جڑا ہوا ہے جیسے آگرہ کی شاہجہانی عمارات مین پایا جاتا ہے لیکن پچھلی دیوار کا جڑاؤ کام خاصکر قابل تعریف ہے۔ عنوانی جو کھٹون مین تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بہت پرند جانورون اور ہندوستان کے مشہور میوہ جات اور خوشنما پھولون کی اقسام پتھرون مین اس خوبصورتی کیساتھ کندہ ہین کہ ان مین بہت سی تصویرین ہو بہو اصل کے مطابق معلوم ہوتی ہین یہ مرصع کاری آسٹن ڈی بورڈ کے اعلے درجہ کی صناعی سے انجام پائی جسنے یوروپ کے بادشاہون کے ساتھ بہت دیانتداری برتی اور اپنے جعلی جواہرات کو اصلی جواہرات بناکر ایک بڑی رقم حاصل کی اسوقت شاہجہان کے سایہ عاطفت مین پناہ گزین ہے اور یہان نہایت متمول و مالدار ہو گیا ہے اس نے اپنی حیرت انگیز صنعت اور تعجب خیز حرفت سے بادشاہ کو اپنا گرویدہ کر لیا ہے اور وہ بھی اسکے کامون کو وقعت و قدر کی نگاہون سے دیکھتا ہے تخت شاہی پر ایک مختصر سا شامیانہ تنا ہوا ہے جسے سنگ مرمر کے طلاکار چار ستون تھامے ہوئے ہین یہ شامیانہ

بچارون سلون جڑاؤ کام سے نہایت خوش اسلوبی سے تہیہ ہوئے ہین۔ تخت کے سامنے سنگ مرمر کا ایک بڑا سا ٹکڑا بچھا ہوا ہے جو دربار کی زمین سے کسیقدر اونچا ہے اور پہلے زمانہ مین جڑاؤ کام سے بڑی کثرت سے مرصع تہا اس کے بعض نشانات اب بہی موجود ہین یوروپ یا آلی کا باشندہ اگرچہ ایک لاکھہ روپیہ کی لاگت مین اسکی مرمت کا ذمہ لے سکتا ہے مگر پہر بہی ویسا نہین بنا سکتا جیسا کہ وہ پہلے تہا۔ (بیان کیا جاتا ہے کہ سنہ ۱۸۵۷ء غدر کے زمانہ مین کسی فوجی افسر نے اس پتہر کی تصویرین اکہیڑ کر اسکی سینرین وغیرہ بنوائین اور ہوم گورنمنٹ کے ہاتہہ پانچسو پونڈ کی فروخت کردین اور سائوتھ کینسنگٹن بورڈ کی جڑاؤ تصویر انڈین آفس لندن مین ابتک موجود ہے۔

دیوان عام جس کی کیفیت مختصر الفاظ مین بیان کیگئی اس مین ہر قسم کے ادنے اعلے آدمی جمع ہوتے ہین جب جہان پناہ محلسرا سے برآمد ہو کر تخت پر جلوہ آرا ہوتے ہین تو گرداگرد شاہزادے صف بستہ ہوتے ہین اور کئی خواجہ سرا مورچہل سے مکہیون وغیرہ کو اڑایا کرتے ہین ان کے علاوہ چند خدام ہاتہون مکلف پنکہے لئے ہوئے ہلاتے ہین اور بعض نہایت موؤب دست بستہ ضروریات کے لئے مستعد رہتے ہین انکے پیچہے ایک چبوترہ پر جسے چاندی کے کٹہرے چارون طرف سے محیط ہیں بڑے بڑے امراء اور شاہی سفیر اور راجگان ہند کہڑے رہتے ہین جنکی آنکہین زمین پر گڑی رہتین اور ہاتہہ سینہ پر رکہے ہوئے ہوتے ہین۔ اس گروہ کے پیچہے منصبدارون کی جگہ ہوتی ہے یہ لوگ بہی نہایت تعظیم و تکریم اور مودبانہ ہیئت مین کہڑے رہتے ہین۔ دربار کے یہ تمام لوگ اس صورت سے کہڑے ہوتے ہین کہ سب پر بادشاہ کی نظر برابر پڑ سکتی ہے۔ ان سب کے بعد دربار کے بقیہ حصہ مین مختلف وضع کی رعایا ہوتی ہے کیونکہ یہ وہ مقام ہے جہان شاہ ذی جاہ بوقت دوپہر عام دربار کیا کرتے ہین اور جہان ہر شخص آنے کا مجاز ہوتا ہے۔

فرانسیسی سیاح کا بیان ہے کہ دربار کے ختم ہونے کے بعد ہاتہی اور دیگر جنگی حیوانات اعلے درجہ کے ساز و سامان سے آراستہ ہو کر باقاعدہ سامنے سے گذرتے ہین اور بعدہ فوجی افسر اپنے رسالون کو ملاحظہ کرانے کی غرض سے بادشاہ کے سامنے سے جاتے ہین انہیں دیکہکر اس امر کا زیادہ خیال ہوتا تہا کہ ان کے گہوڑے نہایت چست و چالاک اور ساز و یراق سے پُر ہین سوارون کی وردیان نہایت آراستہ ہوتی ہین اور ادنے فوجی افسر بہی بڑے زرق و برق کی وردیان زیب جسم کئے ہوتے ہین۔

دیوان خاص

حرب و آلات کے کمالات کے جواہر ادنے ادنے افسر دکہاتے تھے اور کچھہ تھوڑے عرصہ بعد یہ تفریح ختم ہو جاتی تہی جب یہ سب کچھہ ہو چکتا تھا تو جہاں پناہ عرائض پر حکم نافذ کرتے تہے جنہیں اس مجمع میں پیش کیا کرتے تہے عرضیوں کے بڑے بڑے لفافے بادشاہ کے روبرو دلائے جاتے اور نمبر وار پڑہ پڑہ کر سنائے جاتے تہے وہ اُنکے متعلق مستغیثوں اور دعویداروں کو اپنے سامنے بلاتے اور اُنہیں ملاحظہ فرماکر اُسیوقت اُنکے مقدمات فیصلہ کرتے حالانکہ ایک عدالت خانہ بہی تہا جہاں ہفتہ میں ایک مرتبہ حضور جلوہ افروز ہوتے تہے جہاں دو قاضی یا جج بارکاب ہوتے تہے علاوہ بریں ہفتہ میں ایک اور دن بہی مقرر تہا جسمیں بادشاہ دو گہنٹہ تک عام اہل مقدمات میں سے دس شخصوں کی درخواست تخلیہ میں سُنتے تہے جنکو امرا پیش کیا کرتے تہے۔ ان واقعات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مشرقی بادشاہوں کو خواہ ہم اُنہیں کتنا ہی ظالم و بیرحم تصور کریں یہ بات ہمیشہ مد نظر رہتی تہی کہ جہانتک بن پڑے ہم اپنی رعایا کا انصاف جو جو کریں اور ایسا ہی کرتے بہی تہے۔

دیوان عام سے آگے بڑہکر بائیں ہاتہہ کی جانب ایک اور دیوانخانہ ہے جسے دیوان خاص کہتے ہیں اگرچہ ڈاکٹر برنیر اس مقام کو غسلخانہ سے منسوب کرتا ہے مگر فرانسیسی سیاح دیوان خاص نام لیکر یہاں کے حالات اس طرح قلمبند کرتا ہے کہ دیوان عام سے گزر کر دیوان خاص آتا ہے یہاں بجز خاص خاص امرا کے اور کسی کو باریابی کا فخر حاصل نہیں ہوتا یہاں کا احاطہ اسقدر وسیع نہیں ہے جیساکہ دیوان عام کا ہے لیکن یہ دربار نہایت پُر تکلف خوش قطع منقش و مرصع اور بیش قیمت جواہرات سے پسا ہوا ہے یہاں سنگ مرمر کا ایک نہایت خوبصورت چبوترا ہے جو چار یا پانچ فیٹ بلند ہے جسپر بادشاہ کی نشستگاہ کا تخت بچہا ہوا ہے سامنے کی طرف کہدے ہوے سنگ مرمر کے پتھر بڑی خوبصورتی کے ساتہہ نصب ہیں سنگ مرمر کے تیس ستون جہتوں کو تہامے ہوے ہیں جنپر گول گول محرابیں بنتی چلی گئی ہیں یہ ستون چار فیٹ مربع ہیں جو حقیقت میں ہندوستان بہر میں بے نظیر اور لاثانی ہیں نیچے کی جانب پہولدار نقش و نگار سے آراستہ ہے جسمیں نہایت باریکی اور خوبصورتی کے ساتہہ بڑے بڑے گرانبہا جواہرات جڑے ہوے ہیں اور اوپر کا حصہ طلا کار لاجوردی ہے تمام چہت اور گوشوں پر سنہری کام کیا ہوا ہے جو صفائی و خوشنمائی میں بالکل لاجواب ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب شاہجہاں کا سوال اس دربار کی تعمیر

تخت طاؤس

کی نسبت نافذ ہوا تو اُسنے معماروں کو حکم دیا کہ ڈیوک کے گرجا کی طرح یہ بھی نہایت عمدہ عمدہ کاموں سے مزین ہو اور ساری تعمیر جواہرات کے جڑاؤ کام سے پُر ہو مگر جب صناعوں نے دو یا تین فیٹ بلند ستونوں پر آزمایشی کام کرنا شروع کیا تو اُنھیں معلوم ہوا کہ اِس عظیم الشان جڑاؤ کام کیلئے اِسقدر جواہرات میسر آنے بہت مشکل ہیں اور جو لاگت اسپر صرف ہوگی وہ اَن گنت اور بے شمار ہوگی لہذا بادشاہ کو اِس وضع کے ترک کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔

یہ دربار اکثر اوقات شام کو ہوتا ہے بادشاہ جب تخت پر جلوہ آرا ہوتا ہے تو اُسکے گرداگرد امراؤ رؤسا دست بستہ ایستادہ ہوتے ہیں اور غلاموں کی ایک لمبی صف اِسکے عقب میں مودبانہ کھڑی رہتی ہے بادشاہ اپنی افسران مملکت کو خاص خاص امورات میں فہمایش کرتا ہے۔ محاسب حساب پیش کرتے ہیں اور سلطنت کے ضروری مہمات یہیں طے کیے جاتے ہیں۔ تمام امرا کو یہاں شام کے وقت ہمیشہ حاضر ہونا پڑتا ہے جیساکہ دیوان عام میں اُنکی حاضری ایک ضروری اور لازمی بات ہے

اِسکے بعد فرانسیسی سیاح تخت طاؤس کی کیفیت بیان کرتے ہوے لکھتا ہے کہ اِس دربار میں ایک نہایت مکلف اور عجائب روزگار تخت بچھا ہوا ہے جو تخت طاؤس کے ساتھ مشہور ہے۔ اِس نادر اور بےمثل تخت کو تخت طاؤس کے نام سے شہرت پانے کی یہ وجہ ہے کہ یہ تخت دو موروں پر معلق ہے جو دم پھیلائے ہوے کھڑے ہیں یہ تخت سر سے پاؤں تک قیمتی لعل و زمرد اور نیلم وغیرہ جواہرات سے بسا ہوا ہے اور نازکخیال صناع نے اِسمیں اِس عمدگی اور خوبصورتی کے ساتھ جواہرات جڑے ہیں کہ دور سے بالکل اصلی مور معلوم ہوتے ہیں۔ تخت چھ فیٹ اونچا اور چار فیٹ چوڑا ہے اور خالص سونے کا ٹھوس بنا ہوا ہے۔ اوپر کی جانب سونے کا ایک شامیانہ تنا ہوا ہے جسے سونے کے بارہ ٹھوس تھامے ہوے ہیں ستونوں پر قیمتی جواہرات اِس انداز سے جڑے ہوئے ہیں کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے شامیانے کے کناروں پر گرانبہا موتیوں کی خوبصورت جھالر نہایت دل آویزی کے ساتھ لٹک کر جھوم رہی ہے۔ دونوں موروں کے وسط میں معمولی جسامت کا ایک خوشنما طوطا نصب ہے جو اپنے نازکخیال صناع کی بے نظیر صنعت کو دم بدم چمکا رہا ہے کہتے ہیں کہ یہ طوطا ایک ہی زمرد کا بنا ہوا تھا اور نام تک کو کہیں جوڑ نہیں لگایا گیا تھا تخت کے ہر دو جانب دو چھتریاں نصب ہیں جو مشرقی سلطنت کا علم دیانشان ہے۔ یہ قرمزی رنگ کی مخمل کی ساخت

کی تھیں اور زردوزی کا کام بہت ہی گھنتا ہوا ہو رہا تہا چھتریوں کی جھالر بھی موتیوں کی تھی اور اُنکے دستے آٹھہ فیٹ بلند تھے جو خالص سونے کے ڈہلے ہوئے تہے اور جنمیں بڑی خوش اسلوبی اور موزونیت کے ساتہہ جواہرات پچی کیے ہوے تہے اِس عظیم الشان جڑاؤ کام کی قیمت ایک کروڑ سے چھ کروڑ تک جانچی گئی ہے چنانچہ ٹیورنیر مشہور جوہری نے صرف اُن جواہرات کی قیمت جو اِس نادر اور مشہور تخت میں جڑے ہوئے ہیں تین کروڑ روپیہ جانچی ہے کہتے ہیں کہ آسٹن دی بوردو نے اِسکی ساخت کو اختراع کیا اور اُسی نے اسے انجام ہی دیا جسنے عام و خاص دربار میں اپنی بے مثل صناعی سے بہت سی عجیب و غریب تصویریں بنائی تہیں - مرسلیفورڈ صاحب کا بیان ہے کہ تخت طاؤس کا اب نام و نشان تک باقی نہیں رہا لیکن اسکا ایک ٹکڑا لکھنؤ کے ایک عالیشان اور مشہور امام باڑے میں میں نے دیکھا جو نہایت قیمتی اور اعجوبہ متصور کیا جاتا تہا سنہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں وہ بھی لٹ لٹا گیا یہ بے نظیر اور لاثانی تخت طاؤس جسکی قیمت دنیا کے مشہور جوہری - ٹیورنیر نے تین کروڑ روپیہ جانچی ہے اپنی ساخت میں اتنا بے نظیر نہ تہا جیساکہ لوگوں کا خیال ہے یعنے چار طے کیئے ہوے فرش پر دو مور اور ایک طوطا ایستادہ تھے لیکن سونا اور جواہرات جو اسمیں پچی کیے گئے تہے واقعی بے مثل اور لاجواب تھے وہ سنگ مرمر کا تخت جسپر یہ نادر اور عجائب روزگار تخت طاؤس بچھا ہوا تھا اب تک دربار میں موجود ہے جسکے ہر ایک کونہ پر یہ مشہور کتبہ سنہری حرفوں سے کندہ ہے ا

اگر فردوس بر روی زمین ست — ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

دیوان خاص کی چھت جہاں تخت طاؤس رکھا ہوا تھا خالص چاندی کے پترون سے منڈی ہوئی تھی مگر سنہ ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ نے دہلی پر تاخت و تاراج کر کے تخت طاؤس کو توڑ ڈالا اور چھت کے پترے مرہٹوں نے سنہ ۱۷۶۰ء میں اُکھاڑ لیے جبکہ دہلی اُنکے قبضہ میں چند مہینوں کے لیے آگئی تہی لیکن اسکے چند ہی روز بعد افغانوں نے انہیں پانی پت کے میدان میں شکست فاش دیکر بھگا دیا -

رنگ محل کے بائیں ہاتہہ کو جاکر تہوڑے سے فاصلہ پر ایک نہایت عالیشان حمام بنا ہوا ہے جسمیں جابجا طلائی نقش و نگار کے علاوہ بہت ہی نادر جڑاؤ کام کیا ہوا ہے حمام کی پشت کی جانب شاہی

مسجد ہے جو سنگ مرمر کے نہایت باریک کام کی ساخت ہے گو آگرہ کی مسجد کی نسبت چھوٹی ہی لیکن نقش و نگار اور خوبصورتی میں اُس سے بہت بڑھی چڑھی ہوئی ہے۔ دیوان خاص کے سامنے یا جنوب کی طرف بہت سی عالیشان عمارتیں ہیں (گو یہ تمام عمارتیں بعد کو منہدم کرادی گئیں

خاص محل

تاہم اُنکی بنیادوں کے نشانات اب تک موجود ہیں خاص محل اور رنگ محل اتبک برقرار ہیں اگرچہ یہ اتنے بڑے وسیع نہین ہیں مگر پھر بھی شاہجہاں بادشاہ کی شاہانہ زندگی کے حالات کو کافی طور پر بتا سکتے ہیں) دیوان خاص اور تخلیہ کے محلات کے درمیانی منقش دیوار کے عین وسط میں

میزان عدل

ایک ترازو کندہ ہے جسمیں طلائی کام کیا ہوا ہے اور مختلف رنگ بھرے ہوے ہیں دیوان خاص مین نہایت پرتکلف اور نفیس کمرے ہیں اور اُن میں اعلےٰ درجہ کی نقاشی کے علاوہ بڑی قیمتی جواہر جڑے ہوے ہیں ان ہی کمروں کے قریب ایک نہایت دلکشا اور پُرفضا مقام ہے جو مثمن برج کے ساتہ شہرت رکھتا ہے یہ کل سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور جابجا طلائی اور جڑاؤ کام ہو رہا ہے۔

ناظرین اب یہ مضمون بہت طول طویل ہوگیا اور ہمین خوف ہے کہ اگر زیادہ بڑھ گیا تو آپ اُسے دلچسپی کی نگاہ سے نہ دیکھین گے اسلیے ہم اسے یہین ختم کرکے تاریخ دہلی کی طرف رجوع کرتے ہیں مگر آپ سے التجا ہے کہ جس دعوے کے ثبوت میں میں نے اسقدر آپ کی سمع خراشی کی اور مضمون میں انتہا درجہ کی توسیع کی اُسے نظرانداز نہ کیجئے بلکہ دونون شہادتوں کو پیش نظر رکھکر خود اندازہ کرلیجئے مجھے اِس بات کا نہ صرف زبانی بلکہ دلی اعتراف ہے کہ تمول وحشمت اور بعض عجیب وغریب عمارات کے لحاظ سے دہلی شاہجہاں کے عہد میں بڑی پُررونق اور باشان وشوکت تہی اور اِن دنوں اسکا دربار بڑے جاہ و جلال کا دربار تھا لیکن ساتھ ہی میں یہ بہی کہتا ہوں کہ خاندان مغلیہ سے پیشتر جو رونق وآبادی دہلی کو نصیب تہی وہ اس سے کچھہ کم بہی نہ تہی بلکہ بعض وجوہ سے جنہین آپ نے ابن بطوطہ کے ریمارک میں پڑھا ہے یہ اُسوقت بہت ترقی پر تہی اور خلجیوں نیز خاندان تغلق کے درباروں میں جو عظمت وجبروت دکھائی تہی اُسکی نظیر کہین ڈہونڈھے نہین ملتی۔

رہا شاہجہان کے بعد کا زمانہ تاریخ دانوں پر واضح ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر کے

قدیم تاریخ

عہد ہی میں اُسمین تنزل ہونا شروع ہوا اور روز بروز زوال پہیلتا گیا باوجود مزید تحقیقات کے اب تک اِس بات کا پتہ نہین لگا کہ دہلی کا اصل بانی کون تہا اور اُسکا ابتدائی بنیادی پتہر کس شخص نے رکہا اور سچ یہ ہے کہ اسکا پتہ لگنا نہ صرف ناممکن بلکہ سخت محال ہے کیونکہ قدیم زمانے میں کسی کو اِس ملک مین یہ خیال ہی نہین ہوا کہ جو واقعات اُسنے اپنی آنکہون سے دیکہے یا کانون سے سنے اُنہیں قلمبند کرتا اِس غفلت سے یہ خرابی پیدا ہوئی کہ مسلمانوں کی حکومت سے پہلے جسے ابہی پورے نوسو برس ہی نہین ہوے قدیم دہلی مین کوئی معتبر تاریخ نہیں لکہی گئی اور ایک مورخ جو آج یہان کے حالات قلمبند کرنا چاہتا ہے اُسی تاریخ سے ذرا مدد نہین مل سکتی اور نہ ملنے کی اُمید ہوسکتی ہے پس دہلی کے قدیم حالات جہانتک معلوم ہوے ہیں تاریخ سے معلوم نہین ہوے بلکہ اُنکا ماخذ اور ہی چیزین ہیں مثلاً اگلی داستانین یا قدیم روایتین جو زبان زد خلائق ہین قدیم مذہبی یا شاعرانہ کتابین جن سے اشارۃً بعض واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ وہ حوالے جو ہند کے معاملات کی نسبت اور ملکوں کے مورخوں نے اپنی کتابوں میں دئے ہین پتہر یا دہات کے قدیم کتبے یا سکے ہیں جنکی عبارتوں سے کچہہ حالات دریافت ہوتے ہین چنانچہ ڈاکٹر رِنی صاحب لکہتے ہین "کہ قدیم زمانہ کی کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ سلف میں یہاں آریہ ہند حکمران تہے جنکے مشہور و معروف قصے نظم راماین میں درج ہیں اگرچہ قدیم زمانہ میں یہ مقام ہندو خاندان کی سکونت گاہ تہا مگر عیسوی سنہ کے آغاز سے بہت پہلے تبدیل ہوگیا تہا جبکہ شمالی ہندوستان میں بدمذہب کا بادشاہ حکومت کرتا تہا ۸۰۰ عیسوی تک دہلی کی تاریخ کا ٹہیک ٹہیک حال معلوم نہیں ہو سکتا جبکہ ہندوستان کے راجپوتوں نے اِسے پایہ تخت اور دارالخلافہ قرار دیا"

دہلی ابتدا سے متبرک مقام ہے

لیکن قدیم ہندی مورخون کی تحریر سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچگیا ہے کہ دہلی ایک نہایت متبرک مقام اور قدیم آبادی ہے ابتدائی زمانہ میں یہاں دیوتا باس کرتے یعنے سکونت پذیر تہے اور نہ صرف ہندوستان بلکہ طبقہ سرزمین مین یہی وہ پاک اور مقدس زمین ہے جہاں اندر دیوتا نے جشن خوشی کیا ہے **دلی مہاتم** جو ہندوؤں کی قدیم کتاب ہے اُسکے دیکہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح بنارس الہ آباد۔ ہردوار اہل ہند کے مقدس مقامات ہیں اُسی طرح دلی بہی ایک بڑا

تیرتھ گاہ ہے ہندوؤں کی کتابوں سے یہ بھی دریافت ہوتا ہے کہ دہلی مین بڑے بڑے کاملین اہل ہند نے عبادت کی ہے اور یہاں رہنے اور مرنے کو مکتی کا باعث خیال کیا ہے چنانچہ دہلی سے چند میل کے فاصلہ پر بسوامتر رشی کی عبادتگاہ ہے جو اب سورج کنڈ کے نام سے مشہور ہے۔ کسی زمانہ میں یہ مقام اندر دیوتا کا سکونت گاہ تھا اسی وجہ سے اسے اندر پرست کہتے تھے اصل میں اندر اکاس کے راجہ کا نام ہے جو ہندوؤں کے مذہب میں ایک بڑا ممتاز ومعزز راجہ ہے اور پرست کہتے ہین دونوں ہاتھ بھر کر دان کرنے کو ہندوؤں کا اعتقاد ہے

اندرپرست

کہ یہاں راجہ اندر نے اگلے زمانہ میں دونوں ہاتھ بھر کر موتیوں کا دان کیا تھا اُس زمانہ سے یہ مقام اندرپرست مشہور ہوگیا مگر کثرت استعمال سے پرست کا پت ہوگیا اور لوگ اندرپت اندرپت کہنے لگے چنانچہ اسوقت تک پرانے قلعہ کے متصل موضع اندرپت موجود ہے لیکن اسکی آبادی جہان پہلے تھی وہان سے ویران ہوگئی اور وہاں کے زمیندار خاص پرانے قلعہ میں آبسے

اسبات میں لوگوں کا بڑا اختلاف ہے کہ اندرپت کو دلّی کب سے کہنے لگے اِس مین

دہلی کی وجہ تسمیہ

تین مشہور روایتین ہیں ایک یہ کہ اصل میں یہ لفظ ڈہلی ہے اور ہندی زبان میں ڈہلی اُس نرم زمین کو کہتے ہیں جہاں میخ نہ گڑ سکتی ہو یا کثرت سے دلدل ہو چونکہ یہاں کی زمین بھی ایسی ہی تھی اسلیے دلی کہلائی دوسرے یہ کہ یہاں راجہ دلیپ یا دل پال نام نے اپنے نام سے ایک شہر آباد کیا تھا اُسکے وقت سے اِسکا یہ نام پڑگیا تیسرے یہ کہ دہلوا ایک زمیندار تھا اُسنے اپنے نام پر ایک گانو آباد کیا تھا جب سے اِسکو دہلی کہنے لگے اِسکے قدیم وجدید نشانات آبادی سے معلوم ہوتا ہے کہ طول میں بارہ تیرہ کوس اور عرض میں پانچ چھہ کوس سے زائد نہین ہے اور جہانتک آبادی کے نشانات نظر آتے ہیں سب جگہ پہاڑوں کا سلسلہ قائم ہے۔ چونکہ یہ مقام قدیم سے متبرک خیال کیا جاتا تھا اِس وجہ سے اگلے زمانہ میں پانڈوں نے ہستناپور سے اپنا دارالخلافہ دہلی کو تبدیل کرلیا تھا اور بہت روز اِس سرزمین پر حکمران رہے۔ اہل ہنود کے ہاں تاریخ نہونے سے اگرچہ دہلی کی ابتدائی بنا اور آبادی کا ٹھیک پتہ نہین چلتا مگر جو عمارات کہ اُنکی نشانیان ابتک موجود ہیں وہ صاف بتارہی ہیں کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے قدیم شہروں میں دہلی بھی ایک قدیم شہر ہے۔

دہلی کا پُرانا قلعہ جو ہندو راجاؤں کے عہد میں اندرپت اور شیر شاہ کے زمانہ میں شیر گڈہ ہمایوں کے عہد دولت میں دین پناہ وغیرہ مختلف ناموں سے پکارا جاتا تہا اسے راجہ **انیکپال** بازاجہ رسوکہا نے تعمیر کرایا ہے جو گڈہ دیس میں سنہ عیسوی سے تین سو تیئیس سال پیشتر حکومت کرتا تہا۔ اسکے بعد سے حملہ اسلام تک اسکے نام و مقام میں مختلف تغیر و تبدل ہوتا رہا لیکن بار بار افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قدیم ہند کی تاریخ ایسی تاریکی میں ہے کہ اُس زمانہ کے حالات و واقعات کا ذرا سراغ نہین لگتا۔ اہل ہند کو اسلام کا ممنون ہونا چاہیے کہ جب سے اُسنے اپنا عالیشان جھنڈا یہاں نصب کیا سلسلۂ واقعات کو برابر بنا تا چلا گیا اُسکی بدولت آج ہر ایک شخص کو یہ عزت حاصل ہو سکتی ہے کہ ہند کے تیرہ سو سال کے واقعات ٹھیک ٹھیک ملک و قوم کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ الغرض تواریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ پانڈوں اور کوروں کی حکومت کے بہت عرصہ بعد راجہ انیکپال تونور نے سمت سنہ ۱۱۲۳ بکرمی میں ایک قلعہ اور شہر اپنے نام پر آباد کیا لیکن جب۔ تونوروں کی سلطنت میں زوال واقع ہوا اور دہلی اور اُنکے ہاتہوں سے حکومت چہین کر چوہانوں کے پاس پہونچی تو راے پتہورا جسکا اصلی نام پرتہی راج ہے بادشاہ ہوا اسنے سنہ ہجری یا سمت میں ایک نہایت مستحکم قلعہ اور عالیشان محل بنایا جسکے بعض نشانات اتبک موضع مہرولی میں قطب صاحب کی لاٹہہ کے متصل موجود ہین اسکا محل اور عبادتخانہ تا حال تودا ہے بلکہ بعض مورخوں کی رائے ہے قطب صاحب کی لاٹہہ جو نہ صرف دہلی بلکہ ایشیا اور دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکہتی اُسکا پہلا درجہ اسی راجہ کا تعمیر کیا ہوا ہے یہ راجہ اسی درجہ پر چڑہکر بہت سویرے اشنان کرتا اور سورج دیوتا کی پرستش کے بعد بہین بہوجن کہایا کرتا تہا۔

پتہورا کا راج

اسکے بعد جب آفتاب اسلام نے دہلی کی پہاڑیوں کی چوٹی پر اپنی چمک ڈالی اور ہندوستان کے قدیم دار الخلافہ کے ستارہ اقبال نے طلوع کیا تو **شہاب الدین** غوری ہند پر حملہ آور ہوا اگرچہ سنہ ہجری میں راجہ پرتہی راج نے بمعیت دیگر راجگان ہند اسے بمقام تہانیسر شکست دی مگر دوسرے ہی سال وہ پہر ایک جرار فوج لیکر یہاں آدہمکا اب ہندوؤں کے اقبال کا ستارہ غروب ہو چکا تہا چنانچہ بمقام **تراوڑی** راجہ پرتہی راج نے کہلی شکست پائی کہانڈے راؤ عین معرکۂ جنگ میں مارا گیا اور راجہ دریاے سرستی کے کنارہ گرفتار ہوا اُسوقت

شہاب الدین غوری کا ہند پر حملہ

قطب الدین ایبک اول بادشاہ ہند

سے مسلمانون نے ہندوراج کی بنیادوں کو متزلزل کردیا اور پھر کبھی اُسے پنپنا نصیب نہین ہوا بعد کو **قطب الدین** ایبک جو شہاب الدین کا وفادار غلام تھا لاہور کو فتح کرتا ہوا دہلی مین آیا اور بطور نیابت یہاں کا فرمانروا مقرر ہوا اس تاریخ سے دہلی سلاطین اسلام کا پایہ تخت قرار دی گئی اور قطب الدین ایبک اُسکا پہلا بادشاہ ہوا سلطان قطب الدین نے رائے پتہورا کے قلعہ مین ایک عالیشان محل بنایا اور اُسے قصر سفید کے نام سے نامزد کیا لیکن آب اِس قصر کا نام نشان تک باقی نہیں رہا۔

شمس الدین التمش

سلطان قطب الدین کے انتقال کے اُسکا بیٹا **آرام شاہ** تخت نشین ہوا مگر چونکہ وہ نہایت عیش پسند آرام طلب تھا اسلیے اُسے معزول کرکے **شمس الدین التمش** جو قطب الدین کا باوفا غلام تھا تخت پر متمکن ہوا اسکے زمانہ مین فتوحات کا پیمانہ بہت وسیع ہوگیا اور سلطنت دہلی کی بنیاد کماحقہ مضبوط و مستحکم ہوگئی قطب صاحب کی لاٹھ اسینے تعمیر کرائی جسکا نام اُسنے اپنے آقاے نامدار قطب الدین ایبک کے نام پر رکھا۔

سلطان ناصر الدین محمود

سلطان شمس الدین التمش کی وفات کے بعد سلطنت مین طرح طرح کے جھگڑے اُٹھہ کھڑے ہوے اور باہمی خانہ جنگیوں کی وجہ سے کسی بادشاہ کو جم کر تخت پر بیٹھنا نصیب نہیں ہوا سنہ ۶۴۴ ہجری مین **سلطان ناصر الدین محمود** تخت نشین ہوا اور مستقل طور پر حکومت کی باگ ہاتہہ مین لی اِسکے عہد مین رعایا نہایت خرم و شاد اور ملک آباد تہا **سلطان ناصر الدین** غازی نے پرتھی راج ہی کے قلعہ مین یا اِسکے آس پاس ایک عظیم الشان محل بنایا تہا اور اُسکا نام قصر ہزار ستون رکھا تہا لیکن یہ عمارت ایسی وسیع تہی کہ اُسکے سامنے پوری نہوئی اور اُسکی عمر پوری ہوگئی غیاث الدین بلبن نے جو اُسکا وزیر خاص تہا اور اُسکی وفات کے بعد مستقل بادشاہ ہوا اپنے زمانہ حکومت میں اِس ادہوری عمارت کی تکمیل کی لیکن آج اِس عمارت کا بھی کوئی نام نشان باقی نہیں رہا۔

سلطان غیاث الدین بلبن

سلطان غیاث الدین بلبن بادشاہ ہوا تو اُسنے شہر کی درستی مین بہت کچھہ کوشش کی اور سنہ ۶۶۶ ہجری مین ایک قلعہ تعمیر کرایا جو سرزغن کے نام سے مشہور ہوا آج اِس قلعہ کا بھی نشان نہین معلوم ہوتا مگر لوگ کہتے ہیں کہ جہان حضرت نظام الدین کا مزار ہے وہاں یہ قلعہ تہا اور اُسی

آبادی کا نام غیاث پور تہا۔ سلطان غیاث الدین کے عہد حکومت میں وسط ایشیا کے مختلف شاہزادے اور فرمانروا مغلوں کے خوف سے اسکے حکومت میں آ پناہ گزین ہوے اور اُنہے اُنکے نام سے شہر مین مختلف محلے قائم کیئے۔

سلطان معزالدین کیقباد

اسکے انتقال کے بعد جب اسکا پوتا **سلطان معزالدین کیقباد** تخت و تاراج کا وارث قرار دیا گیا تو اُسنے سنہ ۶۸۶ ہجری میں ایک نہایت پرفضا اور دلکش قلعہ دریائے جمن کے کنارہ تعمیر کرا کے اُسکا کیلوکہڑی نام رکہا گو اُس قلعہ کا اب کوئی نشان موجود نہین مگر قیاساً کہا جاسکتا ہے کہ یہ اُس مقام پر آباد ہوگا جہاں اب ہمایوں کا مقبرہ واقع ہے کیونکہ اسی مقبرہ کے متصل موضع کیلوکہڑی موجود ہے جو اب بہی اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے کیقباد کا مقبرہ اسی جوار میں ہے اور وہ اپنے محل ہی میں دفن کیا گیا تہا موضع کیلوکہڑی اب بہی آباد ہے اور زمینداروں کے دس پانچ ٹوٹے پہوٹے جہونپڑے پڑے ہوے ہیں۔ طوطی ہند امیر خسرو شاعر نے اِس قلعہ کی بہت کچہ تعریف لکہی ہے اور نظم کے پیرایہ میں اُس زمانہ کا پورا سین دکہایا ہے جبکہ وہ نہایت آباد اور پُر رونق تہا چونکہ وہ ایک بڑی طول طویل نظم ہے اسلیے ہم اُسے یہاں درج کرنے سے قاصر ہیں شایقین کو قران السعدین ملاحظہ کرنا چاہیئے۔

سلطان جلال الدین خلجی

سلطان معزالدین کے قتل ہونے کے بعد اِس خاندان سے سلطنت نکل گئی اور صلح و جنگ کے جملہ امورات کا حق خلجی خاندان کے بادشاہوں کو حاصل ہوا اِس خاندان کا اول بادشاہ **سلطان جلال الدین خلجی** ہے اسنے سنہ ۶۸۹ ہجری میں ایک بہت ہی مستحکم اور خوشنما محل بنایا اور اُسکا کوشک لعل نام رکہا اِسوقت اِس محل کا بہی کوئی نشان ڈہونڈے نہین ملتا اور نہین معلوم ہوسکتا کہ کہاں تہا اور کہاں گیا البتہ لوگوں کی زبانی سنا گیا ہے کہ کوشک لعل حضرت سلطان نظام الدین کی درگاہ کے قریب تہا ممکن ہے کہ یہ درست ہو کیونکہ تاریخ سے اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ جلال الدین خلجی نے سلطان معزالدین کے ویران شہر کو آباد کرکے اُسکا نام کوشک لعل رکہا تہا نیز ایک بڑی عمارت جو لعل محل کے ساتہہ مشہور ہے اب بہی یہاں موجود ہے شاید یہ اُسی عمارت کا حصہ ہو۔ غرضکہ سلطان جلال الدین نے چند روز سلطنت کرکے تمام کاروبار کی باگ اپنے بہتیجے سلطان علاء الدین کے ہاتہوں میں دیدی اور خود عیش و عشرت میں مشغول ہوگیا لیکن اُسے اِس عیش پسندی میں مشغول

سلطان علاء الدین خلجی

تہوڑا ہی عرصہ گذرا تہا کہ **سلطان علاء الدین** نے موقع پاکر اُسے قتل کرڈالا اور ۶۹۵ھ ہجری میں خود مستقل بادشاہ بن بیٹہا۔ اسنے اپنے چچا کے شہر کو خوب رونق دی اور ساتھ ہی ایک عالیشان قلعہ اور نہایت خوبصورت محل تعمیر کرا کے اُسے کوشک کے نام سے مشہور کیا۔ اب محل کا تو کوئی نشان موجود نہین البتہ قلعہ کے کچھ کچھ نشانات قطب صاحب کو جاتے ہوئے بائین ہاتہہ کو ملتے ہیں یہ قلعہ بعد کو **سری** نام سے مشہور ہوا تہا۔ علاء الدین خلجی نے اسی قلعہ اور محل میں کولا دیوے رانی کے ساتہ عیش اُڑائے اور اسکے بیٹے **خضر خان** نے

خضر خان

دیوی رانی سے یہین رنگ رلیان مچائین انجام کار جب خلجیوں کی سلطنت میں زوال آیا اور ہر طرف ابتری پہیل گئی تو تغلق خاندان کے فرمانرواؤں نے اُنکی حکومت کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو اکسایا اور اپنی ہمت ولیاقت سے اُسکی وہی پہلی سرسبزی اُسے دیدی۔

سلطان غیاث الدین تغلق

سلطان غیاث الدین تغلق شاہ نے خوب جم کر سلطنت کی اور شہر کی درستی و آراستگی میں کوئی دقیقہ اُٹہا نہ رکہا اُسنے ۷۲۱ھ ہجری میں ایک نیا شہر آباد کیا اور اُسکا تغلق آباد نام رکہا اسی کے متصل ایک نہایت مستحکم قلعہ بنانا شروع کیا جسکی تکمیل اُسکے فرزند **سلطان محمد تغلق** کے عہد میں ہوئی یہ قلعہ اب تک موجود ہے اور اِسکی پوری کیفیت ہم تیسرے باب میں مفصل لکہیں گے سلطان محمد تغلق نے تغلق آباد ہی کے قریب ایک نہایت وسیع محل اور عالیشان محل تعمیر کیا اسمین ہزار ستون قایم کیے اور اِسی وجہ سے اِسکا ہزار ستون محل نام رکہا علاوہ ازین دیگر عمارات سنگ رخام کی تعمیر کین یہ سب عمارتین ملکر ایک بڑا شہر ہوگیا اور بادشاہ نے اِسکا نام **عادل آباد** رکہا کیونکہ اُس زمانہ کے لوگ سلطان محمد تغلق شاہ کو عادل شاہ سے پکارتے تہے خاندانِ تغلق کی

فیروز شاہ تغلق

سلطنت منتقل ہوتے ہوتے جب **فیروز شاہ تغلق** تک پہونچی تو اُسنے نہ صرف ملک و رعایا ہی کی سرسبزی و بہبودی کی طرف توجہ مبذول کی بلکہ علوم و فنون کی ایک ایسی مستحکم بنیاد ڈالی کہ تہوڑے ہی زمانہ مین اُسکی ڈالی ہوئی بنیادین آسمان سے باتین کرنے لگین علمی مجلسین بڑی رونق کے ساتھ قایم ہوئیں اور اُن میں مختلف مذاق کے علما فضلا حاضر ہونے لگے سلطان فیروز شاہ نے اپنی عہد سلطنت یعنے ۷۵۵ھ ہجری میں ایک نہایت خوش منظر اور دلفریب شہر دریائے جمن کے ساحل پر آباد کیا اور اِسی سنہ میں ایک جدید قلعہ بڑی عظمت و شان کا تعمیر کیا جب دونو عمارتین بنکر تیار

شہر فیروز آباد

ہوگئین تو جدید شہر اور نو تعمیر قلعہ میں ایک عظیم الشان جشن مرتب کیا اور اس شہر کا نام **فیروز آباد**
رکھا جس زمانہ مین یہ عمارت شروع تھی تو ارکین سلطنت نے ہندوؤں کے ایک متبرک و رفیع الشان
منارے کو وسط ہند سے لاکر شہر کے متصل نصب کر دیا تھا اُسکے گرداگرد ایک عالیشان محل تیار کیا ایک
خوبصورت و خوشنما مسجد بھی بنائی یہ مینارہ اب تک اپنی اصلی وضع پر موجود ہے جو فیروز شاہ
کی لاٹ یا کوٹلے کی لاٹ کے ساتھ مشہور ہے یہان گو شہر کی عمارتوں کے بعض بعض نشانات پائے جاتے
ہین لیکن قلعہ کا کہیں پتہ نہین لگتا اور ہزار جستجو کے بعد بھی اُسکا کوئی ٹھیک نشان دریافت نہین
ہوتا لوگ کہتے ہین کہ یہ جدید قلعہ اُس مقام پر تھا جہان اب فیروز آباد کا نوبت نما ہے پچھلے دنون
انگریزی گورنمنٹ نے کوٹلے کے توڑے جانے کا حکم دیدیا تھا چنانچہ وہ منہدم ہونا شروع بھی ہوگیا
تھا اور جہان کہین پتھر کی خواہش ہوتی تھی یہان سے ٹوٹ کر جاتا تھا جس سے خوف تھا کہ عنقریب
یہ عمارت بھی دنیا سے مٹجائے گی اور دیگر عمارات کی طرح اسے بھی کوئی جاننے والا اور اسکی
مظلومانہ حالت پر دو آنسو بہانے والا نظر نہ آئیگا مگر انتہا درجہ کے جوش مسرت سے لکھا جاتا ہے
کہ ہماری عالی گورنمنٹ نے اُس حکم کو منسوخ کر دیا اور پھر بدستور سابق اُسکے توڑنے کی ممانعت کر دیگئی
سلطان فیروز شاہ نے سنہ ۷۵۵ھ مین دریائے ستلج سے ایک نہر کاٹ کر جھجر تک لایا اور سنہ ۷۵۶ ہجری مین جمنا سے
ایک بڑی نہر کاٹ کر ہانسی و حصار کیطرف لیگیا قلعہ کے نیچے ایک نہایت وسیع حوض بنایا
اور نہر مذکور کا منبع اُسے مقرر کیا علاوہ ازین اور بہت سی عجیب و غریب عمارتین فیروز شاہ کے
اہتمام خاص سے تعمیر کی گئیں اور نہایت استحکامی کے ساتھ تعمیر کی گئین حقیقت یہ ہے کہ خاندان
تغلق مین اگر کسی فرمانروا کو تعمیر مکانات اور آراستگی شہر کا دعوے پہونچتا ہے تو وہ صرف ایک فیروز شاہ
تغلق ہے جسنے اپنی قابل قدر فیاضی سے نہ صرف موجودہ ملک و رعایا کی بہبودی کے سامان فراہم
کیے بلکہ اُنکی آیندہ نسلوں کیلئے آسایش و راحت اور دینی و دنیاوی ترقی کی ایک نہایت مستحکم بنیاد ڈالی
فیروز شاہ کے انتقال کے بعد پھر باہمی خانہ جنگیوں نے ہاتھ پانو پھیلائے اور خانگی نزاع کی وجہ
سے سلطنت کی بنیاد متزلزل ہوگئی چنانچہ سنہ ۸۰۱ ہجری میں جبکہ **محمود تغلق** تخت نشین تھا امیر تیمور
نے دہلی پر حملہ آور ہوا **محمود تغلق** گجرات کی طرف بھاگ گیا اور دہلی کو امیر کی جرار فوج کی پامالی کیلئے
چھوڑ گیا مگر جب امیر یہان سے واپس چلا گیا تو محمود تغلق پھر دہلی چلا آیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد ربگڑ گئے

خضر خان کا تسلط

عالم آخرت ہوا سید **خضر خان** والی ملتان نے جب دہلی کی یہ کیفیت دیکھی تو اُسکے مُنہ میں پانی بھر آیا اور موقع پاکر تخت دہلی پر متمکن ہوگیا مگر اِس عہد میں اندرونی نزاع کی سبب سے سلطنت دہلی کا دائرہ اسقدر تنگ ہوگیا تہا کہ چند کوس سے زیادہ اُسکی حکومت نہ تہی باہر کے صوبجات برائے نام سلطان دہلی کے مطیع تھے اور ہر ایک کے دماغ مین حکومت دہلی کی ہوس بہری ہوئی تہی خضر خان نے سنہ ۸۲۱ ہجری میں دریا کے کنارہ ایک قلعہ آباد کر کے اُسکا نام اپنے نام پر خضر آباد رکہا تہا آج اگرچہ اِس قلعہ کا بہی نشان نہیں ملتا مگر لوگون کا بیان کہ خضر کی گمٹی کے پاس یہ قلعہ تہا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاید خضر کی گمٹی اس بادشاہ کی قبر ہو خضر خان کے بعد اُسکا بڑا بیٹا **مبارک شاہ** تخت پر بیٹہا اور اُسنے اپنی یادگار مین ایک اور قلعہ تعمیر کرا کے اُسکا مبارک آباد نام رکہا یہ قلعہ صفدر جنگ کے مقبرہ کے سامنے تہا چنانچہ اب بہی اُس جگہ ایک گانو آباد ہے جو مبارک پور کوٹلہ کہلاتا ہے خاندان سادات کچہ زیادہ عرصہ تک دہلی پر حکمران نہیں رہا بلکہ اُسکے تیسرے ہی فرمانروا کے ہاتہ سے حکومت نکل کر لودہی خاندان میں چلی گئی۔

بہلول لودہی

بہلول لودہی نے جو اِس خاندان کا اول بادشاہ تہا دہلی کو از سرِ نو آرایش کا جامہ پہنایا اور اِسی کو اپنا دار الخلافہ قرار دیا مگر

سکندر لودہی

اُسکے فرزند **سکندر لودہی** نے آگرہ کو پایہ تخت قرار دیا سکندر کے وفات کے بعد اُسکا

ابراہیم لودہی

بیٹا **ابراہیم لودہی** تخت نشین ہوا یہ بڑا جابر اور سرکش بادشاہ تھا جب اِسکا ظلم حد سے بڑہ گیا

بابر بادشاہ

تو سلطان ظہیر الدین **بابر بادشاہ** نے بمعیت دولت خاں والی ملتان ہند پر چڑہائی کی اور سنہ ۹۳۲ ہجری میں ابراہیم کو پانی پت کے میدان میں شکست دیکر دہلی میں نزول اجلال فرمایا

ہمایون بادشاہ

سنہ ۹۳۸ ہجری میں **نصیر الدین محمد ہمایوں** بادشاہ نے دہلی کو فتح کیا اِسی سنہ میں اُسنے پرانا قلعہ جسکا اصل بانی راجہ اننگپال تنور تہا اور جو اسوقت بالکل منہدم ہوچکا تہا از سرِ نو تعمیر کیا اور دین پناہ کے نام سے مشہور کیا آج جسقدر عمارت اِس قلعہ میں دکہائی دیتی ہے اِسی بادشاہ کی بنائی ہوئی ہے

شیر خان الملقب بہ شیر شاہ

ہمایون کو دہلی پر حکمران ہوئے تہوڑا ہی زمانہ گذرا تہا کہ شیر خان افغان نے جو آگے چلکر شیر شاہ کے نام سے مشہور ہوا ہمایون کو یہانتک تنگ کیا کہ وہ مجبور ہو کر ایران چلا گیا ہمایوں کے ایران چلے جانے کے بعد **شیر خان** دہلی پر متمکن ہوا اور اُسنے پرانے قلعہ مین کچہ کچہ مکانات تعمیر کرائے اِسکے علاوہ ایک بڑا عالیشان مکان بطور جہاں نما کے تعمیر کرکے اُسکا شیر منڈل نام رکہا چنانچہ یہ مکان ابتک پرانے قلعہ کی مسجد کے

پاس موجود ہے اِس عمارت کے بنانے کے بعد ۹۴۳ھ ہجری میں شیر شاہ نے پُرانے قلعہ کے متصل ایک مختصر سا قلعہ بھی تعمیر کرایا اور اُسکا بھی شیر منڈل نام رکھا لیکن اب اُسکا کچھ سُراغ نہین لگتا اور ٹوٹ پھوٹ کر زمین کے برابر ہوگیا۔

سلیم شاہ — شیر شاہ کے بعد اُسکے بیٹے سلیم شاہ نے ۹۵۳ھ ہجری میں ایک نہایت مستحکم قلعہ چار لاکھ روپیہ کی لاگت سے تعمیر کرایا اور اُسکا سلیم گڈھ نام رکھا یہ قلعہ لعل قلعہ کے سامنے دریا کے کنارہ پر موجود ہے بلکہ اب تو لعل قلعہ کا ایک حصہ شمار کیا جاتا ہے مسلطے زمانہ مین بادشاہی لوگوں نے اُسکا نام بدل دیا ہے اور بجائے سلیم گڈہ کے نور گڈھ کہتے ہیں سلیم شاہ نے اِسکے علاوہ دیگر مکانات بھی رفاہ عام کیلئے تعمیر کرائے تھے جیسے کہاری باولی لاہوری دروازہ کی مسجد وغیرہ۔ مگر سلیم شاہ کے زمانہ میں امورات سلطنت بالکل درہم برہم ہوگئے اور ہمایوں بادشاہ دوبارہ ہندوستان پر متصرف ہوا اُسنے پُرانے قلعہ مین بہت سے پُر نزہت اور خوش منظر مقامات تعمیر کرائے اور شیر شاہ کے بنائے مکانات کو کتبخانہ سے آراستہ کیا

جلال الدین محمد اکبر بادشاہ — ہمایوں بادشاہ کے انتقال کے بعد **جلال الدین محمد اکبر** کلانور میں تخت نشین ہوا اور ۹۶۲ھ ہجری میں ہیموڈھوسر کو پانی پت کے میدان میں شکست دیکر سلطنت کو افغانی خرخشوں سے پاک صاف کردیا اس زمانہ میں بھی آگرہ ہی بدستور دار الخلافہ رہا لیکن جب سلطان ابن سلطان **شہاب الدین شاہجہان** تخت حکومت جلوہ آرا ہوا تو اُسنے ۱۰۴۸ھ ہجری میں جلوس کے بارھوین سال جدید دہلی کی بنیاد ڈالی۔

شاہجہان بادشاہ

ایک یورپین مصنف کا بیان شاہجہان آباد کے متعلق — ایک یوروپین مصنف دہلی کی تاریخ لکھتے ہوئے جدید شہر یعنے شاہجہان آباد کے بنیاد پڑنے کی عجیب وجہ بیان کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ جدید دہلی جسکو شاہجہان نے بسایا جمنا کے کنارہ پر آباد ہے جسے میوات کی پہاڑیوں سے ہمیشہ آب رسانی پہونچتی ہے اسکے گرد و نواح خوب سیراب ہوتے ہیں اور طوفان سے محفوظ رکھنے کے لیے بہت سی عجیب و غریب تدابیر عمل میں لائے گئے ہیں تجارتی معاملات میں گو اسے آگرہ کی برابری کا دعوے نہیں مگر اور وجوہات میں اُس سے کہیں بڑھکر ہے اِسکے ارد گرد بہت ہی قریب پہاڑیاں ہیں جہان فرحت حاصل کرنے کے عمدہ ذریعہ موجود ہیں۔ یہان کی آب و ہوا نہایت معتدل اور خوشگوار ہے ۱۸۵۸ عیسوی میں ہمایون کی

وفات کے بعد سے شاہجہان کے عہد تک شاہی توجہ اس شہر سے بالکل ہٹ گئی تھی اکبر کے عہد سلطنت اور نیز اُسکے جانشین لڑکے کے وقت مین آگرہ ہی مستقل پایۂ تخت رہا مگر ۱۶۳۸ء میں شاہجہان نے ارکین دربار کو حکم دیا کہ ایک بالکل نیا شہر ہمارے پردادا کی ریاست کے شمال میں تعمیر کیا جائے ممکن ہے کہ آگرہ سے بادشاہ کا دل یوں اچاٹ ہوگیا ہو کہ اُسکی پیاری ملکہ عین شباب مین ایک اتفاقی حادثہ سے فوت ہو کر وہین مدفون ہوئی۔ غرضکہ مرحوم ملکہ یا اُسکے ذاتی فہم و فراست نے اُسے اسپر آمادہ کیا کہ وہ ان گنت دولت خرچ کر کے اپنے نایاب مذاق سے محظوظ ہو۔

شہر شاہجہان آباد کی تعمیر

شہر شاہجہان آباد کی تعمیر ۱۰۴۸ھ ہجری میں شروع ہوئی اور ۱۰۵۸ھ ہجری دس سال کے عرصہ میں اختتام کو پہونچی جیسا کہ ابن یحیی کاشی کے اس مصرعۂ تاریخ سے واضح ہوتا ہے ع

شد شاہجہان آباد از شاہجہان آباد ۔ ۱۰۵۸

الغرض شہر کا دور سات میل کا رکھا گیا اور اُسکے اندر مختلف عمارتین امرا و وزرا کی رہایش کیلیے تعمیر ہوئیں بادشاہ نے اپنے لیے ایک نہایت مستحکم و وسیع قلعہ تعمیر کیا جب قلعہ بنکر تیار ہوا اور شہر نے کوچہ و بازار سے رونق پائی اور آبادی روز افزون ہونے لگی تو شہر کی حفاظت و مزید رونق کیلئے بادشاہ نے حکم دیا کہ اس شہر کی فصیل

شہر پناہ

بھی بنائی جائے چنانچہ شاہجہانی جلوس کے چوبیسوین سال مکرمت خاں کی کوشش سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ خرچ ہو کر مٹی اور اینٹ کی فصیل تیار ہوئی لیکن ناپختگی کی وجہ سے اسی برسات مین جابجا سے منہدم ہونے شروع ہو گئی اسلیے جلوس کے چھبیسوین سال ربیع الاول کی بائیسوین تاریخ کو دوبارہ حکم ہوا کہ اس شہر پناہ کو اوکھاڑ کر از سر نو نفیس و مستحکم چونے اور پتھر سے نئی شہر پناہ بنائی جائے چنانچہ اور ساڑھے تین لاکھ روپیہ خرچ کر کے ۱ جمادی الثانی ۱۰۶۹ھ میں یہ فصیل بنکر تیار ہوئی۔ اسکا طول چھ ہزار تین سو چونسٹھ گز دیوار کا عرض چار گز اور کنگروں کا ارتفاع نو گز کا ہے فصیل میں بارہ دروازے چار بڑی کھڑکیاں چھبین برج اکیس اڑسٹھ دمدمے رکھے گئے تھے جنمین سے بعض مختلف بربادیوں میں منہدم ہو گئے اور اب صرف ذیل کے دروازہ باقی ہیں

شہر کے دروازے

دہلی دروازہ۔ ترکمان دروازہ۔ اجمیری دروازہ لاہوری دروازہ۔ کشمیری دروازہ۔ نگمبود دروازہ۔ راجگھاٹ دروازہ یہ سب دروازے باستثنائی لاہوری دروازہ اور موری دروازہ ابتک اپنی اصلی وضع پر

قایم ہین موری دروازہ لاہوری دروازہ اور چھوٹے دروازہ کا ہر چند نشان موجود ہے
کہ فصیل برقرار ہے دروازہ مسمار کردیا گیا باقی کابلی دروازہ اور دیگر دو دروازون کا اسوقت نام
نشان بہی نہیں دروازون کی فہرست مین ایک نیا دروازہ مغلیہ خاندان کے آخر بادشاہ بہادر
شاہ کے عہد میں قائم ہوا جو کلکتہ دروازہ کے نام سے مشہور ہے اور اب تک قائم ہے کہڑکیون
میں فراشخانہ کی کہڑکی اور مسجد گہٹا کی کہڑکی اب موجود ہے باقی دو کا پتہ نہین لگتا۔ امتداد
زمانہ کی وجہ سے شہر کی فصیل جابجا سے شکستہ ہوگئی ہی مگر حکام انگریزی نے ہر مقام سے
اُسکی مرمت کی اور بہت جگہ سے درست کیا

شہر کی کہڑکیان

چار بڑی کہڑکیوں کے علاوہ جنکا ذکر اوپر ہوچکا اور بہی چند کہڑکیان تہی جو ان ناموں کے
ساتہ پکاری جاتی تہیں نواب احمد بخش خان کی کہڑکی۔ نواب غازی الدین خان کی کہڑکی
مثمن برج کی کہڑکی سلیم گڈہ کی کہڑکی۔ تصیر گنج کی کہڑکی شاہ گنج کی کہڑکی اجمیری دروازہ کی
کہڑکی سید بہولی کی کہڑکی تلند باغ کی کہڑکی امیر خان کی کہڑکی خلیل خان کی کہڑکی بہادر علی
خان کی کہڑکی نگمبود کی کہڑکی یہ سب کہڑکیاں اب بند ہوگئی ہیں اور بعض بعض کے نشان
دریافت ہوسکتے ہین۔

دہلی کا تنزل

شاہجہان کے بعد جب اورنگ زیب عالمگیر کا دور دورہ ہوا تو اُسنے شہر کو بہت کچہہ رونق دی
اور چند خاص خاص عمارتیں بڑی شان وشوکت کی ایزاد کین مگرافسوس جو شہر کہ اپنی عظمت و
شان اور خوبی وکمال میں لاجواب و بے نظیر کہا جاتا تہا اندرونی خانہ جنگیوں اور بیرونی حملون نے
اُسے چند ہی روز میں ایسا تباہ وبرباد کردیا کہ بیان سے باہر ہے سب سے پہلے شہنشاہ
عالمگیر کے قیام دکن نے جو ایک عرصہ دراز تک رہا دہلی کی رونق مین ضعف پیدا کردیا مگر
یہ ضعف کچہہ ایسا نہ تہا جس سے شہر یا حکومت میں تزلزل پڑتا بلکہ بہت جلد رفع ہوگیا اور شہر
بدستور آباد رہا عالمگیر کے انتقال کے بعد اُسکے تینون بیٹوںمین معرکہ آرائیاں ہوئین مگر بجز ایک
خفیف سی جنگ کے اور کچہہ نہیں ہوا اور دہلی صدمہ سے بچی رہی۔ جہاندار شاہ کا سارا خاندان اُسکی
بدقسمتی اور سوء تدبیری سے دشمن ہوگیا چنانچہ فرخ سیر نے جو اسکا حقیقی بہتیجا تہا اُسے قید
کرکے حکومت کی باگ اپنے ہاتہہ مین لی اور اِس تاریخ سے شہر مین زوال وابتری پہیلنی شروع

ہوئی۔ خاندان سادات اور اہل دربار کی باہمی مخالفت نے ہزاروں مظلوموں کی جانیں لیکر چھوڑا یہانتک کہ فرخ سیر بھی سیدوں کے ہاتھہ سے نہ بچ سکا اور آخر کار چند روز کے بعد خاندان سادات کے دو سرغنے سید حسن اور سید عبداللہ اپنے بہت سے ہمراہیوں کے ساتھہ قتل کیے گئے اب شہر نے بھی یکسو ہو کر رونق پکڑی اور محمد شاہ کی رنگیلی طبیعت نے تھوڑے ہی زمانہ میں اِس شہر کی کایا پلٹ دی دار الخلافہ میں چاروں طرف امن وامان پھیل گیا اور ہر شخص عیش و آرام سے زندگی بسر کرنے لگا لیکن محمد شاہ کی نازک مزاجی اور عیش پسندی نے پھر دہلی کی بنیادوں مین تزلزل ڈالدیا اور نادر شاہ افغانستان سے پنجاب پر تسلط کرکے دار الخلافہ دہلی کے قریب آپہونچا جانبین سے صف آرائی ہوئی مگر بعد کو صلح ہوگئی اور نادر شاہ محمد شاہ کے ہمراہ قلعہ میں چلا آیا۔

غمزدہ محمد شاہ بہ ہمراہی نادر شاہ دیوان خاص میں آیا اور تخت طاؤس پر بیٹھہ کر دونوں نے چا، نوشی کی دوسرے دن نادر شاہی سپاہیوں نے اپنے حکمران کے سامنے قتل عام کرنا شروع کر دیا جبکہ اُسنے روشن الدولہ کی چھت پر نظر ڈالی کامل دوپہر تک شہر میں قتل کا بازار گرم رہا اور عام رستوں گلی کوچوں میں خونی دریا بڑے زور شور سے لہرین لینے لگا تقریباً دو لاکھہ آدمی قتل ہوے اور باقی تباہ و برباد ہو گئے نادر شاہ نے تخت طاؤس کو توڑ ڈالا اور دہلی کو بے چراغ کرکے ایران چلا گیا اس حملہ مین جو غنیمت اُسکے ہاتھہ لگی اُسکا تخمینہ آٹھہ لاکھہ پونڈ بیان کیا جاتا ہے۔ ابھی دس برس بھی نہ گذرے تھے کہ نادر شاہ کے انتقال کے بعد احمد خان درانی والی کابل نے جو پہلے نادر شاہ کی افواج کا نامور افسر تھا دہلی پر حملہ آور ہو کر اُسے لوٹا اور قلعہ کی بقیہ دولت پر تصرف کیا ۱۷۵۸ء میں مرہٹوں نے زور پکڑا اور دہلی کو بالکل تاخت و تاراج کر ڈالا مگر پانی پت کی لڑائی میں منہ کی کھائی اور احمد شاہ ابدالی نے انکی بڑھتی ہوئی قوت پر ایسی ضرب لگائی کہ اُنہیں عرصہ تک سنبھلنا دشوار ہو گیا مرہٹوں نے یہانتک دست غارت گری دراز کیا کہ دیوان عام کے تمام روپہلی پترے اُکھاڑ لیے موتی مسجد میں گرانبہا موتیوں کا جو گچھا بیگمات نے لگایا تھا اُتار لیا اور جہانتک پڑا رعایا سے زر و مال وصول کیا ۱۷۸۸ء میں دہلی کے بچی کھچی مال کو غلام قادر کی توپوں نے غارت کیا اور پھر خود بد دست

نے آکر اپنا کیسہ الگ گرم کیا یہاں تخت طاؤس پر بیٹھ کر حقے کے دم اُڑائے اور اسی مقام پر شاہی خاندان کو طرح طرح کی ایذائیں پہونچائیں اور سلطنت کے چشم و چراغ مظلوم شاہ عالم ثانی کی آنکھیں نکال لیں سیندھیا نے غلام قادر کو قتل کرکے بادشاہ کو اپنی حفاظت میں لے لیا اس تاریخ سے دوبارہ دہلی پر مرہٹوں کا قبضہ ہوا اور اُنکے ظلم و سرکشی کے افسانے لوگوں کی زبانوں پر جستہ جستہ آنے لگے آخر کار لارڈ لیک صاحب نے ۱۵ ستمبر ۱۸۰۳ء میں دہلی کو فتح کیا اور شام کے وقت اُنکے سوار دیوان عام و خاص تک آگئے جہاں کہ تیموریہ خاندان کا بادشاہ ایک نہایت شکستہ اور ٹوٹے ہوئے سائبان کے تلے بیٹھا ہوا تھا لارڈ موصوف نے بادشاہ کو مرہٹوں کے نرغے سے چھڑا کر ایک لاکھ چھبیس ہزار روپیہ کی ماہوار پنشن مقرر کردی اور قلعہ پر اختیار بدستور رہا سلطنت کے داب و آداب میں کچھ فتور پڑا نہ حکم و احکام میں ذرا فرق آیا لیکن ۱۸۵۷ء کے غدر نے یہ بھی باقی نہ رکھا اور بالکل تباہ و برباد کر ڈالا افسوس صد افسوس۔

دہلی اور اُسکے تمام ساز و سامان اگرچہ کبھی کے مٹ چکے اور اب اُسمیں بجز مختصر سی آبادی کے اور کچھ باقی نہیں رہا مگر تاہم اسکی عظمت و شان لوگوں کے دلوں میں اس درجہ جاگزیں ہے کہ وہ ابتک اسکے نام کی تعظیم کرتے اور اسے وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں بلکہ سینکڑوں دل اسکے دیکھنے کی حسرت میں مرتے ہیں فن تعمیر کے شیدائی یہاں کی قدیم عمارات کی صنعت کے اشتیاق میں دور دراز کا سفر طے کرکے آتے اور اُنہیں دیکھکر عش عش کر جاتے ہیں مورخوں کا گروہ یہاں کے تاریخی مقامات کے حسرت دیدہ میں قدیم تاریخوں کو بڑی جانکاہی اور عرقریزی سے ٹٹولتا ہے اہل تصوف اور خدا آگاہ اسے بہت سے اولیائے کرام کا مسکن جانکر ہر چہار طرف سے امڈے چلے آتے اور اولیاء اللہ کی زیارت سے محظوظ ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب جنابہ ملکہ معظمہ وکٹوریہ قیصرہ ہند کے خطاب سے معزز و ممتاز ہوئیں تو حضور مرحومہ نے اسکی خوشی میں ایک عظیم الشان دربار کا حکم دیا اور جناب لارڈ لٹن نے ۱۸۷۷ء عیسوی میں اسی سرزمین دہلی میں جشن دربار منعقد کیا اور مختلف والیان و نوابان ہند کو مدعو کرکے سرفراز فرمایا اسی تفاخر کی وجہ سے شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کی جشن تاجپوشی کی تقریب میں جناب لارڈ کرزن

صاحب نے سال رواں یعنے سنہ ۱۹۰۲ عیسوی میں ایک عظیم الشان دربار کے لیے دہلی ہی کو منتخب فرمایا آج ہندوستان کے تمام طبقوں مین یہ فخر صرف دہلی ہی کو حاصل ہے اور وہ اسپر جسقدر ناز کرے بجا اور زیبا ہے دہلی کی تاریخ کے متعلق جسقدر ہمین لکھنا تہا لکھہ چکے اب ہم اُن مشہور اور قابل یادگار عمارتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہین جو شہر کے اندرونی حصہ میں لائق زیارت اور قابل دید ہین لیکن اِس سے قبل کہ اِن عمارات کا ذکر کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن بادشاہون کی ایک مختصر سی فہرست جدولون میں دکہا دیجائے جنہون نے تخت دہلی پر حکومت کی ہے جس سے اُنکے سنین جلوس اور سنین وفات بہی ناظرین کو اچہی طرح دریافت ہوسکین کیونکہ عمارات کے سلسلۂ ذکر میں بہت سی اِس قسم کی باتین بیان ہونگی جو خاصکر شاہان اسلام سے تعلق رکہتی ہین جو اُنکے اصل بانی یا محرک ہوئے ہیں یا اُنکے عہد میں وہ عمارتین تعمیر ہوئی ہیں۔

اُن شاہان اسلام کی فہرست جو تخت دہلی پر جلوہ آرا ہوے

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	کیفیت
خاندان غلامان			
قطب الدین ایبک	۶۰۲ھ	۶۰۷ھ	یہ بادشاہ بہاؤالدین شاہ والی غزنی کے فرزند رشید معز الدین سلطان شہاب الدین غوری کا غلام اور داماد تہا سلطان [illegible] نے ۵۸۹ہجری میں دہلی پر دس [illegible] اور [illegible] میں دہلی کو فتح کرکے تخت نشین ہوا اپنے نام کا خطبہ وسکہ جاری کیا اور بطور نیابت قطب الدین ایبک کو یہاں کا حکمران مقرر کیا جسنے چندماہ چار سال حکومت کی۔
آرام شاہ	۶۰۷ھ	۶۰۷ھ	چونکہ قطب الدین ایبک لاولد تہا اسلئے اُسنے آرام شاہ کو اپنا متبنے کرلیا تہا جو اپنے فرضی باپ کے بعد بادشاہ ہوا اور صرف ایک سال حکمرانی کرکے معزول ہوگیا۔

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ انتقال یا معزولی	
سلطان شمس الدین التمش	۶۰۷ھ	۶۳۳ھ	یہ سلطان قطب الدین ایبک کا داماد تہا لوگون کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے اِسے سلطنت نصیب ہوئی یہ بادشاہ نہایت متواضع اور رحمدل تہا ہمیشہ باوضو رہتا اور تہجد کی نماز کبہی قضا نہ کرتا تہا۔ تہجد کی نماز کے لیے اُٹہتا تو کبہی خدمتگارون کو وضو کرانے کے لیے نہ جگاتا ڈول رسی پلنگ کے نیچے رہتی تہی خود اُٹھکر کنوین سے پانی نکالکر وضو کرلیتا۔ سلطنت کا ایک پیسہ تک اپنے اوپر صرف نہین کیا بلکہ کلاہ دوزی یا اجرت تحریر سے زندگی بسر کی زاہد اوّل درجہ کا تہا اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا معتقد مرید تہا۔
سلطانہ رضیہ بیگم	۶۳۳ھ	۶۳۶ھ	یہ سلطان شمس الدین التمش کی لڑکی ہے اسکا مفصل واقعہ ہم ابن بطوطہ کے بیان میں لکہہ آئے ہین وہان دیکہنا چاہیئے۔
معز الدین بہرام شاہ	سنہ ۶۳۶	سنہ ۶۳۹	
علاء الدین مسعود	سنہ ۶۳۹	سنہ ۶۴۴	
نصیر الدین محمود	سنہ ۶۴۴ھ	سنہ ۶۶۴ھ	سلطان نصیر الدین محمود کا حال قدرے بسط کے ساتہ پہلے گذر چکا ہے وہان ملاحظہ ہو
غیاث الدین بلبن	سنہ ۶۶۴ھ	سنہ ۶۸۶ھ	یہ سلطان ناصر الدین محمود کا وزیر اعظم تہا اور نہایت ہوشیار اور باتدبیر وزیر تہا اپنے شہر کی درستی و آبادی مین بہت سرگرمی دکہائی اور انجام کار اپنے آقا کو قتل کرکے خود بادشاہ بنگیا۔
معز الدین کیقباد	سنہ ۶۸۶ھ	سنہ ۶۸۹ھ	موضع کیلوکہری جو دریا کے کنارہ ایک نہایت پرفضا اور دلکشا شہر تہا اسیکا آباد کیا ہوا ہے اِسکے قتل ہوتے ہی اس خاندان کی سلطنت مین تنزل شروع ہوگیا اور اسے خلجیونکا دور دورا ہوا
شمس الدین کیومرث	سنہ ۶۸۹ھ	سنہ ۶۸۹ھ	خاندان غوری کا یہ آخر بادشاہ ہے جسنے چند مہینے سلطنت کی اس خاندان میں جو آفتاب کو دو سال یوم سلطنت ہی اور اس زمانہ مین گیارہ بادشاہ ہوئے جنکے نشانات قصبہ دہلی میں اب تک موجود ہین

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	
سلطان جلال الدین خلجی	۶۸۹ سنہ	۶۹۵ سنہ	اسکا اصلی نام شائستہ خان تہا اور خالج خان کی اولاد میں سے تہا جو قوم ترک میں ایک بہادر اور مشہور جری شمار کیا جاتا تہا۔ شائستہ خان اصل میں سلطان معزالدین کیقباد کا سپہ سالار تہا موقع پاکر اپنے آقا کو قتل کر ڈالا اور خود تخت نشین ہوکر جلال الدین کے لقب سے مشہور ہوا خاندان خلجی میں کل چار بادشاہ ہوئے جنہوں نے صرف چونتیس سال سات ماہ بیس دن سلطنت کی۔
علاء الدین خلجی	سنہ ۶۹۵ھ	سنہ ۷۱۵	یہ وہی علاء الدین خلجی ہے جسکے مقابلہ میں راجپوتوں نے متواتر شکستیں کہائیں اور آخر کار اپنے ننگ و ناموس تک کو اپنے ہاتہوں سے اُسکے سپرد کردیا
شہاب الدین خلجی	۷۱۵ سنہ	۷۱۶ سنہ	یہ علاؤ الدین خلجی کا بڑا بیٹا ہے جو اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا
قطب الدین مبارک شاہ	۷۱۶ سنہ	۷۲۰ سنہ	یہ علاء الدین خلجی کا دوسرا فرزند ہے جو اپنے بہائی شہاب الدین کے بعد تخت دہلی پر متمکن ہوا۔ ۷۲۰ سنہ میں اسکے ایک ملازم حسن نامی نے جو نومسلم تہا اسے قتل کر ڈالا اور تخت نشین سلطان خسرو خان کے لقب سے مشہور ہوا۔
ناصر الدین خسرو خان	۷۲۰ سنہ	۷۲۰ سنہ	یہ شخص کل چار مہینے سلطنت کرکے فوت ہوگیا۔
سلطان غیاث الدین تغلق	۷۲۰ سنہ	۷۲۵ سنہ	چونکہ خضر خان کوئی وارث تخت و تاج نہ رکہتا تہا اسلئے غیاث الدین تغلق جو شاہی امرا کی فہرست میں ایک بڑا نامور اور مشہور امیر تہا اسکے بعد تخت نشین ہوا اس خاندان میں آٹہہ بادشاہ ہوئے جنہوں نے چہانوے سال گیارہ ماہ اور تیس دن سلطنت کی۔ خاندان تغلقیہ نے پرانی دہلی میں بہت عمارات تعمیر کیں جنمیں بعض کے نشانات ابتک موجود ہیں جو سیاحوں کو حیرت میں ڈالنے کا کافی سامان رکہتے ہیں۔
سلطان محمد عادل یا سلطان محمد تغلق	۷۲۵ سنہ	۷۵۲ سنہ	ایام ولیعہدی میں اسکا نام جونہ شاہ تہا مگر بعد کو اُسنے اپنا نام سلطان محمد تغلق اور کنیت ابو المجاہد رکہی اور چونکہ اکثر عمر انصاف پرستی میں گذاری تہی اسلئے اُس زمانہ کے لوگ اسے عادل شاہ کے لقب سے

خاندان خلجی

علاء الدین خلجی

خاندان تغلقیہ

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ انتقال یا معزولی	
سلطان فیروز شاہ	۷۵۲ھ	۷۹۰ھ	یاد کرتے تھے تغلق آباد کی تکمیل اسکے ہاتھوں ہوئی اور قصر ہزار ستون بھی اسکی یادگار ہے یہ وہی بادشاہ ہے جو فیروز آباد کا اصل بانی شمار کیا جاتا ہے کوٹلہ اور جہاں نما یعنے بدیع المنزل وغیرہ مشہور عمارتین بھی اسکی تعمیر کی ہوئی ہین جو نہرین کہ دہلی سے حصار اور حصار سے کہگر تک کے اطراف وجوانب کو سیراب کر رہی ہین وہ بہی اسکی بہائی ہوئی ہین۔
سلطان تغلق شاہ	۷۹۰ سنہ	۷۹۱ سنہ	
ابوبکر شاہ	۷۹۱ سنہ	۷۹۳ سنہ	
سلطان محمد شاہ	۷۹۳ سنہ	۷۹۶ سنہ	
علاءالدین سکندر شاہ	۷۹۶ سنہ	۸۱۶ سنہ	
سلطان محمود شاہ	۷۹۶ سنہ	۸۱۶ سنہ	یہ خاندان تغلقیہ کا آخر بادشاہ ہے اسی کے عہد حکومت میں امیر تیمور نے ہند پر حملہ کیا اور دہلی کو فتح کرکے تخت پر بیٹھا سلطان محمود شاہ گجرات بھاگ گیا اور امیر تیمور نے ملک مروان کو جو معزز شاہی امرا مین ایک بہادر اور سیدزادہ تہا یہاں کا فرمانروا مقرر کرکے ولایت کی طرف مراجعت کی جب ملک مروان چند روز حکومت کرکے فوت ہوا تو والی ملتان آندہی مینہہ کی طرح دہلی میں آدہمکا اور افسران فوج سے موافقت پیدا کرکے فرمانروائے دہلی مقرر ہوا اسنے چند روز مصلحتاً امیر تیمور کا خطبہ وسکہ جاری رکہا مگر آخر کار موقع پاکر خود مستقل بادشاہ بن بیٹھا اسکی اولاد میں تین بادشاہ ہوے جنہوں نے کل انتالیس سال سات ماہ سولہ دن حکومت کی اور پہر سب کا خاتمہ ہوگیا۔
سید خضر خان	۸۱۶ سنہ	۸۲۴ سنہ	یہ خاندان سادات کا پہلا بادشاہ ہے جسکے عہد مین سلطنت دہلی مین بہت کچہ تنزل واقع ہوا

خاندان سادات

خاندان سادات

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	
سلطان مبارک شاہ	۸۲۴ھ	۸۳۷ھ	یہ سید خضر خان کا بڑا فرزند ہے جو قلعہ مبارک آباد کا اصل بانی ہے اسکے عہد حکومت میں شہر کا انتظام بالکل خراب ہو گیا اور صوبوں نے بغاوت کے جھنڈے اونچے کیے۔
سلطان محمد شاہ	۸۳۷ھ	۸۴۷ھ	اسکے زمانہ میں لودہی خاندان کو عروج ہوا اور انہوں نے بڑی شان کے ساتھ دہلی میں قدم جمائے۔
سلطان علاؤالدین	۸۴۷ھ	۸۵۵ھ	خاندان سادات کا یہ آخری بادشاہ ہے جو ۸۵۵ھ ہجری میں حکومت سے معزول کیا گیا اس تاریخ سے سلطنت دہلی کی باگ خاندان لودہی کے ہاتھ میں گئی اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ بہلول لودہی جو سلطان محمد شاہ کا مشہور کارکن اور سرہند وغیرہ صوبجات کا حاکم تھا اپنے بادشاہ کو غافل پاکر اول پنجاب کو اپنے تحت تصرف میں لایا پھر آہستہ آہستہ قوت بڑھا کر مستقل بادشاہ بنگیا اور سارے پنجاب میں اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا۔

خاندان لودہی

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	
بہلول لودہی	۸۵۵ھ	۸۹۴ھ	یہ خانخانان کے خطاب سے ملقب تھا پہلے علاقہ سرہند کا صوبہ تھا پھر اپنے ولی نعمت سے بغاوت کرکے مستقل بادشاہ ہو گیا سلطان علاؤالدین کو معزول کرکے خود حکمران مقرر ہوا ۴۰ سال آٹھ ماہ آٹھ دن حکمرانی کی اور ۸۹۴ھ ہجری میں فوت ہو گیا۔
سلطان سکندر لودہی	۸۹۴ھ	۹۲۳ھ	یہ بہلول لودہی کا فرزند ہے بادشاہ نے اپنے حیات ہی میں اسے ولیعہدی کا منصب دیدیا تھا اور اس زمانہ میں یہ شاہزادہ نظام خان کے ساتھ مشہور تھا اسنے آگرہ کو دارالخلافہ اور پایہ تخت ٹھہرایا۔ چھبیس سال ۵ ماہ برسر حکومت رہا۔
سلطان ابراہیم لودہی	۹۲۳ھ	۹۳۲ھ	سلطان ابراہیم لودہی اس خاندان کا آخری بادشاہ ہے جو ۹۳۲ھ ہجری میں بمقابلہ سلطان ظہیرالدین محمد بابر شاہ پانی پت میں مارا گیا اسنے کل سات سال بادشاہت کی بیچ میں مدہو شاہ کہتری جو سلطان

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	
ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ	۹۳۲ھ	۹۳۷ھ	سکندر کا ملازم خاص تہا کسی وجہ سے پانچ مہینے تک بادشاہ رہا مد ہو شاہی سکہ اسی وقت کا ہے خاندان لودہی مین کل ۷۷ سال چھہ مہینے سات روز سلطنت رہی اس خاندان نے بہی بہت سی عمارتین قایم جنمین بعض کے نشانات اب بہی موجود ہیں۔ اسنے تخت نشین ہوتے ہی امراے قدیم اور رؤسا عظام کو شاہانہ الطاف سے معزز کیا اور اپنے فرزند ہمایوں کو اکبر آباد کیطرف روانہ کیا جسنے وہاں کا کافی طور پر انتظام کیا سلطان ابراہیم کی ماں اور اسکے دونوں فرزندوں دونوں بیبیون کو دہلی روانہ کیا جنپر محمد بادشاہ نے خسروانہ الطاف مبذول فرمائے اور سات لاکھہ روپیہ سالانہ کی جاگیر انھیں عطا کی لیکن صرف سات سال پانچ مہینے حکومت کرکے رہگرائے عالم آخرت ہوا
نصیرالدین محمد ہمایوں بادشاہ	۹۳۷ھ		اس بادشاہ نے دس سال حکومت کی تہی کہ فرید خاں سہسرام جاگیردار کا لڑکا جو آخر مین شیر شاہ کے لقب سے مشہور ہوا صرف اپنی شجاعت و بہادری کی بدولت ملک اڑیسہ اور بنگالہ کا حاکم ہوا اور تدریجاً قوت بڑہا کر ہمایوں بادشاہ سے مقابلہ کیا دو جنگلون میں شکست پائی مگر سنہ ۹۴۷ ہجری میں جب تیسری دفعہ معرکہ آرائی ہوئی تو ہمایوں بادشاہ پر فتحیاب ہو کر تخت دہلی پر جلوس کیا شیر شاہ کے خاندان میں چار بادشاہ ہوے جنہون نے سولہ سال ۴۲ دن سلطنت کی اس خاندان کی بہی بعض عمارتین موجود ہین جب سلطان محمد عادل خان شیر شاہ کا بہتیجا دہلی کا حکمران تہا تو ہمایوں بادشاہ نے دوبارہ ہندوستان کو فتح کیا اور سنہ ۹۶۲ ہجری مین تخت دہلی پر جلوس فرمایا۔

خاندان مغلیہ یا تیموریہ

خاندان تیموریہ جسے خاندان گورگانی اور خاندان مغلیہ یا چغتائی بہی کہتے ہین ایک بڑا عالیشان اور باجاہ و جلال خاندان ہے جسکی پرشوکت سلطنت نہ صرف ہند بلکہ دیگر ممالک مین چار سو [illegible]

سال رہے اور چھبیس فرمانروا تخت نشین ہوئے چونکہ یہ خاندان نہایت قریب العہد ہے اور اسکے بہت سے تاجداروں کے
ناموں سے اکثر لوگوں کے کان آشنا ہیں اسلیئے مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انکے سنین جلوس و وفات کا گوشوارہ
دکہانے سے اونکا پورا شجرۂ نسب جدولوں میں بیان کردوں تاکہ ناظرین اونسے بخوبی واقفیت حاصل کرسکیں
شجرہ نسب میں جہاں جہاں خطوط وحدانی دیکر ہندسے قایم کئے گئے ہیں اون سے اون تاجداروں کے نمبر معلوم ہوسکتے
ہیں جو یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئیے۔

خاندان تیموریہ یا مغلیہ شجرۂ نسب

امیر تیمور صاحبقران گورگانی ابن امیر طراغان

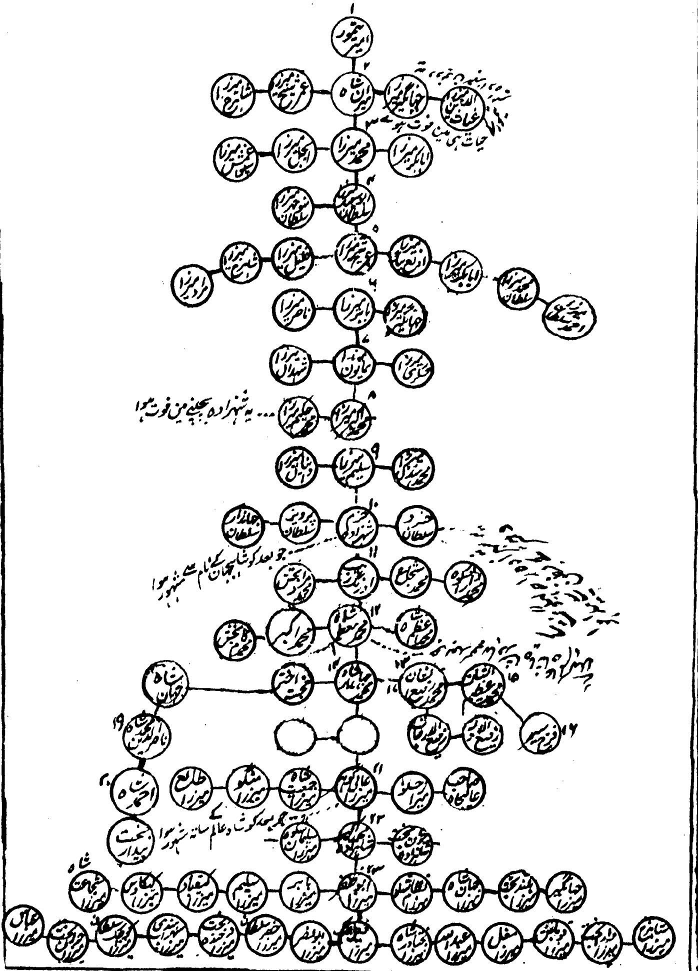

بقیہ خاندان مغلیہ کے فرمانرواؤن کے سنین جلوس و وفات

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	کیفیت
ابوالفتح جلال الدین محمد اکبر شہنشاہ ہند	سنہ	سنہ	یہ کلانور مین تخت نشین ہوا اور سنہ ۹۶۲ہجری میں ہیمو ڈہوسر کو پانی پت کے میدان مین شکست دیکر سلطنت ہند کو افغانی خرخشون سے پاک کیا۔
ابوالمظفر نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ	سنہ	سنہ	
شہاب الدین محمد شاہجہان بادشاہ	سنہ ۱۰۳۹ھ	سنہ ۱۰۶۹ھ	
اورنگزیب عالمگیر بادشاہ	سنہ ۱۰۶۸ھ	سنہ ۱۰۷۶ھ	
محمد معظم شاہ	سنہ ۱۱۱۹ھ	سنہ ۱۱۲۴ھ	اس بادشاہ کا نام محمد معظم تہا بعد کو شاہ عالم یا بہادر شاہ کہلایا۔
محمد معزالدین جہاندار شاہ بادشاہ	سنہ ۱۱۲۴ھ	سنہ ۱۱۲۵ھ	
عزیزالدین محمد عالمگیر ثانی	سنہ ۱۱۶۷ھ	سنہ ۱۱۷۲ھ	
ابوالمظفر شاہ عالم بادشاہ	سنہ ۱۱۷۳ھ	سنہ ۱۲۲۱ھ	
ابوالنصر معین الدین اکبر شاہ ثانی	سنہ ۱۲۲۱ھ	سنہ ۱۲۵۳ھ	
ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ثانی	سنہ ۱۲۵۳ھ	سنہ ۱۲۷۵ھ	

دوسرا باب جدید دہلی کی مشہور عمارات

ازبسکہ ہماری اِس تاریخ میں زیادہ حصہ اُن لوگوں کا ہے جو بیرونجات سے دہلی کے عظیم الشان
دربار میں شریک ہوکر یہان کی عمارات قدیمہ کو ملاحظہ کرنا چاہتے ہین اور سچ پوچھیے تو یہ کتاب
بھی اُنہین حضرات کے لیے لکھی گئی ہے اسلیے ہمین ضرور ہے کہ قدیم وجدید دہلی کی مشہور
اور قابل دید عمارات کے دکھلانے میں وہ رستہ اختیار کرین جس سے شائقین بغیر کسی بدرقہ اور
رہبر کے ٹہیک اُن مقامات پر پہونچ سکین میں پہلے لکھہ آیا ہون کہ جدید دہلی جسے شاہجہان
آباد کہتے ہین تقریبًا چھہ میل کے دَوْر میں واقع ہے سابق مین شہرپناہ کے بارہ دروازہ تھے لیکن
اب دس بڑے دروازہ ہیں جنکے نام میں پیشتر بتاچکا ہوں اُن ہی دروازون سے داخل ہوکر لوگ باوٹا
شہرمین آسکتے ہین جب آپ چھاؤنی کی سیدہی اور لمبی سڑک سے چلکر باوٹے کی ڈہلوان سڑک
پر آئینگے تو اِس سے تہوڑی دور آگے آپ کو بڑے صاحب بہادر کی کوٹہی ملیگی وہان سے بہت قدسیہ بیگم کا باغ
تہوڑے فاصلہ پر بائین جانب ایک قدیم باغ دکہائی دیگا یہ نواب قدسیہ بیگم کا باغ ہے اور
قدیم باغ ہے اسمین سنگ سُرخ کی ایک نہایت خوشنما اور وسیع مسجد ہے جو اب بالکل ویران اور
غیر آباد پڑی ہے باغ کے اندر ایک بہت بڑی بارہ دری ہے جسکے شہ نشین نہایت خوشنما اور
دلچسپ ہین بارہ دری کے عقب مین ایک پائین باغ ہے جو کسی زمانہ مین بہت آراستہ ہوگا ہرچند
اِس باغ کی آراستگی کی جانب کسی کو زیادہ توجہ نہین ہے لیکن تاہم ایسا سبز اور تازہ وشاداب
ہے کہ بیان سے باہر ہے۔
کشمیری دروازہ
اِس باغ سے آگے بڑہیئے گا تو شہر کا کشمیری دروازہ دور سے نظر پڑے گا اِس دروازہ سے
شہرمین داخل ہوجیئے یہان سے دہلی پنجاب ریلوی کی طرف سڑک ہملٹن سے ہوکر سیدہا
رستہ جاتا ہے سڑک سے داہنی طرف کو جو کہ دہلی کی بڑی سڑک کہلاتی ہے اُسپر سے گذر کر لوگ
کچہری اور گرجا گہر جاتے ہیں کشمیری دروازہ کے قریب ہی ایک نہایت دلکش مسجد واقع ہے مسجد فخر المساجد
جسے فخر المساجد کہتے ہیں۔ نواب شجاعت خان کی چہیتی بیگم فاطمہ فخر النسا اسکی اصل بانی ہے
جسنے سنہ ۱۲۱۱ ہجری میں اپنے نامور خاوند کے انتقال کے بعد اُسکی یادگار میں یہ مسجد تعمیر کی اگرچہ

مسجد زیادہ بڑی نہیں ہے لیکن خوشنمائی میں بےنظیر ہے خاصکر اسکے برج ایسے خوبصورت ہیں کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں یہ مسجد سر بازار کرسی دیکر بنائی گئی ہے اور کرسی میں بہت سی دکانیں نکالی گئی ہیں مسجد کی تمام رو کار سنگ مرمر کی ہے اور جا بجا سنگ سرخ کی دھاریاں بڑی موزونیت کے ساتھ پڑی ہوئی ہیں برج نرے سنگ مرمر کے ہیں اور اُن میں سنگ موسے کی تحریر ہے جو بہت ہی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ کلس بالکل طلائی ہیں اندر کا فرش سنگ مرمر کا ہے اور صحن میں سرخ پتھر کے صاف چوکے بچھے ہوئے ہیں جنوبی ضلع میں ایک سنگین دالان بنا ہوا ہے اور اُسکے بالمقابل شمالی ضلع میں ویسا ہی ایک اور دالان ہے شمالی جانب میں ایک نہایت خوش قطع اور پاکیزہ حوض تھا مگر اب وہ بالکل خراب ہو گیا۔ مسجد کے دروازہ پر ایک سنگ مرمر کے چوکٹے میں یہ لفظ ”فخر المساجد“ ذرا جلی حروفوں میں کندہ ہے اور پیشانی پر یہ اشعار کھدے ہوئے ہیں۔ ؎

خان دین پرور شجاعت خان بجنت یافت جا ۔۔۔ با رضائے حق تعالیٰ از طفیل مرتضےٰ
صدر خاتوناں کنیز فاطمہ فخر جہاں ۔۔۔ یادگارش ساخت ایں مسجد بفضل مصطفےٰ

گرجا

مسجد کی سڑک چھوڑ کر سامنے کی سڑک پر آجایئے یہاں آپ کو ایک نہایت خوشنما گرجا ملیگا اِس گرجا کی عمارت قابل دید ہے اسکا کلس جو بشکل صلیب بنایا گیا ہے سنہری ہونے کے علاوہ نہایت خوبصورت ہے گنبد اور اندر کے کئی کمرے بڑے شاندار بنائے گئے ہیں کمروں کے اندر سنگ مرمر کا نفیس فرش ہے اسکے بانی کرنیل جمس سکنر صاحب بہادر ہیں جنہوں نے اپنی عالی ہمتی اور حوصلہ مندی سے اپنا ذاتی روپیہ صرف کر کے تعمیر کرایا اسکی تعمیر سنہ ۱۸۲۶ عیسوی میں شروع ہوئی اور دس برس کے عرصہ میں علاوہ اُس قیمتی سنگ مرمر کے جو کرنیل صاحب کے پاس موجود تھا نوے ہزار روپیہ کی لاگت سے تکمیل کو پہونچی گرجا کے صحن میں مغربی جانب ولیم فریزر صاحب بہادر کی قبر ہے جو شاہی زمانہ میں شہر کے کمشنر تھے اور جنہیں بعض جاہل کوتاہ بینوں نے قرابین سے ہلاک کر دیا تھا یہ قبر بھی نہایت قیمتی سنگ مرمر کی منبت کاری ہوئی ہے جسے آہنی کٹہرہ چاروں طرف سے محیط ہے۔ اسی گرجا کے عقب

عدالتہاۓ دیوانی و فوجداری

میں فوجداری و دیوانی کی عدالتیں ہیں یہ زمین جہاں اب عدالتیں قائم ہیں نواب عبدالاحد خان

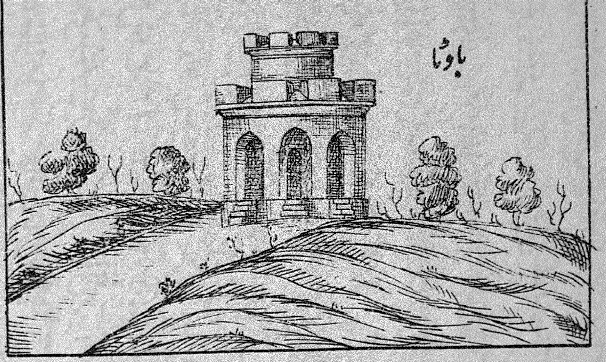

باوٹا

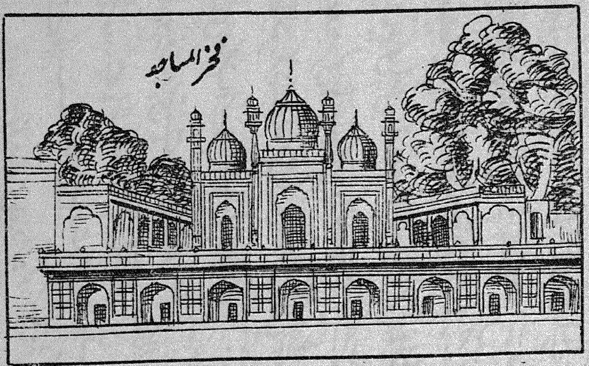

فخر المساجد

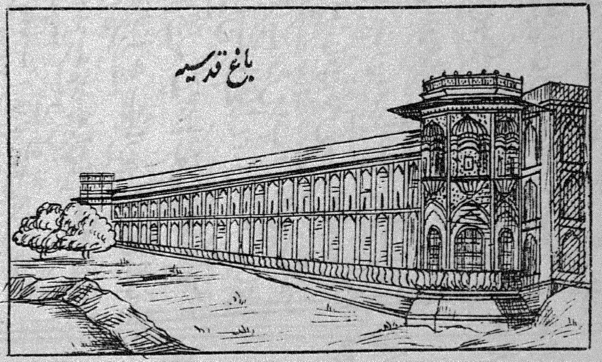

باغ قدسیہ

گرجا گھر متصل کچہری

حویلی عبدالاحد خان

کی عظیم الشان حویلی کے بعض مکانات ہین جو کسی زمانہ مین نہر حوض اور باغ سے بڑے آراستہ وپیراستہ تہے اسی نواح مین اسی حویلی کے قریب

منصور علیخان کی حویلی

منصور علیخان کی شاندار حویلی ہے جو اُن دنون نہروں اور فواروں سے آراستہ تہی۔حویلی کے قریب ایک نہایت نفیس حمام بنا ہوا تہا اگرچہ حویلی کا اب پتہ نہیں مگر حمام کے نشانات موجود ہین۔ان حویلیون سے ذرا آگے بڑہکر

دہلی کا گورنمنٹ کالج

دہلی کا گورنمنٹ کالج ہے یہ نہایت شاندار اور بلند عمارت ہے اور ستون دار برآمدے بنے ہوئے ہین کالج کے آگے ایک بڑا وسیع میدان پڑتا ہے جسمین ایک بڑا شفاف حوض اور نہایت سرد کنوان تہا قریب قریب بہت سے گنجان میوہ دار درخت تہے مگر اب حوض خراب اور کنوان پٹ گیا ہے درخت بہی کہین کہین نظر آتے ہین باقی صاف میدان پڑا ہے۔

میگزین

اسکے آگے سرکاری میگزین ہے جسمین سب طرح کے آلات حرب اور اسباب جنگ ہر وقت موجود رہتے تہے مگر اب بطور ڈاک بنگلہ تار گہر اور ڈاکخانہ کے استعمال مین لایا جاتا ہے جسکا تہوڑا سا حصہ لفٹننٹ ویلوگوبی صاحب بہادر نے ۱۸۵۷ء مین باغیوں کے حملہ سے بچنے کیلئے گرا دیا تہا۔اسکے آگے ایک نہایت مستحکم اور مضبوط ریلوی پل ہے جہاں سے گذر کر لوگ ملکہ کے سڑک کو جاتے ہین۔اسی سڑک کی بائین جانب

سرکاری سرائے

سرکاری موری سرائے ہے جسے مینوسپل کمیٹی نے ایک لاکہہ پانچسو ستر روپیہ کی لاگت سے بنایا ہے یہ نہایت وسیع اور مستحکم سرا ہے جسمین پہلے بڑے بڑے تاجر اور دور دراز کے مسافر قیام پذیر ہوتے تہے مگر اب ایسٹ انڈیا ریلوی کمپنی نے ایک لاکہہ روپیہ کو خرید لیا ہے اس سے ذرا آگے بڑہ کر ملکہ کے باغ

کاٹ کا پل

کے دوسری جانب کا دروازہ ہے اور اسکے سامنے ہی داہنی طرف کو کاٹ کا پل ہے جسپر سے عبور کرکے لوگ دہلی کی گورنمنٹ کالج اور کچہری کو جاتے ہین پل سے تہوڑی دور کے فاصلہ

اسٹیشن

پر اسی جانب ایسٹ انڈیا ریلوی کا بڑا اسٹیشن ہے جہاں ہر وقت مسافرون کی کثرت سے آمد و رفت رہتی ہے ریلوی اسٹیشن سے ایک خاص رستہ موری دروازہ سے ملحق ہے وہان

گرجا

پر سیدہے ہاتہ کو سینٹ میری صاحب کا رومن کیتہولک گرجا ہے جہان تمام مسیحی جمع ہوکر اپنے مذہب کے مطابق عبادت مین مصروف ہوتے ہین ایک زاویہ کی صورت میں بائین جانب میں جہان سے کہ موری دروازہ اور اسٹیشن کو سیدہا رستہ جاتا ہے ملکہ کے باغ کے تیسری

جانب کا دروازہ ہے۔ اور اسکے مقابل میں احمد بائی کی مشہور سرا ہے اسی سڑک پر تھوڑی دور چلکر آوٴگے تو مسجد فتحپوری کے اونچے اونچے مینار نظر پڑینگے۔

کھاری باولی

سڑک کی داہنی جانب جو رستہ جاتا ہے وہ کھاری باولی کا بازار کہلاتا ہے جہان اب غلہ کی منڈی لگتی ہے یہان ہر قسم کا غلہ بہتر سے بہتر اور سستے سے سستا دستیاب ہو سکتا ہے وہ باولی جسکے نام سے یہ بازار مشہور ہے، اگرچہ اب آراستہ نہین رہی بلکہ دو کانون مین دبکر خراب ہوگئی ہے مگر اسکا پتہ نشان معلوم ہوتا ہے یہ باولی بہت قدیم ہے بلکہ شاہجہان آباد کی آبادی سے بہت پہلے کی معلوم ہوتی ہے کیونکہ تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۹۵۲ھ ہجری عہد شیر شاہ مین اسکی بنیاد پڑی اور اسلام شاہ کے عہد مین تکمیل کو پہونچی باولی کے دروازہ پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بالائی لائن پر یہ کتبہ کہدا ہوا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم یا اللہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور دیوار ثانی پر

در عہد و زمان شاہ سلطان السلاطین ابو المظفر اسلام شاہ بن شیر شاہ سلطان خلد اللہ ملکہ و سلطانہ بنا کردہ این چاہ بتوفیق اللہ و بروح رسول اللہ ملک عماد الملک عرف خواجہ عبد اللہ لاہور قریشی بدار الملک حضرت دہلی فی سنۃ اثنی و خمسین و تسع مائۃ۔

حافظ خان کا پھاٹک

کھاری باولی کے بازار کے وسط مین ایک بڑا محراب دار دروازہ ہے جو حافظ خان کا پھاٹک کہلاتا ہے اسکے اندر اکثر اہل تجارت اور سوداگر لوگ رہتے ہین اور اس کثرت سے رہتے ہین کہ اگر سوداگرون کا مسکن کہا جائے تو مبالغہ اور نازیبا نہوگا اسی پھاٹک مین خاتم المحدثین تاج المفسرین یادگار سلف شیخ الکل حضرت شمس العلما مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب کی مسجد و مدرسہ ہے جو اپنی خداداد شہرت مین محتاج بیان نہین مولانا موصوف اسی سنہ مین انتقال کر گئے اور اب انکے جانشین درس و تدریس مین مصروف ہین۔ اس پھاٹک کے انتہا پر ایک اور نہایت شاندار مگر شکستہ دروازہ ہے جہان سے شیر افگن خان کی بارہ دری کو رستہ جاتا ہے اسمین بھی اب اہل تجارت اور بعض غریب تیلی سکونت رکھتے ہین یہین سے سعادت خان کی نہر کو عبور کرکے ایک سڑک بائین جانب کو موری دروازہ کو جاتی ہے اور ریلوے کی جدید پل کو طے کرکے کشمیری دروازہ کو جانا ہوتا ہے۔

تاشوں کی گلی

حافظ خان کے پھاٹک کے مقابلہ مین تاشون کی گلی ہے جہان آچار مربہ والون کی بہت

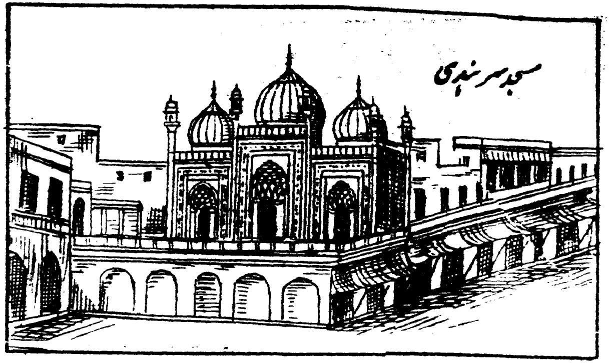
مسجد سرہندی

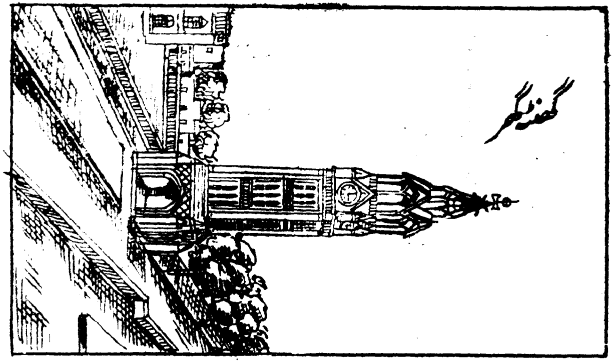
گھنٹہ گھر

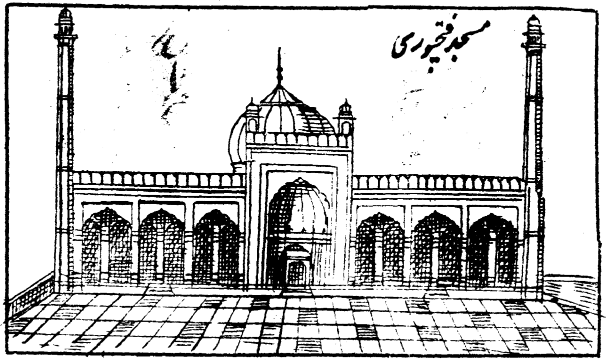
مسجد فتحپوری

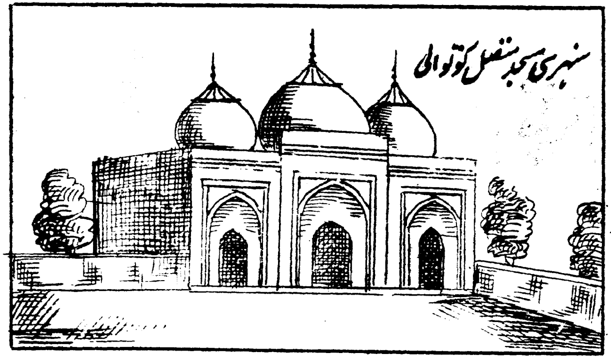
سنہری مسجد متصل کوتوالی

چودہ گز ہے چاندنی چوک کی نہر یہین ہین سے ہوکر پانی جاتا ہے صحن کے گرد اُنہتر حجرے طالب العلمون کی سکونت کیلئے بنے ہوئے ہیں خاص مسجد کا صحن کا مل سو گز مربع ہے غرضکہ نہایت پُر فضا اور نزہت بخش مسجد ہے۔

چاندنی چوک کا بازار

مسجد فتحپوری سے آگے بڑہکر مشہور چاندنی چوک کا بازار آتا ہے یہان ہر وقت نہایت عمدہ نظارہ معلوم ہوتا ہے شہر کے امرا عمدہ عمدہ لباس پہنکر گھوڑون اور بگھیوں پر بڑی شان و شوکت سے سیر کرنے نکلتے ہین یہ بازار اسقدر وسیع و عریض ہے کہ شہر مین کوئی بازار ایسا نہین ہے بیچ میں پٹی ہوئی نہر ہے جسپر سے آدمی چلتے ہین اسکی دونون طرف نہایت فراخ سڑکین ہیں جہان ہر وقت آنے جانے والون کا ہجوم رہتا ہے اس بازار کے پہلے حصہ میں داہین جانب سوداگروں کی دوکانین اور باہین جانب مختلف قسم کی اہل تجارت ہیں داہین جانب کی دوکانوں کی لین مین سے ہوکر بلیمارون کا مشہور بازار گیا ہے اور اس سے آگے جفت فروشوں کی دکانین نظر آتی ہین وسط بازار مین باہین طرف ملکہ کا باغ ہے۔

ملکہ کا باغ

باغ کے اول حصہ میں ایک نہایت عالیشان عمارت ہے جسمین لائبریری عجائب خانہ میونسپل کمیٹی کا بڑا دفتر دربار ہال یعنے ٹون ہال اور مجلس کے لیے عمدہ عمدہ کمرے بنے ہوئے ہین یہ عمارت میونسپل کمیٹی کی لاگت سے بنائی گئی ہے جسپر ایک لاکھ چھتیس ہزار چارسو ستاون روپیہ خرچ ہوئے ہیں اسی مقام پر جنابہ ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کا یادگاری بُت بہی قائم کیا گیا ہے۔ اس عمارت سے آگے چلکر ملکہ کا باغ ہے جہان شہر کے لوگ بڑی کثرت کے ساتہ چارون طرف سیر کرتے ہین باغ نہایت سرسبز و شاداب ہے اور قسم قسم کی پہولون کی خوشبو سے ہر وقت مہکا رہتا ہے اسکی روشین نہایت نفیس و لطیف ہین اور آمدورفت کا رستہ انگریزی طریقہ سے بنایا گیا ہے۔ باغ میں بینڈ باجے کے لیے بہی ایک جگہ مقرر کی گئی ہے جہاں اکثر موقعون پر فوجی لوگ باجا بجاتے ہیں علی مردانخان کی نہر کی ایک شاخ بہی باغ مین سے ہوکر گذرتی ہے اور اُس سے بہت سی شاخین کاٹ کر جا بجا لائی گئین ہیں۔

گھنٹہ گھر

باغ کے دروازہ کے متصل چاندنی چوک کے عین وسط مین ایک بڑا خوبصورت اور بہت عمدہ گھنٹہ

سی دکانین ہیں اُنکے ہان ہر قسم کا نہایت نفیس اور عمدہ آچار و مربہ ہروقت تیار رہتا ہے
اسی گلی میں بائین جانب ایک محلہ ہے جو نواب وزیر کی گلی کے ساتھہ مشہور ہے یہان
بہی تین برج کی ایک نہایت قدیم مسجد ہے جو تعمیر کی پرانی ساخت کو یاد دلاتی ہے مسجد
سے چند قدم آگے بڑہکر ایل ایل ڈی شمس العلما جناب مولوی حافظ ڈپٹی نذیر احمد صاحب
کا مکان ہے جو دہلی کے ایک معزز رکن اور مشہور لکچرار ہین کہاری باولی کے انتہائی بازار
پر لاہوری دروازہ ہے اور اُسکے عقب مین ایک نہایت مستحکم اور شاندار مسجد بنی ہوئی ہے جسے سرہندی بیگم نے زر کثیر صرف کرکے تعمیر کرایا اور اپنے نام پر اُسکا نام بہی مسجد سرہندی
رکہا مسجد نہایت مرتفع اور دلکش ہے سنگ سرخ کے تین گنبد نہایت عالیشان اور خوبصورت
بنے ہوئے ہین صحن وسیع اور خوشنما ہے پہلے زمانہ مین لاہوری دروازہ کے باہر مردہ اکرام کی
سرا آباد تہی جہاں کثرت سے مسافروں کی آمد و شد رہتی تہی اُسوقت پانچون وقت کی جماعتین
یہاں بڑی دہوم دہام سے ہوتی تہین مگر جب سے وہ سرا احکام انگریزی کے حکم سے منہدم
ہوگئی مسجد کی پہلی رونق جاتی رہی اب مغرب کے وقت کچہہ لوگ جمع ہوجاتے اور بڑی جماعت
کے ساتہہ نماز پڑہتے ہین سرا کے دروازہ پر جو تاریخی مصرع کندہ تہا اُس سے معلوم ہوتا ہے
کہ سرائے مذکور سنہ ۱۲۲۸ ہجری میں تعمیر ہوئی تہی چونکہ مصرعہ تاریخ نہایت لطیف ہے اسلیئے
اُسکا لکہنا مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے ؂ "شب کرمے کن بسرائے اکرام" ۱۲۲۸ھ

جہان سے کہاری باولی کا بازار شروع ہوتا ہے اُسکے متصل مسجد فتحپوری ہے جو نہایت
نفیس اور وسیع ہے اسکی اصل بانی نواب فتحپوری بیگم شاہجہاں بادشاہ کی چہیتی بی بی ہے
یہ مسجد طولاً ہینتالیس گز اور عرضاً بائیس گز ہے سر سے پاؤں تک سنگ سرخ سے بنی ہوئی
ہے گنبد کے دونون طرف تین تین در کے دو ایوان قایم ہین اور کرسی نبر اجارہ میں تمام
منبت کاری کی ہوئی ہے فرش سنگ مرمر کا ہے اور دونو کونون پر پینتیس گز کے لمبے اونچے
برجی دار مینار نہایت خوشنما اور دلکش ایستادہ ہیں مگر اب برجیان ٹوٹ گئی ہیں اور مینار صحیح
سالم بدستور باقی ہین مسجد کے آگے سنگ سرخ کا ایک چبوترہ ہے جسکا طول ہینتالیس گز اور
عرض پینتیس گز کا ہے چبوترہ سے نیچے ایک نہایت خوشنما حوض ہے جو طولاً سولہ گز اور عرضاً

لاہوری دروازہ

مسجد سرہندی

مسجد فتحپوری

گھر کھڑا ہوا ہے جسکے چار رخ ہین اور چارون طرف سے گھنٹے بجتے ہین یہ گھنٹہ بہی شہر کی میونسپل کمیٹی کی پچیس ہزار پانچسو روپیہ کی لاگت سے تیار ہوا ہے اور ایکسو اٹھائیس فیٹ زمین سے اونچا ہے اہل شہر اس گھنٹہ کی تعمیر سے میونسپل کمیٹی کے نہایت شکرگذار ہین گھنٹہ گھر کے پیچ زاویہ مثلثہ کی صورت میں دونو طرف بزازون کی بے شمار دوکانین ہین جہان ہر قسم کا دیسی وولائتی عمدہ سے عمدہ کپڑا بکتا ہے اِن دکانوں مین سے ہوکر ایک بڑا اور مشہور بازار نئی سڑک کو گیا ہے جسکی انتہا پر سڑک کی دو شاخین ہوگئی ہین داہین جانب کی سڑک قاضی کے حوض کو گئی ہے اور بائین طرف کی سڑک دہلی کی مشہور ونامور جامع مسجد کو جاتی ہے یہین سے جامع مسجد کا عقب معلوم ہوتا ہے۔ گھنٹہ گھر سے آگے چاندنی چوک کے بازار کے دوسرے حصہ مین بائین جانب کو بڑے بڑے انگریزی سوداگرون اور مشہور جوہریون کی دوکانین دور تک چلی گئی ہین اور داہین طرف بڑے بڑے ہندوستانی تاجرون کی دوکانون کا سلسلہ ہے جہان دہلی کی ساخت کی ہر چیز دستیاب ہوسکتی ہے بازار کا یہ حصہ بہی بہت آباد ہے اور تیسرے پہر کو یہان عالم طلسم نظر آتا ہے۔ دہلی مین چاندنی چوک کا بازار ایسا عمدہ تیار ہوا ہے جسے ہر وقت دیکھنے کو دل چاہتا ہے اور یہاں کی سیر وتفریح سے کبھی سیر نہین ہوتا یہ نہایت بڑی عمارت ہے جو ہندوستان کے حصہ میں انگریزی طرز پر بنائی گئی ہے اور اِسمین ذرا شک نہین کہ شہر کو جسقدر زینت ورونق اِس بازار سے ہے اُتنی کسی اور بازار سے نہین ہے چوک کے جانب شمال میں بڑے دلکشا اور دلچسپ مکانات بنے ہوے ہین اور یہین ایک مشہور بیگم

بیگم کا باغ

کا باغ بہی تہا جو طول مین۔ نوسو ستر گز اور عرض میں دوسو چالیس گز کا تہا باغ کے اندر دلچسپ ہین عجیب عجیب بارہ دریان اور پرفضا مکانات تعمیر کیے ہوے تہے جابجا صاف اور نتہرے ہوے پانی کی نہر جاری تہی اور ہر مقام پر خوشنما حوض اور حوض میں خوبصورت فوارے لگے ہوے تہے یہ باغ اور عمارت شاہجہان بادشاہ کی عزیز بیٹی جہان آرا بیگم کے حکم سے بنا تہا جسکے اب دیکھنے سے شکستہ عمارت کا نقشہ آنکھون تلے پہر جاتا ہے ؎

از نقش ونگار در و دیوار شکستہ ✤ آثار پدید ست صنا دید عجم را ✤ باغ کی وہ صورت جو پہلے تہی اگرچہ اب بالکل مفقود ہے جابجا لوگوں نے مکانات بنا لیے ہین اور ایک خاصی اچھی

لبگئی ہے لیکن تاہم باغ کا نمونہ موجود ہے نہر جاری ہے اور ایک وسیع قطع سرسبز و شاداب ہے جو اگلے زمانہ کی کیفیت و رونق کو یاد دلا رہا ہے ابتدا میں یہ باغ صاحبہ آباد کے نام سے یاد کیا جاتا تہا مگر اب قدسیہ بیگم کے باغ سے مشہور ہو گیا باغ کی عمارتون کے جواب مین چوک کے جنوب کی جانب بہی ایک بڑی دلکشا اور نزہت بخش عمارت بنی ہوئی تہی جسکا کچھہ نمونہ اب بہی موجود ہے۔

سنہری مسجد

اس سے ذرا آگے بڑہکر دائین ہاتہہ کو سنہری مسجد ہے جو بالکل سر بازار واقع ہے اور قطع نظر اسکے اپنی دلچسپی اور خوش منظری مین نظیر نہیں رکہتی گو یہ عمارت چونے اور اینٹ سے بنی ہوئی ہے لیکن ایسی خوشنما اور خوش قطع ہے کہ بیان سے باہر ہے مسجد کے تین خوبصورت گنبد ہین جنپر سنہری چادرین مڑی ہوئی ہیں تمام برجیان اور کلس سونے کے ہین اسی وجہ سے سنہری مسجد کہلاتی ہے پہلے اس مسجد کے برج ٹوٹ کر گر پڑے تہے اور یہ عجیب اتفاقی بات ہے کہ جس طرح اس مسجد کے برج ٹوٹ کر گر پڑے اسی طرح فیض بازار کی مسجد کے برج بہی جو بالکل سنہری اور طلائی تہے گر پڑے تہے چونکہ ان دونون مسجدون کا بانی ایک ہی شخص تہا اسلیے لوگون نے دونون مسجدون کے برج ملا اس مسجد کے برج از سر نو بنا دیے اور نہایت تکلف اور خوبصورتی سے بنائے۔ اس مسجد کی تعمیر نواب روشن الدولہ ظفر خان نے سنہ ۱۱۳۴ ہجری عہد محمد شاہ بادشاہ مین کی جیسا کہ اُن اشعارون سے معلوم ہوتا ہے جو اسکی پیشانی پر بطور کتبہ کندہ ہین اور وہ یہ ہین سہ بعہد بادشاہ ہفت کشور ❊ سلیمان فر محمد شاہ داور شہ بہ نذر شاہ بہیکہ آن قطب آفاق ❊ شد این مسجد بہ زینت در جہان طاق ❊ خدا بانی ست لیک از روے احسان ❊ بنام روشن الدولہ ظفر خان ❊ بتاریخش ز ہجرت تا شمارند ہزار و یکصد و سی و چہار است ❊

۱۱۳۴ ہجری

کوتوالی

اسی مسجد کے پیچھے کوتوالی چبوترہ ہے جہان مجرم لوگ گرفتار ہو کر آتے ہین شہر کی تمام پولس لائینوں کا بہی صدر مقام ہے اور مجرمون کا چالان یہین سے ہوتا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ یہ مقام ہمیشہ آفت خیز رہا ہے ایک زمانہ مین یہان دریا بہتا تہا اور یہ مقام بڑے زور شور سے بہنور پڑتا تہا ہزارون کشتیان غرق ہوتی تہین اور لکہو کہا جانین ضایع

۱۰۲۳۶

ہوتی تھین اِسکے بعد ایک اور زمانہ آیا کہ یہ مقام بالکل جنگل بیابان ہوگیا اور ایک خونخوار شیر گجنے لگا کہ جو ذی روح اور جاندار اِدہر کو آنکلتا موت کا فرشتہ اُسے شیر کے منہ مین جھونک دیتا آخر مین سنہ ۳۲ء عیسوی مین دہلی کے ہزارون باشندون کا اِسی مقام پر خون بہا جبکہ نادر شاہ افغانی نے قتل عام کا حکم دیا۔ اِسی مقام پر ہڈسن صاحب نے شاہزادوں کی نعشین دبا ہین جنکو اُسنے سنہ ۵۷ء مین قتل کیا تہا ایک زمانہ تک اِس مقام کی ہر ایک جگہ خون آلود معلوم ہوتی تہی لیکن اب یہان سب طرح کا امن و امان شاہی قایم ہے۔ اِسکے سامنے سیدہی سڑک سے بچکر عین وسط بازار مین ایک بڑا خوبصورت اور بہت اونچا فوّارہ لگا ہوا ہے جو ولایتی مٹی سے نہایت صنعت کے ساتہ بنایا گیا ہے گرمیوں کے موسم مین جب یہ فوارہ چلتا ہے تو ہزارہا مخلوق کا ہجوم یہان ہوتا ہے اور شہر کے باشندے اکثر اوقات تفریحاً یہان آنکلتے ہین یہین سے ایک سیدہی سڑک باغ کمپنی کے کنارے کوڑیا پل کو گئی ہے جہان سے است انڈین گودام اور ریلوی اسٹیشن آتا ہے۔

شمرو بیگم کی کوٹھی — کوتوالی سے چلکر بائین جانب شمرو بیگم کی کوٹہی ہے جو نہایت دلکشا اور فرحت بخش ہے اِس کوٹہی کو کرسی دیکر بنایا ہے اور کرسی مین گودام اور شاگرد پیشہ کے کمرے تعمیر کیے گئے ہیں اِسکا ایک درجہ تو ایسا آراستہ ہے جسے دیکھکر طبیعت نہایت ہی محظوظ ہوتی ہے۔ عمارت کی خوبی کے علاوہ باغ کی آراستگی اور خوشنمائی قابل دید ہے اور اُسپر نہرون کے جابجا بہنے کا زور شور سونے پر سہاگا یہ کوٹہی انگریزی گورنمنٹ کی ابتدائی حکومت مین تعمیر ہوئی ہے اور اسکی بانی شمرو صاحب کی بیگم ہیں جو سردہنہ کی جاگیردار تھیں اب یہاں بنک قائم ہے۔ کوٹہی کے دروازہ کے سامنے بازار کے رخ ایک بڑا محراب دار دروازہ بنا ہولہے جسے خونی دروازہ کہتے ہین۔

دریبہ کا بازار — یہین سے دریبہ کا مشہور بازار شروع ہوا ہے اِس بازار کی وسعت اگرچہ اور بازارون جیسی نہین ہے لیکن آبادی اور رونق اِس کثرت سے ہے جسکا بیان نہین ہوسکتا نیز مہاجنون اور بندو والون کی دوکانین یہین ہین اور بہت اقسام کے سودے والے اور اہل تجارت یہان موجود ہین جو صبح سے شام تک لاکھوں روپیہ کا بیوپار کرتے ہین اِس بازار مین سر راہ ایک نہایت وسیع

مسجد روشن الدولہ — وخوشنما مسجد ہے۔ مسجد اگرچہ چونہ اور اینٹ سے بنائی گئی ہے لیکن تینوں گنبد سنگین ہین گنبدوں پر

جو پتھر مڑھا ہوا ہے گو وہ سنگ مرمر ہے لیکن ایک ایسی عجیب قسم کی زردی لیے ہوئے ہے کہ دیکھنے والا اُسے سنگ مرمر نہیں کہہ سکتا ان زردی مائل پتھروں پر اُسکے سُنہری عکس عجیب بہار دیتے ہین خاصکر جب کہ ابر ہو اور کالی کالی گھنگھور گھٹائین چارونطرف چھائی ہوئی ہون مسجد کے متصل ہی ایک مدرسہ ہے جسمین طالب العلمون کی رہایش کیلئے متعدد حجرے بنے ہوے اور ابتک طالب العلم قرآن و حدیث پڑہتے ہین اِس مسجد اور مدرسہ کا بانی وہی نواب شرف الدولہ ہے جسنے کوتوالی چبوترہ کی سنہری مسجد بنائی ہے یہ مسجد سنہری مسجد سے ایک سال بعد تعمیر ہوئی یعنے ۱۱۳۵ھ ہجری مین بنکر تیار ہوئی جیسا کہ اُس تاریخی کتبہ سے معلوم ہوتا ہے جو مسجد کی پیشانی پر سنگ مرمر کے پتھر پر کندہ ہے۔ وہو ہذا

درزمان شہ خورشید سریر ٭ ظل حق ماہ زمین شاہ زمان ٭ ناصر الدین کہ محمد شاہ ہست ٭ تیغ او کفر شکن در دوران ٭ شرف الدولہ بنا فرمودہ ٭ مسجد و مدرسۂ عالیشان ٭ این دو بیت الشرف علم و عمل ٭ ہمچو سعدین فلک کرد قران ٭ سال تاریخ بنا گفت خرد ٭ قبلہ حج ارادت کیشان ٭

مسجد کی جانب شمال مین بھی ایک بڑا بازار جاتا ہے جسے کناری بازار کہتے ہین یہان ہر قسم کا گوٹہ کناری بکتا اور قیمتی پوشاکین سجائی جاتی ہیں دریبہ بازار کے آخری حصہ مین زیورات اور کتب فروشون کی دوطرفہ دوکانین ہین اور سامنے کے رُخ ایک بہت بڑا انگریزی شفاخانہ ہے جہاں صدہا مریض علاج کیلئے رہتے ہیں۔

اردو بازار

خونی دروازہ کے متصل جو بازار ہے اِسے پہلے لاہوری بازار یا اُردو بازار کہتے تھے جو قلعہ کے لاہوری دروازہ سے شروع ہو کر فتحپوری تک سیدھا چلا گیا ہے اِسی بازار مین دائین جانب لب سڑک جینیون کے دو بڑے مندر ہین جہان سے دسہرہ کے موقع پر رام لچھمن کی سواری بڑی دہوم دہام سے اُٹھتی ہے۔ سامنے قلعہ معلے کا نہایت عالیشان و شاندار لاہوری دروازہ ہے جسکی سنگ مرمر کی سفید اور کلس دار برجیان یہاں سے نمایان طور پر معلوم ہوتی ہین اس مقام سے صرف ایک چکردار سڑک طے کر کے آدمی دروازہ مین پہنچ جاتا ہے

قلعہ کی تاریخ بنا

قلعہ معلے کے عمارات بیان کرنے سے پہلے مین نہایت مختصر طور پر اُسکی تاریخ بنا کا واضح

کرنا نہایت مناسب سمجھتا ہوں اگرچہ اس سے قبل ایک فرانسیسی مورخ کے زبان سے کچھ کیفیت بیان بہی کی جاچکی ہے مگر وہ اسقدر مجمل تہی جس سے ناظرین خاطر خواہ محظوظ نہیں ہوسکتے۔

قلعہ معلے شہاب الدین محمد شاہ جہان کے عہد سلطنت مین تعمیر ہوا اور ذیحجہ ۱۰۴۸ھ شب جمعہ مطابق نوین اردی بہشت سمت ۱۶۹۵ ملک کو استاد حامد و احمد معماروں نے اسکی بنیاد ڈالی جو نازکخیالی اور ہندسہ وحساب کے فن میں اپنا نظیر نہ رکہتے تہے جب اس قلعہ کی بنیاد پڑی اور بننا شروع ہوا تو بادشاہ کی طرف سے تاکید مزید ہوئی کہ جہانتک بن پڑے اس عمارت کو بہت جلد پورا کیا جائے چنانچہ قلمرو سلطانی سے بڑے بڑے صناع سنگ تراش اور نازکخیال معمار طلب کیے گئے اور نہایت سرگرمی اور مستعدی سے اسکے بنانے میں مصروف ہوے ابتدا مین اہتمام تعمیر عزت خان کے سپرد تہا لیکن جب وہ ٹھٹھہ کی صوبداری پر مامور ہوا تو الہ وردی خان صوبدار کو اس کا اہتمام سپرد ہوا دو سال ایک مہینے گیارہ دن اسکے زیر نگرانی قلعہ تعمیر ہوتا رہا اس اثنا میں قلعہ کی دیوارین ہر چہار طرف سے بارہ بارہ گز اونچی ہوگئی تہیں اسکے بعد یہ خدمت مکرمت خان کی تفویض کی گئی اور اسکے اہتمام وسعی سے شاہجہاں کے بیسویں جلوس کے سال میں قلعہ بنکر طیار ہوگیا اس زمانہ مین بادشاہ کابل میں رونق افروز تہا اور وہاں کی سرسبز و شاداب پہاڑیوں کی سیر و سیاحت مین مصروف تہا کہ مکرمت خاں نے بایںمضمون عرضی لکہی کہ دولتخانہ بادشاہی بنکر طیار ہوگیا حضور قدم رنجہ فرماکر اپنی قدوم میمنت لزوم سے لیے رشک فردوس کرین بادشاہ نے اس عرضی کے پہونچتے ہی کوچ کا حکم دیا اور چوبیسویں ربیع الاول ۱۰۵۸ھ ہجری میں یہاں جلوہ آرا ہوا اس قلعہ کی وسعت قلعہ اکبرآباد سے دوگنی ہے اور باوجود اسقدر سعی و اہتمام کے آٹھ سال کے عرصہ میں پچاس لاکھ روپیہ کی لاگت سے تیار ہوا ہے لیکن لاگت کا یہ تخمینہ علاوہ اُن عمارات کے بتایا جاتا ہے جو قلعہ کے اندرونی حصے میں واقع ہیں۔ جنپر پچاس لاکھ روپیہ کا خرچ بتایا جاتا ہے اس مین چار دروازہ دو کہڑکیان اکیس برج قایم کیے گئے تہے جنمین سے سات برج مدور اور چودہ مثمن ہین چار دیواری کا احاطہ طولاً ہزار گز اور عرضاً چہ سو درجہ ہے قلعہ معلے

بنیاد گیارہ گز نیچی ہے اور زمین سے کنگرہ تک پچیس گز کا ارتفاع ہے قلعہ کی زمین کل چہہ لاکہہ گز ہی
اُردو بازار جہانتک آپ پہنچ گئے ہین اسکے سامنے سے قلعہ کا بلند اور عالیشان دروازہ
نظر آتا ہے جسے لاہوری دروازہ کہتے ہین یہین سے دیوان عام مین جانے کا رستہ ہے
اورنگزیب نے اِس دروازہ کے آگے ایک بڑا گہوگس بنا دیا ہے کیونکہ پہلے یہان سے
بلکہ دیوان عام سے چاندنی چوک کا تمام بازار نظر آیا تہا اور امرائے شاہی کو فتحپوری کی مسجد
کے پاس سے اُترکر پا پیادہ دربار مین حاضر ہونا پڑتا تہا دروازہ کے آگے ایک وسیع خندق
ہتی اور وہان ایک تختہ لگا ہوا تہا مگر اکبر بادشاہ ثانی نے اُسکے آگے پُل بنا دیا تہا۔ لاہوری دروازہ
اور اُسکے چہتہ سے ذرا آگے بڑہکر ایک اور عالیشان دروازہ ہے جسپر دل کشا دالان اور فرحت بخش

نقارخانہ

کمرے بنے ہوئے ہین ان کمروں مین شاہی نقارخانہ ہے اور دنرات اپنے معمول پر نوبت
بجتی ہے جسکی گونج سے سلطنت کے جان نثار کو ہی خواہوں کی دلیری بڑہتی اور دشمنون کی
جانین دہلتی ہین یہ ساری عمارت سنگ سُرخ کی ہے بیچ میں ایک بڑا شاندار دروازہ ہے
اور اِدہر اُدہر دو بڑے محراب دار حجرے ہیں اوپر جانے کو نہایت خوبصورت دونون طرف
سیڑہیان چلی گئی ہین اوپر جاکر ایک پنج درہ دالان ہے جہان نوبت خانے کا محکمہ قایم ہے۔

دیوان عام

نقارخانہ سے آگے بڑہکر ایک بڑا چوک ہے جہان دیوان عام بنا ہوا ہے چونکہ بادشاہ اِس
مکان میں دربار عام کرتے تہے اور یہاں ہرادنے اعلے شخص کو حضوری کی اجازت تہی
اِسی لئے دیوان عام کہلاتا تہا اِسکی شرقی جانب نو نو در کا نوگہا دالان بنا ہوا ہے اور ہر ہر
دالان کی بغل میں ایک ایک در قائم ہے دیوان کا طول شستہہ گز اور عرض ۲۴ گز کا ہے
ہر درجہ میں محراب دار ستون ہیں جو چہت کو تہامے ہوے ہیں اگرچہ سارا دالان اور چہت
سنگ سُرخ سے بنا ہوا ہے لیکن اسپر ایک اِسی قسم کی سفیدی پہیر کر سونے کا کام کر دیا گیا
ہے کہ سنگ مرمر کا عالم نظر آتا ہے باہر کے درون میں سنگ مرمر کا ایک نہایت خوبصورت
اور دلکش کٹہرہ لگا ہوا ہے جسپر ایک سنہری قبہ اور بہت سی کلسیان جڑہی ہوئی تہین
مگر اب کلسیون کا تو نام نشان بہی باقی نہیں رہا۔ البتہ کٹہرے کے کچہہ کچہہ نشانات معلوم ہوتے
ہیں۔ یہ وسیع دالان ایک چبوترے پر واقع ہے جسکا طول ایک سو چار گز اور عرض ایک سو ساٹھ

گز کا ہے چبوترے کے گرد اگر سنگ سرخ کا قد آدم کٹہرا لگا ہوا تہا جسپر سنہری کلبسان قائم تہین
مگر اب باقی نہین ہین کٹہرا بہی مسمار ہو گیا تہا لیکن خاندان مغلیہ کے اخیر بادشاہ سراج الدین محمد
بہادر شاہ ثانی نے جلوس کے پہلے سال مین از سر نو مرتب کیا۔ کٹہرہ کے آگے بڑا وسیع
صحن ہے جسکا طول دو سو چار گز اور عرض ساٹہہ گز کا ہے۔ دیوان عام مین جنوبی جانب
ایک دروازہ ہے جہاں سے محلات شاہی کو رستہ جاتا ہے اور شمالی جانب بہی ایک
دروازہ ہے جہاں سے باغات کی طرف رستہ جاتا ہے دیوان عام کے وسطے دالان
مین تخت سلطانی نصب کیا گیا ہے جو عجیب و غریب صنعت کے ساتہہ بنایا گیا ہے سر سے
پانو تک نرا سنگ مرمر ہے جو بنگلہ کے وضع پر چار گز مربع ہے اسپر سنگ مرمر کے
چار ستون نہایت استحکامی کے ساتہہ قائم کیے گئے ہین جو سنگ مرمر کے بنگلہ کو تہامے
ہوے ہین اسکی پشت کی جانب سات گز کا لنبا اور ڈہائی گز کا چوڑا سنگ مرمر کا پیش
طاق ہے جسمین طرح طرح کا رنگین بیش قیمت پتہر لگایا گیا ہے اور منبت کاری اور نقش و نگار
کے علاوہ ہندوستانی پہولوں اور جانوروں کی ایسی حیرت انگیز تصویرین کہینچی گئی ہین جنہین
دیکہکر لوگ عش عش کرتے ہین پیش طاق کے پیچہے شاہی محلات ہین اور اسمین دروازے
لگے ہوے ہین دربار عام کے وقت بادشاہ یہین سے تشریف لا کر تخت پر جلوہ آرا ہوتے
ہین تخت کی کرسی آدمی کے سر سے بہی بہت اونچی ہے اسلیے اسکے آگے سنگ مرمر کی
ایک خوبصورت چوکی بچہی ہوئی ہے تاکہ جب کسی کو کچہہ عرض کرنا ہو تو اجازت حاصل
کر کے اسپر قدم رکہے اور پایہ تخت کو بوسہ دیکر مودبانہ عرض کرے۔ اس سنگ مرمر
اور سنگ سرخ کے دونوں کٹہروں کے پاس افسران فوج اور امراے شہر علی قدر المراتب
سینوں پر ہاتہہ رکہکر صف بستہ استادہ ہوتے

رنگ محل

دیوان عام کی پشت پر رنگ محل واقع ہے جو پہلے دنوں نہایت آراستہ اور بارونق
تہا اب بالکل برباد ہو گیا اور اسکی جگہ نہایت ناموزون مکانات بنگئے پیشتر اس محل کے صحن
مین ایک نہایت ستہرا حوض تہا پچاس گز سے اڑتالیس گز مین جسمین پانچ فوارے لگے ہوے
تہے ایک نہر تہی جہان ۶۰ فوارے چہٹتے تہے اور ایک مختصر مگر نہایت آراستہ باغیچہ تہا

جسکے گرد سنگ سرخ کا محجر لگا ہوا تہا اور جس پر دو ہزار سنہری کلسیان چہڑہی ہوئی تہین غرضکہ بڑی شان وشوکت کا محل تہا جسکا اب کوئی نشان ڈہونڈنے سے نہین ملتا اِسکی اندرونی حصہ کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ عمارت کے رد کار مین محراب دار پانچ در بنائے گئے تہے اور اسی طرح اندر کے رُخ بہی محرابدار در تہے درون اور محرابون کے وسط مین ایک چوکہنڈی سی واقع ہوگئی تہی محل کے اندر سنگ مرمر کا ایک خوبصورت حوض تہا جس مین رنگین بیش قیمت پتہر نصب کیے گئے تہے اگرچہ حوض ساڑہے سات گز کا مربع ہے لیکن عمق بہت ہی کم ہے جب اسمین پانی بہر کر لہراتا ہے تو تمام بیل بوٹے جو اسپر منقش ہین ہلتے دکہائی دیتے ہین اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک پُر لطف باغ ہے جس مین ہزارون طرح کے رنگ برنگ کے پہول کہلے ہوے ہین حوض کے وسط مین سنگ مرمر کا ایک کمرکی پیالا پہول کی صورت مین کہدا ہوا رکہا تہا اسمین ایک سوراخ تہا اور ایک نہر تلے تلے یہانتک لائی گئی تہی جو اس پیالہ مین سے اُبلتی تہی پیالہ کے لبون پر سے پانی کا گرنا اور اُس پانی کے پردون مین سے گل بوٹون کا لہراتا ہوا دکہائی دینا ایک عالم طلسمات معلوم ہوتا تہا جو نہر موتی محل اور دیوان خاص مین سے ہوتی ہوئی آئی ہے اِس محل کے وسط مین سے گذر کر گئی ہے۔ رنگ محل کے تمام پایہ نما ستون اور محرابین سنگ مرمر کی ہین جسمین نہایت عمدہ پچی کاری کی گئی ہے اور جا بجا بیش قیمت جواہرات جڑے ہوئے ہیں اِسکے تمام در و دیوار پر سونا بسا ہوا ہے اور ہر موقع پر طلائی گل بوٹے بنے ہوے ہین کہتے ہین اِسکی چہت بالکل چاندی کی تہی فرخ سیر کے عہد مین کسی ضرورت کی وجہ سے اُکہاڑ لی گئی اور اُسکی جگہ تانبے کی چہت بنائی گئی لیکن محمد اکبر شاہ ثانی کے عہد مین تانبے کی چہت بہی اُکہاڑ لی گئی اور کاٹ کی چہت قایم کی گئی۔

چہوٹی بیٹہک اُسکے آگے جنوبی حصہ مین ایک مکان تہا جو چہوٹی بیٹہک کے نام سے نامزد تہا یہ عمارت بہی پہلے زمانہ مین نہایت نفیس و لطیف تہی لیکن مرزا جہانگیر نے اپنے جدید تصرفات سے اُسکی وہ صورت باقی نہین رکہی اِسکے بعد کہڑکیوں دار ایک اور عمارت تہی جو بعد کو جہروکے کے نام سے مشہور ہوئی اِس عمارت کی کہڑکیان دریا کی جانب واقع تہین اور یہان بادشاہ کبہی کبہی

اسد برج تفریحاً رونق افروز ہوتے تہے اِسکے قریب مین ایک بڑا برج ہے جسے اسد برج کہا جاتا ہے

اسکا قطر سو گز کا ہے اور عمارت تین طبقوں کو شامل ہے پہلے طبقہ کو زمین سے بارہ گز کرسی دیکر
بنایا ہے اسکی چھت اندر سے گول اور اوپر سے مسطح ہے یہ عمارت سرتاپا سنگین ہے اجارہ تک
سنگ مرمر لگایا گیا ہے جسمین رنگین جواہر کی پچی کاری کی ہوئی ہے اور اجارہ سے چھت تک
سنگ بتائی لگا ہوا ہے جسے سفید کرکے سنہری نقش و نگار سے آراستہ کیا گیا ہے یہ درجہ مثمن ہے
اور اسکا قطر کل آٹھ گز کا ہے اسمین چار طاق دو نشیمن بنائے گئے ہیں ایک طاق شمالی شرقی
ہے جسکا طول عرض چار گز کا ہے دوسرا غربی جنوبی ہے اسکا طول چار گز عرض تین گز کا ہے
مثمن درجہ کے وسط مین تین گز کے قطر کا حوض ہے جو بہت ہی خوشنما اور دلگیر ہے غربی طاق
مین ایک آبشار اور چھوٹے چھوٹے محراب دار کئی طاق ہیں۔ آبشار کے آگے سنگ مرمر کا
ایک حوض ہے ساڑھے تین گز کا لمبا اور ڈھائی گز کا چوڑا اس حوض سے شرقی طاق کے
کنارہ تک ڈیڑھ گز چوڑی نہر ہے جو نری سنگ مرمر کی بنائی گئی ہے اسی نہر میں سے ایک شاخ
نکلکر غربی طاق کے حوض میں پڑتی ہے اور وہاں سے برج کی نہر مین آکر اور مثمن حوض سے گذر کر
شرقی طاق کی جانب بہتی ہے قلعہ میں جہاں کہین نہر بہتی ہے سب کا منبع اور خزانہ یہی نہر ہے
دوسرے طبقہ کی عمارت بھی مثمن ہے اور آٹھ گز کے قطر میں واقع ہے اسکے آٹھون ضلع
پر چوبیں ستون کا ایک سراسر دیوان قایم ہے تیسرے طبقہ کی عمارت گنبدی ہے جسے
آٹھ ستون تھامے ہوئے ہین اسکا برج سنگ مرمر کا ہے جسپر سنہری کلس چڑھا ہوا تھا
یہ برج ہرناتھ چیلہ کے ہنگامہ میں گولہ باری کی صدمہ کی وجہ سے بالکل شکستہ ہو گیا تھا لیکن
محمد اکبر شاہ ثانی کے عہد مین دوبارہ بنایا گیا اور بالکل پہلی وضع پر بنایا گیا۔ رنگ محل کی جانب
شمال مین ایک نفیس و پاکیزہ عمارت تھی جسے بڑی بیٹھک یا خوابگاہ اقدس کہا کرتے تھے خوابگاہ اقدس
یہ بھی تمام سنگ مرمر کی تھی اور منبت کاری کے علاوہ سنہری بیل بوٹے ہر جگہ بنے ہوئے
تھے اسکے بیچ مین شہ نشین جیسا ایک مختصر سا مکان تھا اور اسکے جنوب و شمال مین بڑے
بڑے دو لداؤ در تھے جو سنگ مرمر سے بنے ہوئے تھے۔ شہ نشین کا طول ۵ گز اور
عرض ۶ گز کا تھا اسکی دونون محرابون پر سعد اللہ خان کا انشا کیا ہوا کتبہ کندہ ہے اور
اجارہ کے آس پاس سونے کے پانی سے بہت سے اشعار لکھے ہوئے ہین۔ شہ نشین

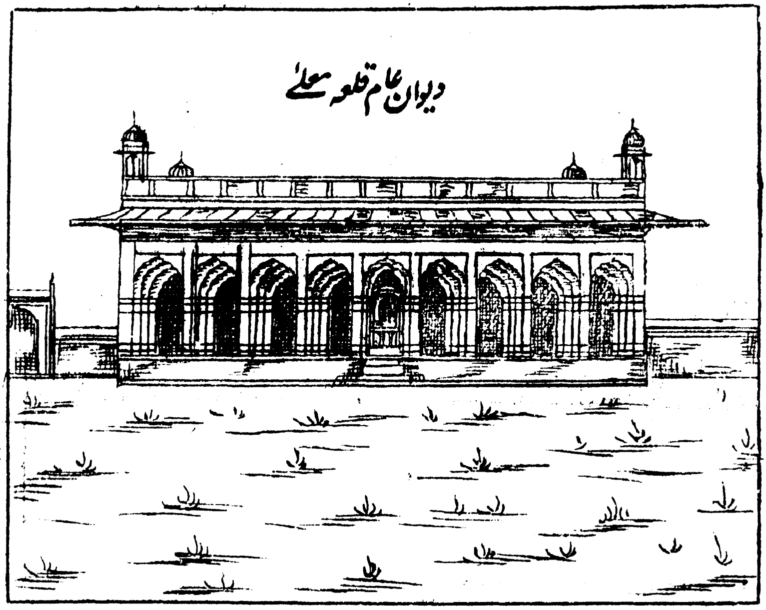

دیوان عام قلعہ معلّٰی

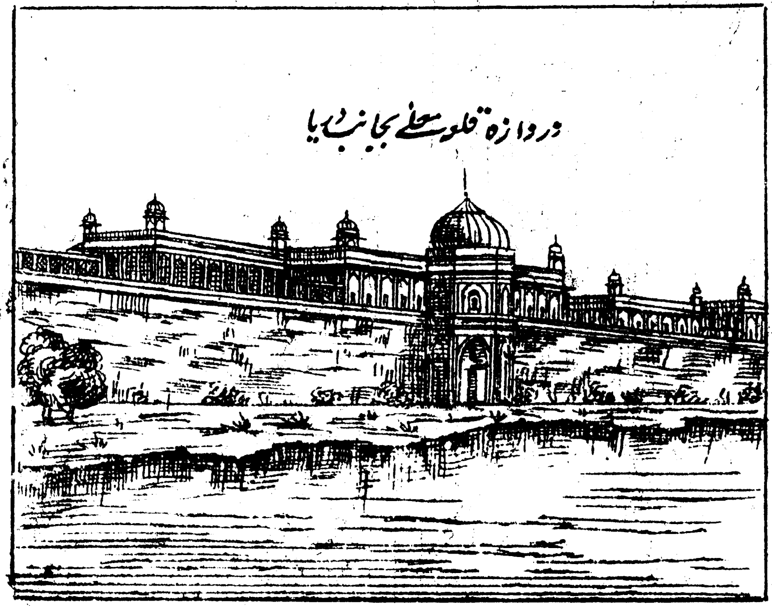

دروازہ قلعہ معلّٰی بجانب دریا

دیوان خاص قلعہ معلی

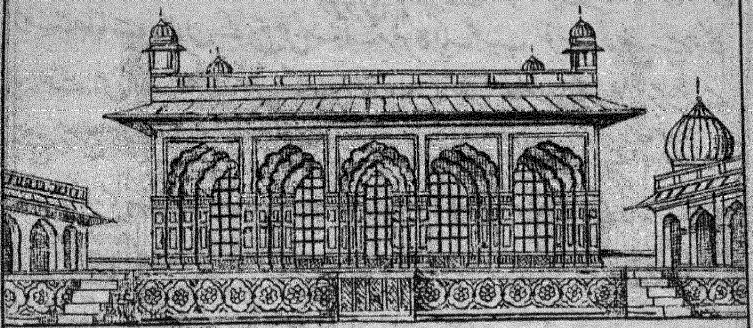

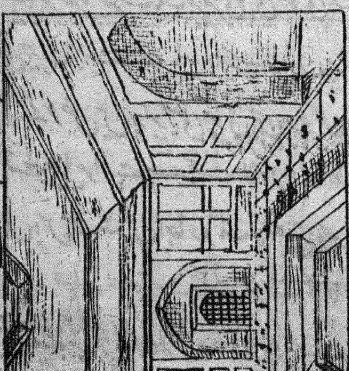

سردخانہ حمام قلعہ معلی

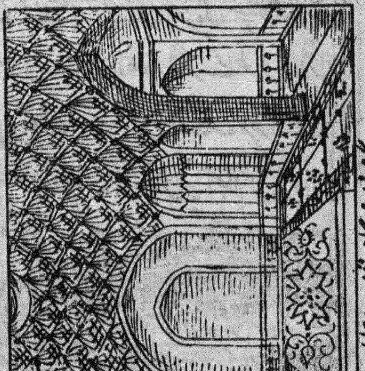

اندرون حمام قلعہ معلی

مثمن برج

کے آگے سنگ مرمر کا پنج درہ دالان بہت نفیس بنا ہوا ہے جو طولاً بیس گز اور عرضاً چہ گز کا ہے دائین بائین جانب بہت سے محراب دار دالان اور حجرے بنے ہوئے ہین دیوان خاص کو رستہ جاتا ہے دالان کے بیچ مین سنگ مرمر کا ایک عجیب غریب حوض ہے جسکا پورا نقشہ اِس مختصر مین کھینچ نہین سکتا اِس عمارت کے شرقی جانب ایک اور برج ہے جسے برج طلا یا مثمن برج بھی کہتے ہین یہ بھی سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور علاوہ منبت کاری کے سب جگہ سونے کا نہایت نفیس کام بنا ہوا ہے اسی وجہ سے اِسے زرین برج بھی کہتے ہین اِسکے تین ضلع خوابگاہ کی جانب واقع ہیں اور پانچ دریا کی طرف جنمین سنگ مرمر کی جالیان لگی ہوئی ہین۔

دیوان خاص

خوابگاہ کی عمارت کے شمالی جانب ایک بہت بڑا چوک واقع ہے جسکے ضلع شرقی میں ڈیڑہ گز کا اونچا چبوترہ ہے جو طول مین اَسّی گز اور عرض مین چھبیس گز کا ہے چبوترہ کے عین وسط میں دیوان خاص کی مشہور عمارت ہے یہ عمارت چونتیس گز لمبی چھبیس گز چوڑی ہے جو سرتاسر سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے بیچ مین چار گز چوڑی نہر بہتی ہے عمارت کی چھت بہت سے پایہ دار ستونون پر رکھی ہوئی ہے جو اٹھارہ گز کے طول اور دس گز کے عرض میں برابر پھیلی ہوئی ہین دیوان خاص کے عین وسط مین سنگ مرمر کا ایک تخت بچھا ہوا ہے جسپر تخت طاؤس رکھا جاتا ہے حضور جہان پناہ اِسی پر اجلاس فرماتے ہیں اِس عمارت مین اجارہ تک تو عقیق و مرجان اور بہت سے بیش قیمت جواہر جڑے ہوئے ہین اور اجارہ سے چھت تک سونے کا کام کیا ہوا ہے اِسکی شرقی جانب سے دریا دکھائی دیتا ہے مگر اُس طرف کے دردن مین سنگ مرمر کی جالیان لگا کر آئینہ بندی کر دی گئی ہے غرب کی طرف ستر گز سے ساٹھہ گز کا صحن ہے جسکے گرد مختلف مکانات اور متعدد ایوان سُرخ پتھر کے بنے ہوئے ہین اِسی طرف صحن مین دروازہ ہے جہان سے دیوان عام کو رستہ آتا ہے دروازہ کے آگے لال پردہ تنا رہتا ہے جہان سے شہر کے امرا اور دربار کے اراکین آداب بجا لاتے ہین۔

دیوان خاص کے چبوترہ کی جانب جنوب اور خوابگاہ اقدس کے عقب مین ایک بڑا شاندار

تسبیح خانہ

دالان بنا ہوا ہے جسے تسبیح خانہ کہتے ہین جہان پناہ کو جب کبہی خلوت منظور ہوتی تہی یا خاص خاص امرا کا دربار ہوتا تہا تو حضور یہان بہی جلوس فرما ہوا کرتے تہے اِس دالان کی دیوار پر سنگ مرمر کی ایک نہایت خوبصورت ترازو بنی ہوئی ہے اور جلی حرفون مین میزان عدل لکہا ہوا ہے اِسی تسبیح خانہ سے خوابگاہ کا رستہ ہے جو خاص ڈیوڑہی کہلاتی ہی

عقب حمام

دیوان خاص کیجانب جنوب مین جسقدر مکانات ہین سب عقب حمام کہلاتے ہیں حمام اپنی طرز مین بالکل بے نظیر ہے اور اسکے تین درجے ہیں پہلا درجہ جو جامہ کن کے نام سے مشہور ہے اسکی عمارت نہایت نفیس ہے اور کمرہ نما درجے بنے ہوے ہین شرقی جانب جالیان لگا کر آئینہ بندی کیگئی ہے جنمین سے دریا اور جنگل کے سبزہ کی کیفیت پوری نظر آتی ہے دوسرا درجہ سرد خانہ کے نام سے پکارا جاتا ہے یہ درجہ عجیب وغریب صنعت سے بنایا گیا ہے شمال کی جانب سنگ مرمر کا ایک شہ نشین ہین جسمین جواہرات پچی کیے ہوے ہین اسکے آگے سنگ مرمر کا ایک مربع درجہ ہے جسمین فرش سے لیکر چہت تک گرانبہا جواہرات اور طرح طرح کے رنگین بیش قیمت پتہر نصب کیے گے ہین اسکے بیچ میں ایک مربع حوض ہے جسکے چارون کونون پر چار سنہری فوارے نصب ہین یہ عجیب جامع الصفتین حمام ہے کہ جب چاہین سرد کرلین اور جب چاہین گرم کردین-

حمام کا تیسرا درجہ گرم خانہ کے نام سے مشہور ہے اس کے جانب غرب مین گرم پانی کے کئی حوض نہایت خوبصورت بنے ہوے ہین اور نرے سنگ مرمر کے ہین آگے کی جانب ایک مربع درجہ ہے اور اسکے عین وسط مین سنگ مرمر کا ایک بڑا خوشنما چبوترہ ہے جسپر بیٹہکر غسل کرتے ہین جانب شمال مین دوسرے درجہ کا شہ نشین ہے جسپر ایک بڑا مستطیل حوض بنا ہوا ہے اس مین بہی یہ خوبی ہے کہ چاہین گرم پانی سے لبریز کرین یا سرد پانی سے بہرین اس کا فرش اور چبوترہ اور حوض اور لجارہ تک کی دیوارین بالکل منبت کار ہین اور رنگ برنگ کے بیش قیمت جواہر سے آراستہ ہین -

ہیرا محل

حمام کے جانب شمال مین ہیرا محل واقع ہے اسمین اور حمام مین ایک صحن چہوٹا ہوا ہے جہان چار بر گزکی عریض نہر بڑی خوشنمائی کے ساتہہ بہتی ہے اسی کو نہر بہشت کہتے ہین اور یہی دیوان خاص اور رنگ محل مین جاتی ہے نہر کے کنارہ پر سنگ مرمر کی ایک بڑی بارہ دری بنی ہوئی ہے جسکی چہت کے چارون کونون پر چار چہوٹی چہوٹی چوکہنڈیان بنی ہوئی ہیں اور ان پر سنہری برجیان قائم ہین سارا محل سنگ مرمر کا ہے جسے خاندان مغلیہ کے اخیر بادشاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ ثانی نے اپنے عہد حکومت مین تعمیر کیا ہے اسکے متصل

موتی محل ۔ موتی مسجد

ایک اور محل ہے جسے موتی محل کہتے ہین یہ محل سنگ سرخ کا ہے جسے سنگ پہانی سے سفید کرکے رنگا میزی اور طلا کاری کے گل بوٹون سے آراستہ کیا گیا ہے۔

حمام کے عقب مین موتی مسجد ہے جو سر تا پانون تک سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے اور طرح طرح کی منبت کاری اور طلا کار گل بوٹون سے آراستہ ہے حقیقت یہ ہے کہ جیسی منبت کاری اس مسجد مین ہے تمام قلعہ مین اونہر صرف قلعہ مین بلکہ روئے زمین کے کسی مشہور مقام مین نہین ہوگی مسجد کے تین در مین نہایت خوشنما اور چھوٹے چھوٹے دو مینار اور تین گنبد ہین سنہری اور اسی وجہ سے بعض لوگ اسے سنہری مسجد کہتے ہین مسجد کے صحن مین ایک چھوٹا سا خوشنما حوض ہے جس مین بہادون مین ہے پانی آتا اور ہر وقت اوبل کر بہتا رہتا ہے مسجد کے جانب شمال مین ایک مختصر سا حجرہ بنا ہوا ہے جس مین ایک چھوٹا سا حوض نہایت نفیس و لطیف بنا ہوا ہے اسکے گرداگرد آئینہ بندی کی ہوئی ہے۔ یہ مسجد اورنگ زیب نے اپنے تخت نشینی کے دوسرے سال مین ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ کی لاگت سے تیار کرائی جسکا تاریخی مادہ یہ ہے۔ ان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا۔

باغ حیات بخش ۔ بہادون

مسجد کے قریب ہی ایک نہایت سرسبز و شاداب باغ ہے جو حیات بخش کے نام سے نامزد ہے اس باغ کے جانب جنوب مین سنگ مرمر کا نہایت نفیس ایک مکان ہے جسے بہادون کہتے ہین مکان کا نقشہ یہ ہے کہ ایک وسیع چبوترہ کرسی دیکر بنایا گیا ہے اور اسپر سولہ ستون قائم کرکے ایک دلکشا ایوان تعمیر کیا گیا ہے جسکے شرق و غرب کی دونون جانبون مین آگے پیچھے دو بنگلے نہایت خوبصورت بنائے گئے ہین اس مین سنگ مرمر کا ایک بہت ہی خوبصورت حوض ہے جہان ہر وقت چادر پڑتی ہے یہ ایک عجیب و غریب عمارت ہے جس مین پانی کا پڑنا اور چادر کا چھوٹنا ایسا معلوم ہوتا تہا کہ گویا بہادون کا مہینہ برستا ہے اور اسی وجہ سے اسکا نام بہادون کہا گیا لیکن اب

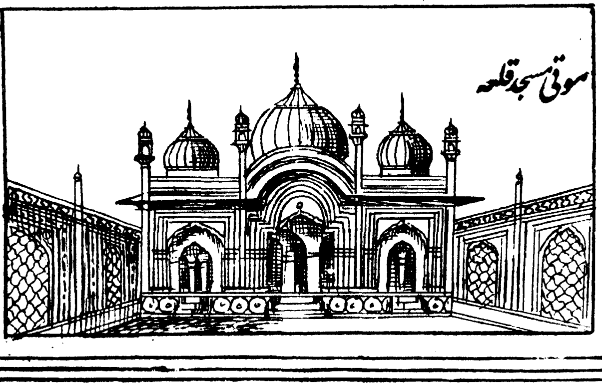

موتی مسجد قلعہ

اس مین پانی کی آمد و رفت کا رستہ بالکل بند ہو گیا ہے اور اگلے زمانہ کی تمام آرائش خاک مین ملگئی ہے۔ باغ حیات بخش کے عین وسط مین ایک بڑا وسیع حوض ساٹھہ گز کا مربع تہا جس مین چاندی کے انچاس فوارے لگے ہوے تہے ان فواروں کے علاوہ چاندی کے ایک سو بارہ فوارے اور تہے جو حوض کے گرداگرد نصب تہے اور ہر وقت چہوٹتے رہتے تہے۔ اب ان کا نام و نشان تک بہی باقی نہین ہا اسی حوض مین سنگ سرخ کا ایک خوبصورت محل ہے جسے سراج الدین محمد بہادر شاہ نے اپنے عہد سلطنت مین تعمیر کیا ہے۔

ساون

باغ حیات بخش کے شمالی ضلع مین سنگ مرمر کی ایک بڑی نفیس عمارت ہے جسکا نام ساون ہے یہ عمارت بجنسہ بہادون جیسی ہے اور اسمین اسمین ذرا فرق نہین چونکہ اس مکان مین پانی کی آمد و رفت چادرون کا پر زور شور سے پانی کا ابلکر بہنا بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیساکہ ساون کا مینہ اسلئے اس کا نام ساون کے ساتہہ مشہور ہوا۔ باغ مذکور کے غربی جانب

مہتاب باغ

مین مہتاب باغ تہا کسی زمانہ مین بڑا پر رونق اور لطیف ہوگا مگر اب کچہہ نہین اخیر زمانہ مین بہادر شاہ ثانی نے اس باغ کی نہر کے متصل جانب غرب مین ایک جھرنا بنایا تہا جو بالکل قطب صاحب کے جھرنے کا نمونہ تہا۔ مہتاب باغ سے آگے چلکر باورچیخانے کے دو مکان ہین جن مین سے ایک کا نام چہوٹا خاصہ اور دوسرے کا بڑا خاصہ ہے انکے پاس احمد شاہ کے وقت کی ایک عجیب مسجد بنی ہوئی تہی جو اب بالکل نیست و نابود ہو گئی۔ قلعہ کے متصل جانب شمال مین سلیم گڈہ ہے جسکا

سلیم گڈھ

اصل بانی شیر شاہ کا لڑکا اسلام شاہ ہے اور جو سنہ ۹۵۳ ہجری مین بنکر تیار ہوا مگر خاندان تیموریہ کے عہد سلطنت مین اسے نورگڈہ کہتے تہے یہ عمارت قلعہ معلی اور پل کے بیچ مین واقع تہی اور اسلام شاہ کے عہد مین دریا اترکر اس مین جاتا ہوتا تہا اسکا اصلی دروازہ جانب غرب بطرف گہاٹ نگمبود واقع تہا لیکن عہد جہانگیر مین جانب شمال ایک پل تعمیر ہوا اور اس طرف بہی ایک دروازہ قائم کیا گیا شاہجہان کے وقت مین وہ پل قلعہ معلی مین ایسا ملگیا کہ گویا اس قلعہ ہی کے لئے بنایا تہا سلیم گڈہ مین کسی خاص قسم کی خوبی یا دلچسپی نہین تہی لیکن اس وجہ سے مشہور تہا اور اب تک ہے کہ مغلیہ خاندان کے عہد مین شاہی قیدخانہ رہا ہے۔

قلعہ کی یہ تمام عمارتین جن کا اس مقام پر ذکر ہوا ہے اگرچہ باستثنائے چند عمارات مشہورہ سنہ ۱۸۵۷ء کے غدر سے بیشتر ہی منہدم ہوگئی تہین مگر جو بہت سی عمارتین باقی تہین وہ غدر کے بعد منہدم کرادی گئین اور انکی جگہ فوج کے رہنے کیلئے بارگین تیار کرائی گئین بعض بعض عمارتون کے اب تک نشانات پائے جاتے ہین مگر ان سے اصلی کیفیت ہرگز معلوم نہیں ہوتی اب قلعہ مین بجز دیوان عام اور دیوان خاص عقب حمام موتی مسجد وغیرہ کے اور کوئی عمارت قابل دید باقی نہیں رہی۔

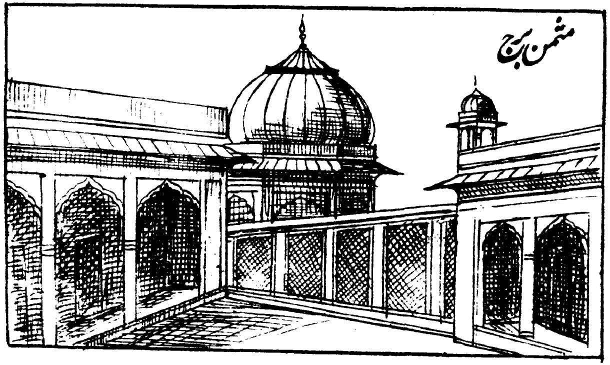
مثمن برج

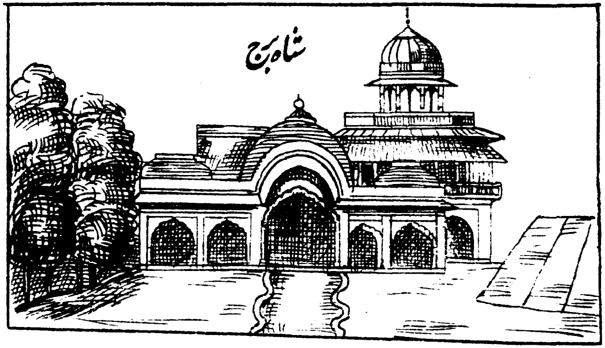
شاہ برج

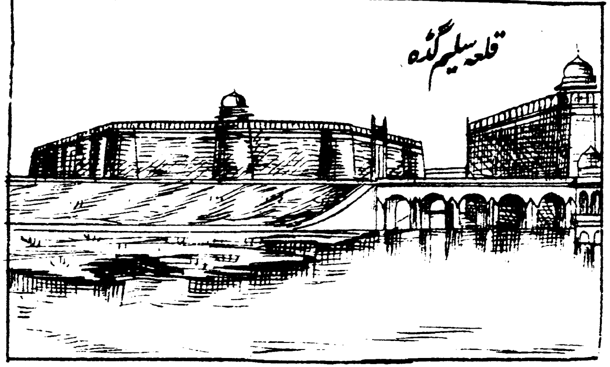
قلعہ سلیم گڈھ

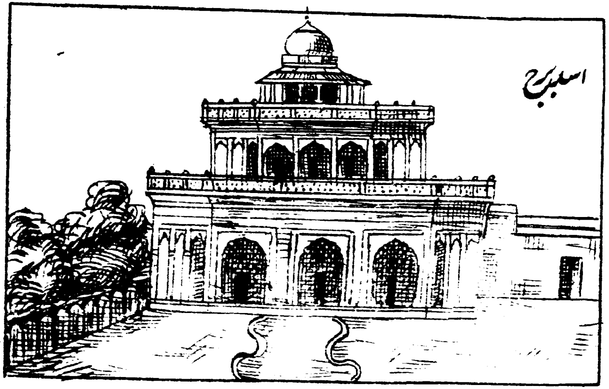
اسد برج

جب آپ قلعہ کی سیر سے فارغ ہون تو جنوبی جانب چلیے تہوڑی دور چلکے فاصلہ پر آپکو ایک بڑا شاندار دروازہ نظر پڑے گا جسے قلعہ کا دہلی دروازہ کہتے ہین کیونکہ پرانی دلی کیطرف واقع ہے عہد شاہجہان مین اس دروازے کے سامنے کوئی اوٹ نہ تہی اور نظر کا قاصد شہر دہلی کے دروازہ مین سے ہوکر دور تک جنگل مین چلا جاتا تہا اورنگزیب کے زمانہ مین دروازہ کے آگے ایک اوسہوکن بنا اور اُسکا دروازہ دوسرے ضلع یعنی جانب غرب مین کہا گیا جس سے بالکل اوٹ ہوگئی یہ اُس زمانہ کا واقعہ ہے جبکہ اورنگزیب نے بعض مصلحتون کی وجہ سے اپنے والد شاہجہان کو کنج عبادت مین بٹہا دیا تہا اور مہمات سلطنت کی باگ اپنے ہاتہہ مین لیلی تہی۔ پہلے اس دروازہ کے آگے ایک خندق تہی اور اُسپر ایک بڑا تختہ لگا ہوا تہا جسکے اُٹہا لینے سے خندق اور پانی کی وجہ سے قلعہ کا رستہ بند ہوجاتا تہا لیکن اکبر شاہ ثانی کے زمانہ مین حکام انگریزی کی طرف سے دروازہ کے آگے ایک پل بنگیا اور تختہ اُٹہا لیا گیا۔

سنہری مسجد

قلعہ کے دہلی دروازہ سے نکلکر جب آپ شہر کی جانب آئیگا تو آپکو چند قدم کے فاصلہ پر تین سڑکین نمودار ہونگی دائین جانب کی سڑک جواب ہنڈی سڑک کے نام سے مشہور ہے، پچکیون سے ہوتی ہوئی سیدہی ریلوے کے پل اور ڈاکخانہ کو چلی گئی ہے سامنے کی سڑک جامع مسجد کو آتی ہے اور بائین جانب کی سڑک فیض بازار کو ہوتی ہوئی شہر کے دہلی دروازہ کو چلی گئی ہے اسی سڑک کے بائین جانب قلعہ کے نیچے سنہری مسجد، جو سر پاؤن تک سنگ بانسی سے بنی ہوئی ہے اسکے دو خوبصورت مینار تین شاندار گنبد ہین نازک خیال معمار نے کاٹ کے گنبد بناکر انہین تانبے کے موٹے موٹے پترون سے جڑا تہا اور ان پترون پر سونیکی چادرین مڑہی تہین اسی طرح مسجد کی تمام برجیان اور کلسیان سنہری تہین اور اندر سے تمام در و دیوار سونے اور لاجورد کے نقش و نگار سے لسے ہوئے تہے مسجد کے بائین طرف ایک کاٹ کا دالان تہا جسمین کچہہ تبرکات رکہے گئے تہے اور جنکی ہر سال زیارت کیجاتی تہی دائین طرف بڑا خوشنما حوض تہا اور اُسمین ایک بہت بڑا فوارہ لگا ہوا تہا حوض مین اُس کنوئین سے پانی آتا تہا جو مسجد کے متصل ہی واقع تہا اور اب بہی ہے لیکن اب یہ مسجد بالکل شکستہ اور ویران ہے اور بجز ایک شکستہ ہیئت کے اور کچہہ باقی نہین رہا ذیل کے اشعار مسجد کے بیچ کے در مین کندہ ہین جن سے اسکی تاریخ بنا اور بانی کا حال معلوم ہوتا ہے اشعار

شکر حق در عہد احمد شاہ غازی بادشاہ ٭ خلق پرور دادگر شاہان عالم را پناہ ٭ مسجد کردہ بنا نواب قدسی عز و جاہ ٭ باد دائم فیض عام آن ملائک سجدہ گاہ ٭ سعی نواب بہادر حسب صفا لطف و کرم ٭ ساخت تعمیر چنین جاوید عالی دستگاہ ٭ چاہ و حوض و صاف صحنش آبروئے زہد ہست ٭ ہر کہ از آبش طہارت کرد شد پاک از گناہ ٭ سال تاریخش خرد خرم

یافت از الہام غیب ٭ مسجد بیت المقدس مطلع نور آلہ ٭ اسی مسجد کے عقب مین ایک پختہ قبر ہے جسے مختصری چاردیواری احاطہ کئے ہوئے ہے لیکن تاریخ سے پتہ نہین لگتا کہ صاحب قبر کون ہے۔

مسجد اکبرآبادی

اسی سڑک کی دائین طرف خاص بازار کی انتہا پر جہان کہ اگلے زمانہ مین گلابی باغ تہا گورمنٹ انگریزی کا بنایا ہوا ایک نہایت خوبصورت حوض ہے جسے لال ڈگی کہتے ہین اسکے بانی نواب عالی جناب لارڈ الن صاحب بہادر ہین یہ حوض پچاس ہزار روپیہ کی لاگت سے بنا ہے اس کا طول پانسو فیٹ اور عرض ڈیڑھ سو فیٹ ہے یہین سے بائین طرف کو ایک سڑک دریا گنج کو جاتی ہے جہان دیسی انفنٹری رجمنٹ رہتی ہے اور بہت سے انگریزون کی کوٹہیان بہی ہین فیض بازار کے ابتدائی حصہ مین مسجد اکبرآبادی واقع ہے جو سر سے پاؤن تک سنگ سرخ سے بنائی گئی ہے اسکے گرداگرد طالبعلمون کی رہائش کے لئے مکانات اور حجرے تعمیر کئے گئے ہین قطع غربی سے ملحق کرسی دیکر مسجد بنائی گئی ہے اور عجب شان و شوکت سے بنائی گئی ہے تین گنبد سات در دو مینار ہین شمالی مینار بجلی کے صدمہ سے ٹوٹ گیا ہے جو ابتک ٹوٹا پڑا ہے خاص مسجد کا طول تریسٹھہ گز کا ہے اور عرض سترہ گز کا پیش طاق سنگ مرمر کا ہے جس مین نہایت عمدہ منبت کاری کی گئی ہے مسجد کے آگے تریسٹھہ گز کا لنبا ستاون گز کا چوڑا اور ساڑہے تین گز کا بلند چبوترہ ہے جسپر سنگ سرخ کا کٹہرہ لگا ہوا ہے صحن مین بارہ گز کا مربع حوض ہے جس مین فیض بازار کی نہر کا پانی آتا تہا لیکن جب سے نہر خراب ہو گئی اس حوض مین بہی پانی نہین آتا اس عالیشان مسجد کو شاہجہان کی عفت مآب بی بی اعزالنسا بیگم نے ۱۰۶۰ سنہ ہجری مین تعمیر کرایا چونکہ اعزالنسا بیگم کا خطاب اکبرآبادی محل تہا اس لئے اُس نے اپنے خطاب پر اسکا نام مسجد اکبرآبادی رکہا مسجد کے دروازہ پر بخط نسخ ایک کتبہ بہی لکہا ہوا ہے چونکہ وہ بڑا لنبا چوڑا ہے اسلئے ہم یہان نقل کرنا مناسب نہین سمجہتے۔

سنہری مسجد

اسی بازار مین قاضی واڑے کے متصل ایک اور عالیشان مسجد ہے جسے روشن الدولہ نے محمد شاہ کے عہد مین تعمیر کرایا ہے اگلے زمانہ مین اس مسجد مین تمام جگہ سونے کا کام کیا ہوا تہا اور سنہرے برج بڑے تکلف سے بنائے گئے تہے یہی وجہ ہے کہ اُس زمانہ کے لوگ اسے سنہری مسجد کہتے تہے لیکن اب وہ کام بالکل خراب ہو گیا اور برج شکستہ ہو کر ٹوٹ گئے بازو ون کے مینار بہی ٹوٹ گئے ہین جنکے اب کچھہ کچھہ نشانات معلوم ہوتے ہین اس مسجد کے ٹوٹے ہوئے برج شہر کی کوتوالی چبوترہ کی سنہری مسجد مین صرف ہوئے اس مسجد کی تاریخ بنا اُن اشعار سے واضح ہوتی ہے جو اُسکی پیشانی پر کندہ ہین اور وہ یہ ہین ٭ شکر حق کز یمن فیض سید عرفان پناہ ٭ شاہ بھیکوان مرشد کامل ولایت دستگاہ ٭ در زمان شاہ اسکندر نشان جمشید قدر ٭ معدلت گستر محمد شاہ غازی بادشاہ ٭ روشن الدولہ ظفر خان صاحب جود و کرم ٭ کرد تعمیر طلائی مسجد عرش اشتباہ ٭ مسجد کاندر فضائے صحن قدرش آسمان

کردہ از نور شعاع مہر روز شب نگاہ ؛ حوض صاف او نشان از چشمہ کوثر دہد ؛ ہر کہ از آبش وضو سازد شود پاک از گناہ ؛
سال تاریخش رسائی یافت از الہام غیب ؛ مسجد چون بیت اقصے مہبط نور الہ ؛

پہول کی منڈی

اس مسجد سے ذرا آگے بڑھکر پہول کی منڈی ہے یہان پہلے زمانہ مین گلفروشون کی بہت سی دوکانین تہین جنسے رستہ چلنے والون کا دماغ معطر ہوتا تہا اگرچہ اب وہ دوکانین نہین ہین لیکن نام چلا جاتا ہے اسکے آگے شہر کا دہلی دروازہ ہے جہان بہادر شاہ کے بیٹون اور دیگر شہزادون کی لاشین لاکر رکہی گئی تہین جنہین ہاوسن صاحب نے بندوق سے مارا تہا یہ ٹہیک ٹہیک واقعہ شہر ۱۸۵۷ع کے غدر کے متعلق ہے فیض بازار کی ابتدا اسے جو سڑک دریا گنج کو گئی ہے

زینت المساجد

یہان سے ذرا آگے چلکر زینت المساجد کی شاندار برج اور اونچے اونچے مینار نظر آتے ہین یہ مسجد بہی شاہجہان آباد کی بڑی مشہور اور نامور مسجد ہے اسکے بلند اور اونچے مینار دور دور سے دکہائی دیتے ہین اور مسجد کوسون سے نظر پڑتی ہے دریا کے کنارہ واقع ہے اور منبت کاری کی صنعت مین لاجواب و بیمثل ہے اسکی تمام عمارت سنگ سرخ سے بنی ہوئی ہے اور تینون برج سنگ مرمر کے ہین جن مین سیاہ پتہر کی دہاریان عجب بہار دیتی ہین برجون پر نہایت خوشنما سنہری کلس چڑہے ہوے ہین جو سورج کی شعاعون سے جگمگا اٹہتے ہین مسجد کے نہایت خوشنما سات در ہین اور بیچ کا در بہت بڑا ہے مسجد کے صحن مین ایک بڑا خوبصورت حوض ہے جو اس کنوئین کے پانی سے لبریز رہتا تہا جو اسی مسجد کے متصل واقع تہا اسکی بانی اورنگزیب کی دختر زیب النسا بیگم ہے جسکا مدفن بہی اسی مسجد کے صحن مین شمال کیطرف موجود ہے چنانچہ اسکی قبر کے پاس ایک چہوٹا سا برج بنا ہوا ہے اور اسکے نیچے دو محجر ہین ایک سنگ باسی کا اور ایک سنگ مرمر کا اس کا فرش اور تعویذ بہی سنگ مرمر کا ہے قبر کے سرہانے یہ آیت کندہ ہے ۔ قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ الخ اور اسکے بعد یہ کتبہ کندہ ہے ؎ مونس ما در لحد فضل خدا تنہا بس است ؛ سایہ از ابر رحمت قبر پوش ما بس است ؛ امیدوار حسن خاتمہ فاطمہ زیب النسا بیگم بنت شاہ محی الدین محمد عالمگیر غازی انار اللہ برہانہ سنہ ۱۱۲۱ ہجری ۔ مسجد کی تعمیر تو عالمگیر کے عہد مین ہوئی تہی مگر یہ محجر اسکے بعد بنے تہے

قلعہ کے باہر کی تیسری سڑک جو جامع مسجد کو جاتی ہے اس سے تہوڑی دور آگے دائین جانب کو شاہ کلیم اللہ جہان آبادی کا مزار ہے ۔ حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہان آبادی رح اعظم مشائخ اکابر اولیاء ہند کی فہرست مین ایک بڑے پایہ کے ولی اللہ ہین آپ خاندان چشتیہ سے تعلق رکہتے ہین اور حضرت خواجہ یحیے مدنی کے مرید ہین شیخ یحیی مدنی سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے ایک فرد اور ہین انکا سلسلہ دس واسطون سے حضرت محبوب رب العالمین سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہ تک پہنچتا ہے حضرت شیخ کی ولادت ہندستان مین ہوئی عمر کے ابتدای طے کرکے جب آپنے سن رشد

مین قدم رکھا تو مذہبی علوم کی تحصیل کے لئے دہلی کے مقدس علما کی خدمت مین حاضر ہوئے اور فراغ تحصیل علم کے بعد دستار فضیلت حاصل کرکے طلب حق مین کوشش کی اور مرشد کامل کی جستجو مین حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا مدینہ طیبہ مین حضرت شیخ یحییٰ مدنی قدس سرہ کے سلسلہ بیعت مین داخل ہوئے اور زمانہ دراز تک شیخ کی خدمت مین حاضر رہکر کمالات معنوی کسب کئے تکمیل کے بعد خلافت ہندوستان خرقہ حاصل کرنیکے بعد وطن مالوف مین تشریف فرما ہوئے اور شاہجہان آباد دہلی مین قلعہ اور جامع مسجد کے وسط مین سکونت اختیار کی اور خاص بازار مین ایک دینی علوم کا مدرسہ جاری فرمایا اور آخر عمر تک طالبان حق کی ہدایت اور مخلوق کی تلقین مین سرگرمی کیساتھ مصروف رہے۔

آپنے علوم حقائق و معارف مین متعدد کتابین تصنیف فرمائی ہین جنمین سے کشکول کلیمی۔ تفسیر کلیمی۔ مرقعہ شریف سواء السبیل وغیرہ زبان زد خلائق اور مشہور عام ہین آپکے مریدون اور خلفا کی تعداد بیشمار ہے لیکن انمین سے دو خلفاء اعظم زیادہ مشہور ہین حضرت شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادی اور حضرت مولانا مولوی سید محمد علی قدس سرہ آپکی وفات شریف ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ ہجری کو شہر دہلی مین ہوئی اور جس مقام پر آپ سکونت پذیر تھے وہین مدفون ہوئے آپکی تاریخ وفات ذیل کے قطعہ سے واضح ہوتی ہے جو آپکے مزار مبارک کے سرہانے ایک پتھر پر کندہ ہے۔ قطعہ تاریخ فضل و کمال خویش بعالم چو قطب بود ۔ سال وصالش گفتہ ہاتف قطب زمان خویش بود

۱۱۴۲

اس سے آگے بڑھکر جامع مسجد کا مشرقی دروازہ ہے چونکہ جامع مسجد شاہجہان آباد کی مشہور عمارات مین ایک اعلے درجہ کی عمارت ہے اسلئے اسکا ذکر قدرے تفصیل کے ساتھ قلمبند کرنا نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہ مسجد قلعہ معلے سے ہزار گز کے فاصلہ پر غرب کی جانب ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے لیکن اب پہاڑی نظر نہین آتی

جامع مسجد

ملک ہندوستان مین یہ مسجد بے نظیر ہے شاہجہان بادشاہ نے اپنے جلوس کے چوبیسوین سال ۱۰۶۰ھ ہجری مین اسکی تعمیر کا حکم دیا اسکی تعمیر پانچ مہینے تک جعفر خان اور دو برس تک خلیل خان اور تین برس پانچ ماہ تک سعد اللہ خان وزیر کے زیر اہتمام رہی لیکن اسکی تکمیل روح اللہ خان کے ہاتھ سے ہوئی غرض یہ چھ سال مین پانچہزار راج مزدورونکی کام سے جو روزانہ کام کرتے تھے دس لاکھ روپیہ کی لاگت سے مسجد تیار ہوئی۔

مسجد مین پہونچنے کیلئے ہو تینتیس سیڑھیان چڑھنا پڑتا ہے جو بالکل سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہین اسکے تین دروازہ ہین مشرقی دروازہ بہ نسبت جنوبی اور شمالی دروازون کے زیادہ بلند اور زیادہ خوبصورت ہے مسجد کے باہر کیجانب سے کرسی پاؤن تک سنگ سرخ لگا ہوا ہے اندر کی کیفیت یہ ہے کہ فرش مین سے اجارہ تک کی دیوارین سنگ مرمر کی ہین جنمین سنگ موسے کی ہلکی ہلکی تحریر ہے باقی دیوارین سنگ سرخ کی ہین جنمین سبز سنگ مرمر کی دھاریان اور سنگ موسے کی پچی کاری کی ہوئی ہے چھت پر تین شاندار گنبد سنگ مرمر کے ہین جنمین سنگ موسے کی عجیب و غریب دھاریان پڑی ہوئی ہین اندر کا سارا فرش سنگ مرمر کا ہے اور مصلے کی صورت بطور محراب سنگ موسے کی تراشی ہوئی ہے اندر کیجانب کی چھت سنگ مرمر کی ہے اور باہر صحن کیطرف گیارہ نہایت خوشنما در ہین بیچ کا در تو بہت بلند اور شاندار ہے اور ادھر ادھر کے پانچ پانچ در کسیقدر چھوٹے مگر نہایت خوبصورت ہین بڑے

در پر بصورت طغرے یا ہادی لکہا ہوا ہے اور باقی دروں پر بخط عربی جلی قلم سے کتبے
تحریر ہین جنمین شاہجہان کا نام نامی اور تعمیر کی تاریخ زر مصارف کندہ ہے درون کے دونو
طرف دو عالیشان مینار ہین جو ایکسو تیس فیٹ اونچے ہین ان مین سنگ سرخ کے زینے
بنے ہوے ہین جنکے ذریعے سے اوپر جاسکتے ہین مینار سنگ سرخ کے ہین اور ہر طرف تہوڑے
فاصلہ پر سنگ مرمر کی طویل دہاریان سیدہی چلی گئی ہین ہر مینار پر ایک دوسرے
مساوی فاصلہ پر تین باہر نکلے ہوئے تہجے ہین جہان آدمی اچہی طرح گہوم سکتاہے
سب سے اوپر بارہ دریکی برجیان سنگ مرمر سے نہایت دلکشا اور دلربا بنی ہوئی ہین
اوپر سے شہر کا عجب نظارہ معلوم ہوتا ہے تمام شہر مثل کٹورہ کے دکہائی دیتا ہے درختون
کی رونق اور دور دور کے مکانات اس جگہ سے نظر آتے ہین قطب صاحب کی لاٹ آسمان
کو چہیدتی ہوئی اسجگہہ سے معلوم ہوتی ہے فتح گڈہ کا برج انگریزون کی فتح کو یاد دلاتا
ہے مقبرہ ہمایون یہان سے صاف نظر آتا ہے ایکا شمالی مینار بجلی کے صدمہ سے گر پڑا
تہا جس سے اس عالیشان عمارت کو ایک طرح کا زخم پہونچا تہا اور صحن کا فرش بہی جا بجا
سے بگڑ گیا تہا حکام گورنمنٹ نے محمد اکبر بادشاہ کے عہد مین مینار کو بنوایا اور فرش بہی درست
کرادیا اب عرصہ دس گیارہ سال کا ہوا کہ بجلی اور زلزلے کے صدمہ سے جنوبی مینار کی
برجی شق ہو کر گر پڑی تہی جسے نواب بہاولپور نے اپنی لاگت سے درست کرایا چونکہ اس
مسجد مین نمازیون کی کثرت مور و ملخ سے زیادہ ہوتی اور امام کی تکبیر کی آواز سب نمازیون
تک نہین پہونچ سکتی تہی اسلیے محمد اکبر بادشاہ ثانی کے فرزند رشید شہزادہ مغفور مرزا
سلیم نے بڑے در کے بیچ مین سنگ باسی کا ایک خوبصورت مکبّر تعمیر کرایا جسپر ایک یا دو آدمی
کہڑے ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہین مسجد کا ممبر سنگ مرمر کا ہے اور ایسا خوش قطع بنا ہوا
ہے جسکا بیان نہین ہو سکتا مسجد مین شمال کیطرف دالان عربی مین درگاہ شریف ہتی
لوگون کا بیان ہے کہ یہان جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار شریف رکہے ہوے
ہین اورنگ زیب کی عہد سلطنت مین الماس علیخان خواجہ سرانے اسکے آگے سنگ سرخ کا
ایک مجرہ بنوادیا تہا جسپر یہ تاریخی اشعار کندہ تہے سہ

پیش آثار مبارک سرور آخر زمان	در زمان شاہ عالمگیر خاقان جہان
تا سیادت ساخت دیوار حجر از سنگ سرخ	بندۂ با اعتقاد از صدق دل الماس خاں
سال تاریخ بنا چون میر جست از عقل و ہوش	گفت ہاتف بہر خود و اکرد ابواب جناں

مگر کچھہ عرصہ کے بعد ایک تیز آندھی کی وجہ سے یہ محجر گر پڑا تھا آبو الظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ نے از سر نو مرتب کیا لیکن اب وہ بھی نہین ہے اور صرف ایک شرقی دالان مین آثار شریف رکھے ہوے ہین۔

مسجد کا صحن نہایت وسیع اور دلکشا ایکسو چھتیس گز کا مربع ہے او بعض پیمایش کرنیوالون نے ایکسو اٹھارہ گز کا طول اور سو گز کا عرض بتایا ہے اسکے عین وسط مین سنگ مرمر کا ایک خوشنما حوض ہے جو پندرہ گز طولا اور بارہ گز عرضاً ہے اسکے بیچ مین ایک فوارہ لگا ہوا ہے جو اکثر جمعہ اور الوداع اور عید کو چھوٹا کرتا ہے حوض کے غربی گوشہ پر سنگ مرمر کا ایک چھوٹا سا کٹہرہ محمد حسین خان محلی کا تعمیر کرایا ہوا ہے جسپر ذیل کے اشعار کندہ ہین۔

کوثر محمد رسول اللہ ﷺ

رسول دیدہ اند اینجا دلی و اہل اللہ	بجاست گر شود این سنگ ہم زیارتگاہ
بنائے سال بتحسین و آفرین ہاتف	بگفت احاطۂ جائے نشست رسول اللہ

بانی جاے ادب داعی محمد حسین محلی بادشاہی

مسجد کے صحن کے چاروں طرف خوشنما دالان اور دلکش حجرے بنے ہوے ہین اور چاروں کونوں پر بارہ دری کے چار برج بڑے دلچسپ بنے ہوے ہین جنوبی اور مشرقی دالان کے سامنے دائرہ ہندی قایم کیا گیا ہے جو نمازون کا ٹھیک وقت بتاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ عمارت ہی شاہجہان آباد مین عجیب و غریب عمارت ہے جسکی نظیر سے صرف شاہجہان آباد بلکہ ہندوستان کے تمام ممالک خالی ہیں اس مسجد کا تاریخی مادہ یہ ہے

مسجد شاہجہان قبلۂ حاجات آمدہ

ڈاکٹر برنیر صاحب اور ہرسن فورٹ صاحب اور فرگسن صاحب نے اپنے سفرنامون مین اسکی بہت کچھہ تعریف لکھی ہے اور اسکی خوشنما اور دلکش عمارت کو دنیا کے عجائبات مین

ذکر کیا ہے اگر ہمین اپنی کتاب کے زیادہ بڑہجانے کا خوف نہ ہوتا تو اِس مقام پر اُنکی عبارت
نقل کرکے ناظرین کو بہت ہی محظوظ کرتے۔

جامع مسجد کے شرقی دروازہ کی طرف جسے شاہی دروازہ بہی کہتے ہین اور جو دونو دروازون
خاص بازار کا چوک سے بلند اور زیادہ خوبصورت ہے خاص بازار اور سعد اللہ خان کا چوک واقع ہے یہ مقامات
پہلے زمانہ مین نہایت آباد اور پر رونق تہے مگر اب بالکل ویران اور غیر آباد ہین اِس دروازہ
کے نیچے تہوڑے تہوڑے فاصلہ پر بزرگان دین کے چار مشہور مزارات ہین جو اب بہی مرجع
خلایق اور عام زیارتگاہ ہین شمالی دروازہ کے نیچے پائے والون کا بازار ہے جہان انگریزی
شفاخانہ شفاخانہ کی بڑی وسیع عمارت بہت دور تک پہیلی ہوئی ہے قدیم زمانہ مین یہین ایک
شاہجہانی دار الشفا تہا جہان بڑے بڑے حاذق و ماہر حکیم بیٹہتے تہے اور غریب بیمارون
رہٹ کا کنوان کیلئے ہر وقت دواخانہ کہلا رہتا تہا اِسی کے متصل رہٹ کا کنوان ہے۔ یہ کنوان بہی بڑا
نامی اور مشہور شاہجہانی کنوان ہے جو پہاڑ کو کاٹ کر کہودا گیا ہے اسپر رہٹ لگا ہوا ہے
اور اِسی وجہ سے اسے رہٹ کا کنوان کہتے ہین جامع مسجد کے حوض مین یہین سے پانی آتا
ہے یہان پانی کے بہت سے خزانے بنے ہوئے ہین جن سے حوض کا فوارہ چہوٹتا
سراوگیون کا بڑا مندر ہے اِسی طرف مین ایک محلہ دہرم پورے کے نام سے مشہور ہے جہاں سراوگیون کا بڑا مندر
ہے باہر سے یہ مندر چونے اور اینٹ کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے سمت ۱۸۵۱ مین اسکی بنیاد پڑی
اور سات برس کے عرصہ مین بنکر تیار ہوا اتنی بیاکہ سدی پنچ سمت ۱۸۶۴ مین سراوگیون نے اپنے
مذہب کے مطابق اِس مندر مین پوجا کی بات پانچ لاکہہ روپیہ اِسکی تعمیر مین صرف ہوا کہتے ہین کہ لالہ
ہر سکہہ رائے اور لالہ موہن لعل مہاجنون نے اپنے ذاتی روپیہ سے اِس مندر کو تعمیر کرایا تہا
چہوٹا مندر اِسی مندر کے متصل سیٹہہ کی گلی مین ایک اور چہوٹا مندر ہے جسے شہر کے تمام سراوگیون نے
چندہ کے روپے سے بنایا اسکی تعمیر چودہ سمت ۱۸۱۴ مین شروع ہوئی سمت ۱۹۰۱ مین سراوگیون کے مذہب کے موافق
اِس مندر مین مہاراج براجمان ہوے ہین اِن دونون مندرون کے کلس سنہری ہین اور
اندر بہت سے مکانات بنے ہوے ہین۔ پائے والون کے بازار کی انتہا پر ایک نراہہ ہے جہان
سے خانم کے بازار اور دریبہ کو رستہ جاتا ہے جامع مسجد کی پشت پر ایک بڑا وسیع بازار ہے

چاوڑی بازار

جو چاوڑی بازار کے ساتہہ مشہور ہے یہ بڑا دلچسپ اور عام سیرگاہ اور تفریح کا بازار ہے جہان سب طرح کے سودے والے اور ہر قسم کے دوکاندار بیٹھے ہین دال چانول والون اور کاغذی گسیرون کی بہت سی دوکانین ہین - چاوڑی سے کچھہ آگے شاہ بولا کا بڑ ہے

شاہ بولا کا بڑہ

شاہ بولا ایک فقیر تہا جسکا مسکن یہ مقام تہا اسی جگہ اُسکی قبر بہی تہی اگرچہ اب یہان بڑ کا درخت نہین ہے مگر نام وہی چلا آتا ہے یہان سے تہوڑی دور آگے چلکر قاضی کا

حوض قاضی

حوض ہے یہ حوض اگرچہ اب آراستہ نہین ہے مگر تاہم ٹوٹا پہوٹا نشان باقی ہے یہ مقام پر چوراہہ پڑتا ہے یعنے چارطرف کو چار بڑی بڑی سڑکین جاتی ہین ایک تو یہی سڑک جسپر تم چل رہے ہو دوسرے تمہارے مُنہ کے سامنے کی سڑک جو سیدہی اجمیری دروازہ کو جاتی

اجمیری دروازہ

ہے اجمیری دروازہ کے سامنے ایک نہایت سنگین اور خوبصورت عمارت تمہین نظر آئیگی یہ اصل مین نواب غازی الدینخان کا مدرسہ ہے جو سنگ سُرخ سے تعمیر کیا گیا ہے اسکے بڑے اور نہایت خوبصورت تین دروازے ہین جن کے دیکھتے ہی عمارت کی خوبصورتی دلنشین ہوجاتی ہے اندر کی جانب ایک بڑا وسیع صحن ہے اور اُسکے جنوب و شمال مین متعدد حجرے طلبہ کی رہایش کیلئے بنائے گئے ہین جنکی چہت پر بہت سے حجرے بنے ہوئے ہین - جانب غرب مین سنگ سُرخ کی ایک نہایت خوشنما اور وسیع مسجد ہے جسکے فرش مین سنگ سُرخ کے بڑے بڑے چوکے بچہے ہوے ہین مسجد کے دونون پہلوون مین کچھہ صحن چھوڑکر سنگ سرخ کے دو بہت بڑے دالان ہین جنوبی دالان کے پاس مسجد کے متصل ہی سنگ باسی کا جالیدار ایک مجر ہے اور اس مجر مین سنگ مرمر کا جالیدار ایک اور مجر ہے جہان تین قبرین بنی ہوئی ہین جنکے تعویذ سنگ مرمر کے ہین اس مجر کے سامنے دو درجے کا ایک دالان بڑا خوش وضع بنا ہوا ہے وسط صحن مین ایک وسیع و عمیق حوض تہا مگر اب پٹ کر زمین کے برابر ہوگیا ہے اس مدرسہ کا بانی غازی الدینخان ایک بڑا نامور رکن سلطنت ہے جسنے احمد شاہ بادشاہ اور عالمگیر ثانی کے عہد مین اسکی تعمیر کرائی انگریزی حکام نے چاہا تہا کہ اسے منہدم کرادین مگر اسکی استحکامی اور خوبصورتی کی وجہ سے اپنے ارادہ سے باز رہے اور اسکے خندق اُسکے گرد کہود کر اُسے شہر مین لیلیا اور ساتہہ ہی چند فارسی عربی شاستری کے

مقرر کر کے یہان تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا ایک مدت کے بعد یہ مدرسہ دوسری جگہ منتقل ہوگیا اور یہ مکان دار الشفا کے مرضی قرار دیا گیا اِسکے بعد ایک عرصہ تک فوجی لوگون کا سکونت گاہ رہا مگر اب بدستور سابق تعلیم گاہ ہے اور دلی کا عربی سکول قائم ہے۔

جامع مسجد سے آنے والون کے داہنے جانب جو دوسری سڑک جاتی ہے یہ لال کنوین کو ہوتی ہوئی کھاری باؤلی کے بازار تک پہونچتی ہے یہ سڑک بھی بہت بڑی اور وسیع ہے جسمین بدل بیگ خان دینا بیگ خان اور حافظ عبد الرحمن کی قدیم حویلیان اور چھوٹی چھوٹی بہت سی مسجدین واقع ہین دائین جانب کو قاسم جان کی گلی ہے جہان سے بلیماروں کے مشہور بازار مین پہونچ سکتے ہین اِس سے ذرا آگے بڑھکر ردگرون کا محلہ اور لال کنوین کا بازار پڑتا ہے یہ کنواں ابتک موجود ہے اور چونکہ نرے سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے اِسلیے اُسے لال کنواں کہتے ہین یہان سے تھوڑی دور کے فاصلہ پر زینت محل کا مشہور کمرہ اور چڑیون کے کٹڑہ کا بازار ہے۔

سیتارام کا بازار

قاضی کے حوض کی تیسری سڑک جو جامع مسجد سے آتیوں کو بائین جانب واقع ہے بازار سیتارام کو جاتی ہے اس بازار کی انتہا پر بلبلی خانہ کا محلہ واقع ہے جہاں مولوی رشید الدینخان اور منشی شیر علیخان کے مکانات ہین اِن مکانون مین ایک سنگین احاطہ کھنچا ہوا ہے جسمین دو قدیم قبرین موجود ہین ایک سلطانہ رضیہ بیگم دوسری شجیعہ بیگم کی سلطانہ رضیہ بیگم سلطان شمس الدین التمش کی بیٹی ہے جو قطب صاحب کی لاٹ اور مسجد قوت الاسلام اور حوض شمسی کا بانی کہا جاتا ہے سلطان شمس الدین التمش کے انتقال کے بعد اُسکا بیٹا رکن الدین تخت نشین ہوا لیکن چند روز کے بعد امرائے شہر نے اُسے گرفتار کر کے سلطانہ رضیہ کو دیدیا اور ۶۲۴ھ مین سلطان رضیہ خود تخت پر بیٹھی مگر ۶۳۷ھ مین سلطان معز الدین نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور سلطانہ رضیہ ایک کسان کے ہاتھ سے مقتول ہو کر یہان مدفون ہوئی۔

کلان مسجد

جہان سیتارام کے بازار کی سڑک ختم ہوتی ہے وہان سے دائین جانب ایک اور سڑک چلتی ہے اس سڑک پر تھوڑی دور چلکر کالی مسجد داہنے ہاتھ کو پڑتی ہے۔ کالی مسجد

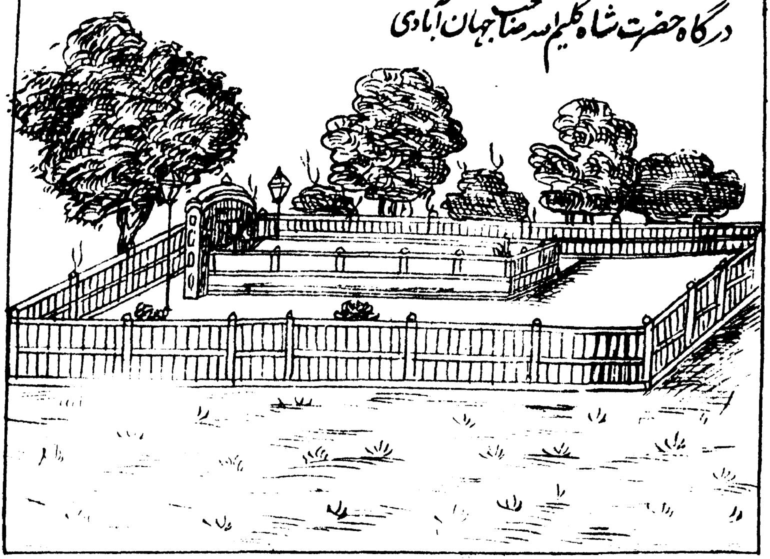

درگاہ حضرت شاہ کلیم اللہ صاحب جہان آبادی

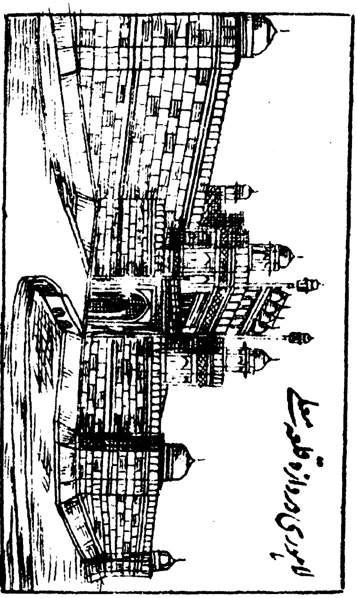

لاہوری دروازہ قلعہ معلی

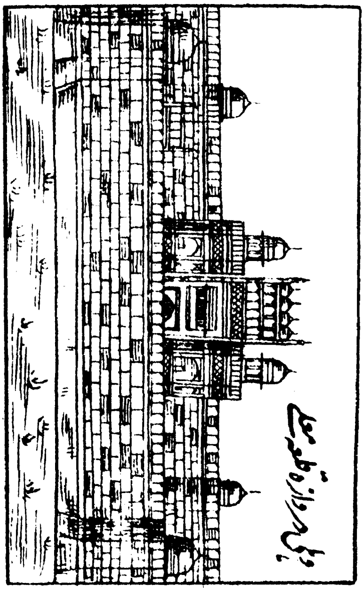

دہلی دروازہ قلعہ معلی

جسکا صحیح نام کلان مسجد ہے اسے جوتانشہ المخاطب بہ جان جہان ابن خان جہان وزیر نے فیروزشاہ کے عہد ۷۸۹ھ مین تعمیر کرایا ہے جیسا کہ اُس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے جو مسجد کے دروازہ کی پیشانی پر کندہ ہے یہ مسجد بہت بلند کرسی دیکر بنائی گئی ہے بتیس سیڑہیان چڑہ کر جو بالکل سنگ خارا کی ہین صحن میں جانا پڑتا ہے۔ مسجد کے نقشہ دیکھنے سے ابتدائی زمانہ کے پٹھانوں کے عمارت کی قطع بخوبی معلوم ہوتی ہے۔ اندر سے مسجد گہری ہے اور پانچ پانچ درہر گہ مین بنائے گئے ہین صحن میں کئی قبرین ہین جنمین ایک قبر خود اسکے بانی کی ہے اور دوسرے اُسکے باپ کی ہے سفورڈ صاحب اِس مسجد کے متعلق لکھتے ہیں کہ جدید شہر کے جنوب مین ترکمان دروازہ کے قریب کالی مسجد ہے کہتے ہین کہ یہ مسجد شہر فیروز آباد میں تہی یہ مسجد پٹھان خاندان کے دوسرے بادشاہ کے عہد سنہ ۱۲۱۶ ۱۲۳۱ عیسوی میں بن چکی تہی کیونکہ اسکی دیوار پر جو کتبہ کندہ ہے اُس سے یہی معلوم ہوتا ہے مسجد بالکل سیدہی سادہی سی ہے اور چودہوین صدی میں ایسی قسم کی عمارتین بناکرتی تہین غالباً اہل ہنود نے مسلمانوں کو تعمیر کا کام سکہایا اور اُنہون نے چند روز کے بعد اس قطع کو چہوڑ کر نئی قطع اختیار کرلی اور اہل ہنود کی عمارات مین بہت کچہ رد و بدل کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ پٹھانوں کی اوائل زمانہ کی عمارات ذرا بہدی دیکہی جاتی ہیں مگر خاندان مغلیہ کے بادشاہوں کے وقت مین فن تعمیر کو کمال عروج حاصل ہوا۔ کہننگم صاحب اِس تعجب خیز عمارت پر ریمارک کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ مسجد مین صرف ایک دالان ۱۰ فیٹ کا لمبا اور ۱۴ فیٹ چوڑا ہے وسط مین چار ستون ایستادہ ہین جنپر گول گول محرابین قایم ہین اگلی طرف دوہرے ستون کہڑے ہین جو کل رقبہ کو ۵ اگز مربع مین منقسم کرتے ہین ہر ایک ستون پر ایک عالیشان گنبد بنا ہوا ہے اور درمیانی گنبد اوروں کی بہ نسبت اونچا ہے دیوار نہایت سنگین ہے اور اسمین سنگ سُرخ کی تین جالیان لگی ہوئی ہین آگے کیطرف جو گوشہ صحن چہوٹا سا ہے اور صحن کے گرد بہت ہی سنگین دیوارین بنی ہوئی ہین اندر کی دیواروں کے بالائی حصون مین بہت سی چہریان پڑی ہوئی ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں ان پر بیل بوٹے ہونگے۔

کالی مسجد سے اُتر کر جب آپ سڑک پر آئیں گے تو مسجد کے دروازہ کے مقابل ایک قدیم قبرستان دیکہینگے تہوڑی سی قبروں کے طے کرنے کے بعد حضرت شاہ ترکمان کی درگاہ کا دروازہ نمو کا ترکمان کی درگاہ

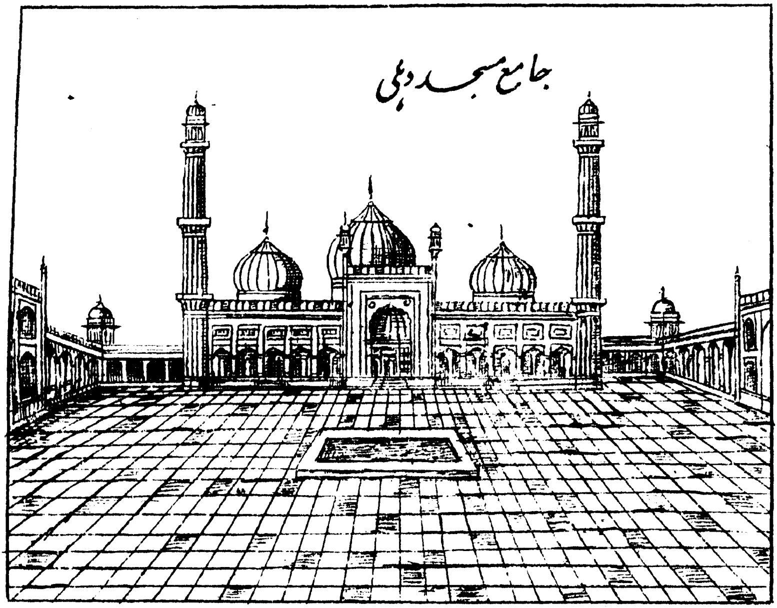
جامع مسجد دہلی

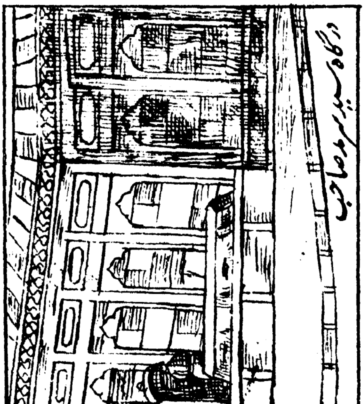
درگاہ سرمد صاحب

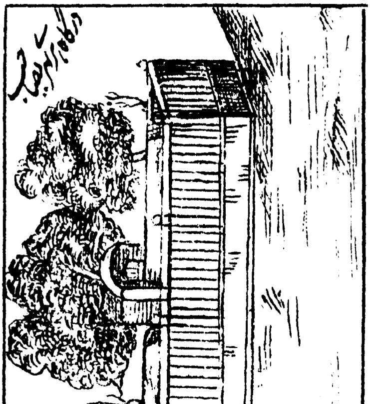

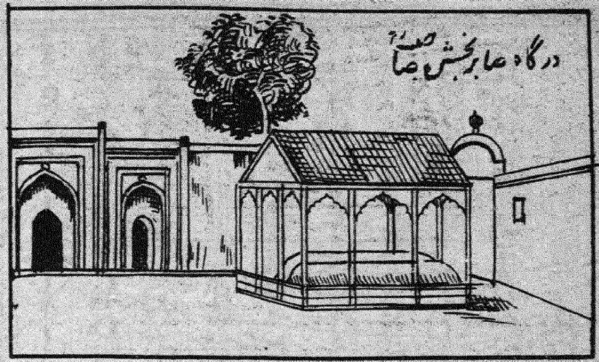

درگاہ عابد بخش صاحبؒ

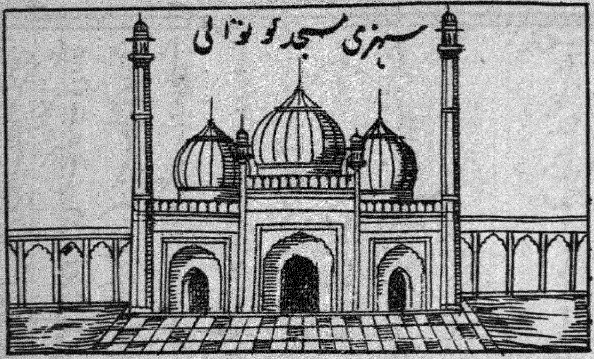

سنہری مسجد کوتوالی

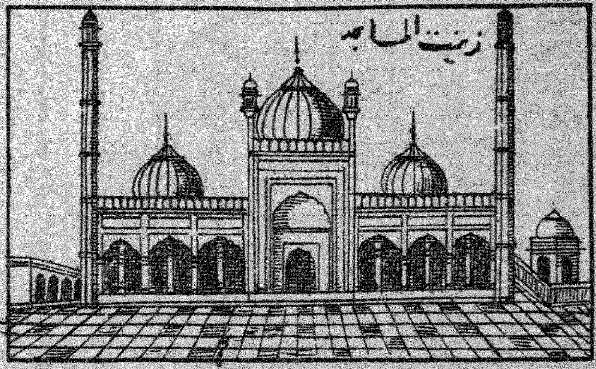

زینت المساجد

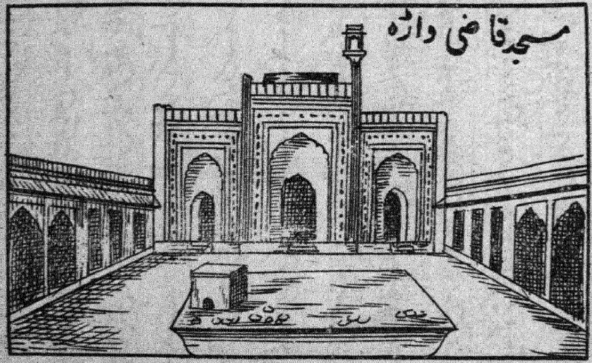

مسجد قاضی واڑہ

ہوگا یہ حضرت شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانی کی درگاہ ہے۔ آپ کا اولیاء اللہ کے سلسلہ مین بڑا پایہ ہے اور آپ کے کمالات بیان سے خارج ۶۳۸ھ ہجری چودہوین رجب کو آپ کی وفات ہوئی یہی وجہ ہے کہ ہر سال اسی تاریخ کو یہان عرس ہوتا اور نسبت کی رسم بڑی دہوم دہام سے ادا کیجاتی ہے آپ کا مزار آسمان کے نیچے واقع ہے ایک مختصر سا احاطہ ہے اور اس مین آپکا مزار ہے مزار کے گرد سنگ مرمر کا کٹہرا لگا ہوا ہے اور تہوڑی دور تک سنگ مرمر ہی کا فرش ہے باقی سنگ سرخ کا یہاں ایک قدیم کہرنی کا درخت ہے جسکی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت مخدوم جہانیان جہان گشت نے اپنے دست مبارک سے لگایا تہا احاطہ مین چار قبرین اور بہی ہین جنمین سے ایک قبر تو آپ کے بہتیجے کی ہے اور تین مریدوں کی

خاص زبان دلّی

درگاہ شریف سے لوٹتون کو جب آپ اسی سڑک پر آئینگے تو یہ سڑک آپ کو ترکمان دروازہ اور دہلی دروازہ کو پہنچادے گی۔

ہم جامع مسجد کے تینون بازارون کا حال لکہہ چکے اب صرف جنوبی بازار کی کیفیت باقی ہے جسے ہم لکہکر اس باب کو ختم کرتے ہین۔ جب آپ جامع مسجد کی سیڑہیوں سے اُتر کر جنوبی رستہ چلینگے تو کچہہ مکانات آپ کے سیدہے ہاتہہ کیطرف پڑینگے اور کچہہ بائین ہاتہہ کی جانب سیدہے ہاتہہ کیجانب — جو مکانات واقع ہین وہ امام کی گلی کہلاتی ہے

امام کی گلی

اسمین شرفا و امرا کے بہت سے مکانات واقع ہین اور یہین مسجد جامع کے امام صاحب بہی رہتے ہین اسی وجہ سے یہ گلی امام کی گلی کے نام سے نامزد ہے۔

غازی بہڑبہونجہ

اس گلی کے متصل ہی بائین ہاتہہ کو غازی بہڑبونجہ کی مشہور دوکان ہے جو کبہی بڑا مشہور اور نامی بہڑبونجہ تہا اسکی دکان پر ہر میلہ مین بہت بڑا ہنگامہ اور رونق ہوا کرتی تہی خاصکر محرم کے دنون مین اتنی بہیڑ ہوا کرتی ہتی کہ تل رکہنے کو جگہ نہ ملتی تہی یہ ان ایام مین ایک چوبی بجرا لٹکاتا تہا اور اسپر مصنوعی توپین اور پلٹنین چڑہاتا تہا دسوین شب کو نو گزا تعزیہ جب گشت کرتا پہرتا ہے یہاں آتا تہا تو یہ بجرہ اسکی سلامی دیتا تہا اور طرح طرح کی آتشبازی اسمین سے چہوٹتی تہی عرصہ ہوا کہ وہ مرگیا اور یہ ساری رونق اسی کے ساتہ چلی گئی۔

مدرسہ حسین بخش

اس بہڑبونجہ کی دوکان سے کچہہ آگے بڑہکر حسین بخش کا مدرسہ ہے مدرسہ نہایت وسیع اور پُر فضا ہے اسکا

دروازہ سنگ سرخ کا محرابدار ہے اور قطع نظر خوبصورت ہونے کے بہت بلند او رعالیشان ہے اندر کی جانب دو درجہ کا ایک وسیع دالان اور دونون جانب بڑے بڑے ایوان بنے ہوے ہین صحن بالکل سنگ سرخ کے چوکون سے پٹا ہوا ہے اور اُسکے گرداگرد طالب العلمون کی رہائش کیلئے حجرے تعمیر کیے ہوئے ہین بیچ مین ایک خوبصورت حوض ہے جو ہر وقت شفاف پانی سے لبریز رہتا ہے اِس مین باہر کے طلبہ حدیث و فقہ کا درس لیتے ہین اور ہر سال دستاربندی کا ایک بڑا پر رونق جلسہ ہوتا ہے کامیاب طالب العلموں کو انعام ملتا اور فارغ التحصیلی کی سند دیجاتی ہے مگر افسوس ہے کہ اب متولیون کی باہمی نزاع سے اِس مدرسہ مین وہ رونق نہین رہی جفاکش اور مستعد مدرسین یہان سے چلے گئے اور محنت کش ذی استعداد طلبہ نے اپنا ڈیرہ خیمہ اُٹھا لیا برائے نام درس تدریس کا دروازہ کہلا ہوا ہے اور دو چار طالب العلم اپنا پیٹ پالنے کی غرض سے پڑے ہوے ہین۔ اِسی مدرسہ کے مقابل مین گوکل

مدرسہ حسینیہ

تا کا کٹہرہ ہے جہان مدرسہ حسینیہ جدید فیشن کا تیار ہوا ہے یہ عمارت بہی وسیع ہے اور زمانہ موجودہ کے ڈہنگ پر بنائی گئی ہے درس تدریس کے متعلق اِسکا بہی نقشہ اچہا نہین ہے یہان ہر جمعہ کو بڑی دہوم کا وعظ ہوتا ہے اور شہر کے سینکڑون آدمی وعظ سننے

ٹیامحل

کی غرض سے جمع ہوتے ہین۔ یہان سے آگے چلکر جانب دست چپ کو ٹیا محل ہے اگرچہ تاریخ سے اِسکا پتہ نہین لگتا مگر قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ سابق مین یہ کوئی بڑا محل ہوگا اور غالباً یہان امرا رہتے ہونگے اب بہت مکانات بنگئے ہین اور اکثر غریب لوگون کا مسکن کہلایا جاتا ہے اِسی محلہ مین منشی کرم اللہ خان عرف ننے خان صاحب رئیس دہلی سکونت پذیر ہین جو نہایت نیکدل اور خیر خواہ ملک و قوم ہین خانصاحب موصوف سیدہی سادہی وضع کے آدمی ہین اور باوجود تمول کے انتہا درجہ کے متواضع اور منکسر المزاج ہین غریبوں کی اعانت مین روپیہ اور وقت صرف کرنے سے دریغ نہین کرتے اور جہانتک بن پڑتا ہے بیکسون کی دستگیری مین بڑی سرگرمی کے ساتھ کوشش کرتے ہین ٹیا محل سے تہوڑے ہی فاصلہ پر جناب مولوی

حویلی مولوی صدرالدین خان

صدرالدین خان بہادر کی حویلی ہے جو سابق مین لالہ ہزارہ بیگ کی حویلی کہلاتی تہی کسی زمانہ مین یہ حویلی نہایت شاندار اور بڑی خوش قطع تہی اسمین جابجا نہرین جاری تہین اور فوارے چہوٹتے

ہے گو اب وہ اگلی سی رونق تو نہین ہے مگر حویلی اصلی وضع پر موجود ہے غلام محمد حسن خان صاحب
رئیس دہلی جو اعلےٰ درجہ کے انگریزی تعلیم یافتہ اور بہت ہی خلیق شخص ہین اسی حویلی مین رہتے ہین آپ
مولوی صاحب موصوف کی خاندانی سلسلہ مین ایک بڑے نامور اور بامروت آدمی ہین ممبران
کمیٹی کی فہرست مین بلحاظ قومی ہمدردی آپ ہی کا نمبر اول ہے جس لائین مین یہ حویلی واقع
ہے اسی لائین مین شیدی فولاد خاں کا بنگلہ تہا۔ شیدی فولاد خان محمد شاہ بادشاہ
کے عہد مین دلی کا کوتوال اور بڑا نامی شخص تہا لیکن مدت ہوی کہ اس بنگلہ کا نشان تک
باقی نہین رہا صرف نام ہی نام چلا آتا ہے۔ یہان سے اس بازار کی ایک شاخ مغربی جانب چلی
گئی ہے جسمین چوڑی والون اور خفت فروشون کے محلے واقع ہیں اس بازار میں چند دکانین
ٹوکریاں بنبے والوں کی ہیں۔ اس شاخ کی انتہا پر مولوی عبد الاحد صاحب کا مطبع
مجتبائی واقع ہے جہاں تمام علوم و فنون کی مروجہ اور درسی کتابین چھپتی اور فروخت
ہوتی ہیں مولوی صاحب موصوف بڑے معاملہ فہم اور تجربہ کار آدمی ہیں۔ اس محلہ
میں چوڑی والوں کی دکانیں ہیں جہاں نہایت نفیس اور عمدہ چوڑیاں بنتی ہیں مطبع
کے سامنے ڈپٹی سلطان خانصاحب کا مکان ہے اس مکان کے آگے چلکر لوہے
کا کارخانہ ہے جسمین اعلےٰ اعلےٰ درجہ کی چیزین کولہو وغیرہ بنتے ہیں۔ آگے چلکر
چاوڑی بازار کی سڑک نکل آتی ہے۔

مطبع مجتبائی

مطبع مجتبائی کے قریب سے ایک سڑک ستیارام کے بازار کو جاتی ہے۔ اس سڑک
پر اکثر ہندو صاحبان کے بڑے بڑے مکان ہین۔ جو شاخ چوڑی والوں کے محلہ کو گئی
ہے اسکے سامنے جامع مسجد سے آنیوالون کو عزیز آبادی کی حویلی ہے جو مدت تک نواب
مغل کے تصرف میں رہی مگر اب انگریزی گورنمنٹ کے علاقہ مین ہے اس حویلی مین ایک
مختصر مگر شاندار مسجد ہے جو پہلے زمانہ مین شکستہ ہوگئی تہی بعد کو مولوی صدر الدینخان بہادر
نے بہت روپیہ خرچ کرکے اسکی مرمت کرائی اور ایک نیا کنوان بنوایا تہوڑا عرصہ ہوا کہ اسمین
پہر کچھہ شکستگی واقع ہوئی اور کسی باہمت مَیں نے مرمت مین کچھہ روپیہ خرچ کیا۔ آگے بڑہکر سید
رفاعی صاحب کی مشہور مسجد ہے اگرچہ یہ ایک قدیم مسجد ہے اور سید رفاعی صاحب سے

سید رفاعی کی مسجد

بہت پیشتر کی تعمیر ہے مگر چونکہ سید صاحب عرصہ دراز تک یہان سکونت پذیر رہے اور وقتاً فوقتاً کچہہ مرمت بہی کی اسلئے یہ مسجد اِس نام سے مشہور ہوگئی سید صاحب بڑے پایہ کے شخص تہے اُنکے ہان ایک مجلس بنام حضرہ منعقد ہوا کرتی تہی جسمین خاص خاص مرید حاضر ہوا کرتے تہے کہتے ہین کہ اس مجلس کے انعقاد کے وقت سید صاحب کے مریدین خاص کے ہاتہون مین بڑے بڑے چہرے ہوا کرتے تہے اور اُن پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی تہی کہ کلمہ طیب پڑہتے جاتے اور ایک دوسرے کو چہرے مارتے جاتے تہے لیکن کسی پر زخم کا اثر نہ پڑتا تہا اور اگر کبہی کوئی زخم ہو ہی گیا تو سید صاحب کے لعاب دہن لگانے سے فوراً اچہا ہوگیا۔ اب سید صاحب کے انتقال کو تقریباً اسّی سال گذرے ہونگے۔

اعظم خان کی حویلی

اِس مسجد کے قریب ہی بائین ہاتہہ کو اعظم خان کی حویلی ہے جو قدیم زمانہ مین نواب اعظم خان نے تعمیر کرائی تہی اُس حویلی کا تو اب کوئی نشان باقی نہین رہا مگر صرف ایک بڑا محراب دار دروازہ قائم ہے جہان سے ہو کر اندر جاتے ہین یہاں ایک بڑا محلہ بستا ہے اور بعض شریف خاندانی آدمی بہی رہتے ہین دہلی کا نامور اور مشہور اخبار یعنے افضل الاخبار مع ضمیمہ دہلی پنچ یہین سے نکلتا ہے افضل الاخبار نہایت مہذب اور سنجیدہ پرچہ ہے جسمین مختلف آرٹیکل اور مضامین خاص کے علاوہ تمام دنیا کی خبرین درج ہوتی ہین اور دہلی پنچ پنجابہ نہ مضامین اور شاعرانہ خیالات اور اُس نتیجہ خیز مذاقیہ کلام سے پُر ہوتا جو بظاہر دل کا بہلاوا اور حقیقت مین ایک بڑے ناصح معلم کا کام دیتا ہے یہ مضامین اُن لوگون کی قلم سے نکلے ہوے ہوتے ہین جو جولانگاہ سخن کے شہسوار کہلاتے ہین اور قادر الکلامی مین اپنا نظیر نہین رکہتے۔ اِس اخبار کے مالک جناب مرزا عبدالغفار بیگ صاحب ہین جو بہت ہی بامروت اور خلیق شخص ہین آپ کو صوفیائے کرام اور مشائخ کبار کے ساتہہ از حد عقیدتمندی ہے اور اسی وجہ سے اِس فن کی کتابین ہمیشہ آپ کے مطبع مین چہپتی رہتی ہین بزرگان اور قدما مشائخ کے چہوٹے بڑے تذکرے اور مختلف سوانح عمریان آپ ہی کے کتبخانہ سے دستیاب ہوسکتی ہین۔ دہلی گائڈ المعروف بہ رہنمائی دہلی جسکا آپ مطالعہ کر رہے ہین یہ بہی بجز یہان کے اور کہین دستیاب نہ ہوگی حویلی اعظم خان کے مقابل دائین ہاتہہ کو ایک بڑی قبر واقع ہے اور اِسی وجہ سے یہ بازار

چتلی قبر

چتلی قبر کے نام سے مشہور ہے کہتے ہین کہ یہ قبر سید روشن صاحب کی ہے جو پانچسو سال سے اسی مقام پر واقع ہے یہان سے اس بازار کی دو شاخین ہوگئی ہین ایک شاخ سیدہی ترکمان دروازہ تک چلی جاتی ہے اس شاخ کے اول حصہ مین میر محمدی کا مزار ہے جس موقع پر اب یہ مزار ہے یہان ایک قدیم حویلی ان ہی بزرگ کی رہایش کی تہی اب ہر سال یہان عرس ہوتا اور بڑی دہوم دہام سے روشنی ہوتی ہے محمد اکبر شاہ بادشاہ کے فرزند مرزا سلیم بہادر بہی مدفون ہین اسی مقام پر دہلی کی ایک مشہور بہوجلا پہاڑی موجود ہے جہان سے شہر کی تمام بلند عمارتین بخوبی معلوم ہوتی ہین۔ اس سے آگے چلکر بائین جانب کو شاہ غلام علی صاحب کی خانقاہ ہے جو اولیاء کبار کی فہرست مین بڑے نامور اور مقتدائے عالم شمار کیے جاتے ہین اسی خانقاہ مین شاہ صاحب موصوف اور جناب مرزا جان جہان جانان مظہر اور شاہ ابو سعید صاحب کے مزارات ہین۔ خانقاہ کے مقابل ایک سید ــ ہے ہا ہتہ کو موم گردنکا چہتہ اور اسی لائین مین شاہ کلن کی ڈگڈگی ہے یہ سر بازار ایک دالان سا ہے جسمین چہوٹی سی دیوار قایم ہے اور اسمین چراغون کے رکہنے کیلئے چہوٹے چہوٹے بہت سے طاق بنائے گئے ہین دالان مین شاہ کلن ایک درویش رہتے تہے جو گروہ مداریہ مین سے شمار کیے جاتے تہے وہ یہان اکثر اوقات روشنی کیا کرتے تہے چونکہ اس فرقہ کی اصطلاح مین ایسے مقام کو ڈگڈگی کہتے ہین اسلئے یہ مقام شاہ کلن کی ڈگڈگی کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اب یہان سے چتلی قبر اور ترکمان دروازہ کو رستہ جاتا ہے

بہوجلا پہاڑ

خانقاہ

موم گردن کا چہتہ

چتلی قبر کے بازار کی دوسری شاخ جو دہلی دروازہ کو گئی ہے اسکے پہلے حصہ مین امیر خان کا بازار ہے جہان پہلے چمڑے والون کی دکانین تہین اور اب مختلف سودے والے بیٹہتے ہین اسی بازار کے دائین جانب ایک بڑا محلہ سوزنگرون کا ہے جہان پہلے زمانہ مین سوزنگر رہتے ہونگے مگر اب مختلف پیشہ کے لوگ رہتے ہین اندر جاکر شیعون کی ایک مختصر سی بستی ہے جہان ایک قدیم بہت بڑا حوض اور اگلی زمانہ کی عمارتون کے کچہہ نشانات دکہائی دیتے ہین۔ محلہ سوزنگرون کے برابر اسی سمت مین بنگش کا مشہور کمرہ ہے جو رفعت و شان مین اس نواح مین اپنا نظیر نہین رکہتا اس کمرہ کو فیض اللہ بنگش نے ہزارہا روپیہ خرچ کرکے تعمیر

بنگش کا کمرہ

چاندنی محل

بہرام خاں کا تراہہ

کرایا تہا بنگش کے کمرہ کے نیچے بائین ہاتہہ کو ایک اور شاخ جاتی ہے جہان شاہی خاندان کے لوگ رہتے ہین گویا تمام شہر مین ایک یہ ہی جگہ ہے جو شہزادون کی سکونت گاہ کہلاتی ہے یہین چاندنی محل بہی ہے جسمین اب شہزادہ اسکول قائم ہے مرزا ثریا جاہ جو خاندان تیموریہ کی جیتی جاگتی یادگار ہین اسی شاخ مین سکونت پذیر ہین اِس بازار کے سامنے تراہہ اور مرزا خجستہ بخت بہادر کی حویلی ہے اور یہین سے دائین جانب امیر خان کے گنج کو اور بائین طرف چیلوں کے کوچہ کو رستہ جاتا ہے مرزا خجستہ بخت بہادر محمد اکبر بادشاہ کے بہائی ہین جنکی حویلی اسمقام پر واقع ہے اِسکے آگے ایک مختصر سا چوک ہے جسے بیرام خان کا تیراہہ کہتے ہین تیراہہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہان سے تین رستے جلتے ہین ایک تو یہی سڑک جسپر سے ہم گذر کر یہانتک پہونچے ہین دوسری وہ سڑک جو یہان سے دہلی دروازہ کو جاتی ہے اور تیسری شاخ بائین طرف فیض بازار کو پہونچتی ہے۔ اِسی موقع پر نہایت دلکش ایک برج کی مسجد ہے جو دائی کی مسجد کے ساتہہ مشہور ہے اور اسکے آگے نواب دبیر الدولہ کی حویلی اور اولیا مسجد واقع ہے۔

تیسرا باب قدیم دہلی کی یادگار عمارات

جب آپ شاہجہان آباد کی عمارات کی سیر سے فارغ ہون تو شہر کے دہلی دروازہ سے نکلکر جنوب کی طرف چلئے یہان بائین ہاتھہ کی جانب آپ کو پرانی جمنا کا کنارہ نظر آئیگا اور دائیں طرف مشہور زمین اندرپت یا میدان جنگ نظر پڑیگا یہ اُن پانچ حصون مین ایک حصہ تہا جنپر پانڈون کے خاندان کے پانچ بہائی حکمران تہے۔ اور باہمی اتحاد و اتفاق کی وجہ سے ایک دوسرے کی مدد انکا منصبی فرض تہا کورون کے بادشاہ نے انکی سلطنت چہین لی اور صاف طور پر کہدیا کہ تم یہان سے نکل جاؤ مین تمہین ایک تل رکہنے کو جگہہ نہ دونگا اسپر پانڈون کے شہزادے بہت ہی برہم ہوکر معہ اپنے چارون بہائیون کے بادشاہ پر حملہ کیا اور پانی پت کے قریب ایک میدان مین اُسے شکست دی۔ ہندوستان اسی مقام پر تین دفعہ سخت رکین اُٹھا چکا ہے جیسا کہ تاریخ سے اس کا پورا پتہ لگتا ہے۔ کہنگہم صاحب کا بیان ہے کہ یہ واقعہ حضرت مسیح کی پیدائش سے پانچسو سال پیشتر کا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دہلی نینوا کی ہمعصر ہے جہان اب ندی بہتی ہے اور اس سے قبل ہی یہ ندی ایک میل مغرب کیطرف بہتی تہی جس کا کنارہ شہر کے متوازی تہا

کوٹلہ فیروزشاہ

دہلی دروازہ سے تہوڑے فاصلہ پر بائین جانب فیروزشاہ کا کوٹلہ ہے جہان پتہر کی ایک قابل دید لاٹ کہڑی ہے یہ مینار اصل مین ہندوون کا بنایا ہوا شہر میرٹہہ مین تہا فیروزشاہ جو ۱۳۵۱ء سے ۱۳۸۸ء تک تخت دہلی پر حکمران ہا میرٹہہ سے اسکو پانچ ٹکڑے کرکے لایا اور اسجگہ شہر فیروزآباد بناکر اسکو لگایا بعض مورخون کا بیان ہے کہ کوہ کماؤن کے پاس جو ہندوستان کے شمال مین واقع ہے دو مینارین گڑی ہوئی تہین ہندوون کا اعتقاد تہا کہ یہ دونون مینارین ہمارے دیوتاؤن کے گانے پر ائین کی لاٹہیان ہین اسی وجہ سے ہزارون ہندو انکی پرستش کیا کرتے تہے انکا یہ بہی اعتقاد تہا کہ جب یہ مینارین یہان سے اُٹہین گی یا توڑ دالی جائین گی تو اسوقت پرلو ہوگی فیروزشاہ نے یہ بات سنکر ہندوون کے اس اعتقاد کی تکذیب کیلئے ایک مینار کو توڑ ڈالا اور دوسری کو یہان لاکہڑا کیا اُس زمانہ سے فیروزشاہ کی لاٹ مشہور ہوگئی۔ جب فنچ صاحب جو بڑے سیاح مورخ ہین یہان موجود تہے تو اُس زمانہ مین اسکی چوٹی پر ایک گول کرہ سا بنا ہوا تہا اور اُسپر ایک چاند نصب تہا یہ قطع اُس زمانہ کی دستور کے موافق بہت اچہی

مینار زرین

بنی چوٹی پر سنہری کام کیا ہوا تہا اسی وجہ سے اسے مینار زرین یا سنہری مینار کہا کرتے تہے۔ یہ زرین مینار ایک ہی بہورے رنگ کے پتہر کا کٹا ہوا بنا ہوا ہے ۴۲ فیٹ ۷ انچ لمبا اور دس فیٹ مدور۔ اوپر کا حصہ ۳۵ فیٹ لمبا ہے جو بڑی خوش سلوبی کیساتہ پالش کیا ہوا ہے اور باقی حصہ سیاہی گہردرا چہوڑ دیا گیا ہے۔ اسپر کئی کتبے ہندوون کے درج ہین سب سے پرانا کتبہ جس مین اسکے بنانے اور کہڑے ہونے کا سبب بیان کیا گیا ہے پالی زبان مین ہے جو حضرت مسیح کے پیدایش سے ۳۰۰ برس قبل عام لوگون مین رائج تہی بدھ مذہب کے زمانہ مین سنسکرت ہی زبان سے نکالی گئی ہے جو اب بہی اس مذہب کے مقلدون کے ملک مین مقدس زبان سمجہی جاتی ہے ان کتبون مین راجہ اسوکہہ کے مشہور و معروف فرمان ہی کندہ کئے

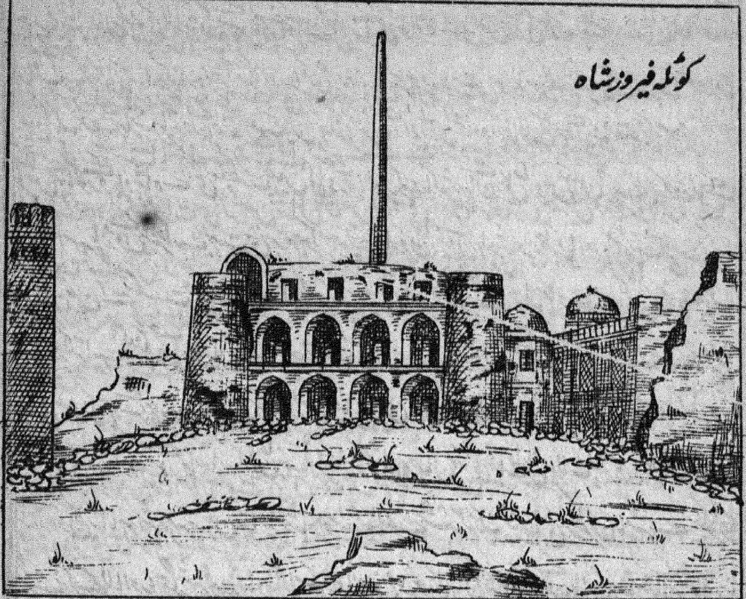
کوٹلہ فیروزشاہ

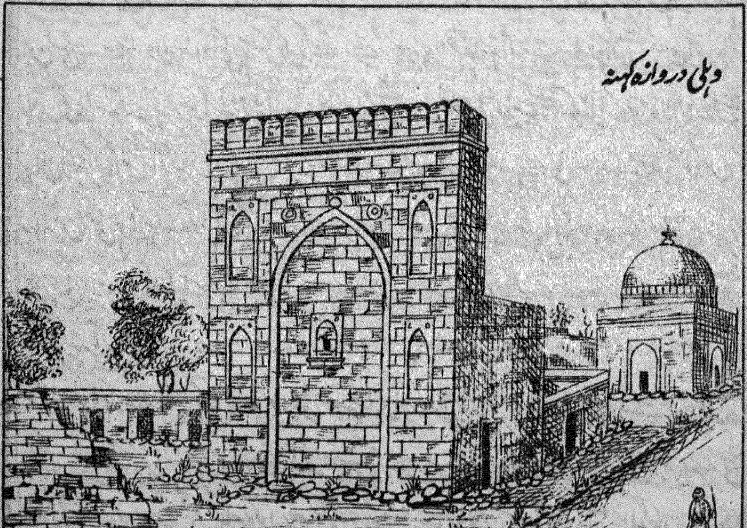
دہلی دروازہ کہنہ

ہوے ہین چنانچہ آخر کا کتبہ اس عبارت پر ختم ہوتا ہے " بادشاہ اسکو ایسے میناروں کی ساخت کی ہدایت کرتا ہے کہ سلطنت کے مختلف حصون مین کہڑے کیے جائین اور نیز یہی فرمان پتہر کے میناروں پر کندہ کیا جائے تاکہ ہمیشہ کیلئے بحال رہے " دوسرے کتبہ مین بلدیو چوہان کی فتح کا حال نہایت موثر لفظون مین لکہا ہوا ہے اور تیسرے مین منجانب راے پتہورا کے اسکے بزرگون کا نام درج ہے اسی شہر فیروزآباد کے شمال و مغرب مین شکاری محل مین ایک اور مینار ایستادہ تہا اسپر بہی بدہ مذہب کے بادشاہ کے وقت کے کتبے کندہ کئے ہوے تہے گروہ مینار عرصہ ہوا کہ ٹوٹ پہوٹ کر خراب ہو گیا۔

فیروزآباد کے اطراف اور کہنڈرات بہی اگر اسمین شامل کیے جائیں تو اسکی آبادی لمبائی مین چہہ میل اور چوڑائی مین دو میل ہے مگر کننگہم صاحب کا بیان ہے کہ شہر اتنی وسعت مین آباد نہوگا میرے نزدیک اسکی آبادی ۰۰۰،۱۵ شمار کیجا سکتی ہے جو آب آگرہ کی ہے۔ فیروز شاہ کا محل جسکے کہنڈرات کوٹلہ مین موجود ہین اسکی فصیل نے ایک وسیع میدان کو محیط کر رکہا تہا لیکن وسعت ٹہیک طور سے معلوم نہیں ہوتی سلاطین مسجد کا کتبہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ ساخت اُس زمانہ مین رائج تہی جس زمانہ مین فیروزآباد بنایا گیا تہا اور ساتہ ہی دوسرے خاندان کے پٹہان بادشاہون کی بہی ساخت پائی جاتی تہی فرگوسن صاحب اسکی اصلیت یون بیان کرتے ہیں کہ سنہ ۱۱۹۱ء مین جب شہاب الدین غوری کو ہند سے ناکام جانا پڑا تو وہ بڑی خاموشی کیساتہ اپنی قوت بڑہاتا گیا اور سنہ ۱۱۹۳ء مین پہر ہندوستان پر حملہ آور ہوا اسوقت اُسنے پرتہی راج کو شکست دی اور دوسری دفعہ قنوج فتح کیا اس تاریخ سے پٹہانوں کی سلطنت کا پہریرا ہند مین اُڑنے لگا۔

سنہ ۱۲۰۶ء مین اسنے انتقال کیا اور قطب الدین ایبک جو اسکا غلام تہا اور اپنی چالاکی سے فوج کا سپہ سالار بنگیا تہا اُسکا جانشین مقرر ہوا قطب الدین کے بعد اُسکا جانشین التمش پٹہانون کی تعمیر کا بانی گزرا ہے جسکی تعمیر شدہ عمارتین ہندوون کے قدیم شہر قطب مین ابتک پائی جاتی ہین اُسنے اوائل زمانہ مین اہل ہنود کی طرح کی عمدہ عمدہ عمارتین بنانی شروع کین اور وسط حکومت مین سیدہی سادہی اور پُر رونق ساخت اختیار کی اور لوگون نے اپنی لیاقت کے مقتضا پر اُن مین اختراع شروع کیا لیکن آخر وقت مین پہر وہی پُرانی وضع اختیار کی مگر اُسے خاص خاص موقع و محل پر استعمال کیا اہل ہنود کی ساخت مین نزاکت کا نام تک نہین پایا جاتا لیکن استحکام اور پائداری مین اسکے بانی کامل اور مشاق شمار کیے جاتے ہین۔

الغرض فیروز شاہ کی لاٹ ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے اور اُسکے اردگرد شہر فیروزآباد کے کہنڈرات پڑے ہیں یہی وہ کہنڈرات ہین جہان جہانگیر ثانی ظلماً قتل کیا گیا اسوقت دریا نہایت طغیانی پر تہا قاتلون نے جہانگیر کی لاش کا صندوق کہڑکی کی راہ سے دریا مین پہینکدیا اور کنارے پر اُسکی نعش پکڑی گئی۔

کابلی دروازہ

شہرکے دہلی دروازہ سے تہوڑی دور آگے قدیم دہلی کا کابلی دروازہ ہے جس سے پرانی دہلی کی عظمت و شان معلوم ہوتی ہے سرسے پانون تک سنگ خارا کا ہے لیکن سامنے کی روکار سنگ سرخ کی ہے دروازہ پر دالان اور حجرے اونشین نہایت خوبصورت خوبصورت بنے ہوئے ہین تاریخ سے کہین ثبوت نہین ملتا کہ یہ دروازہ کس بادشاہ کے عہد مین تعمیر ہوا لیکن قیاساً کہا جاسکتا ہے کہ ہمایون کے عہد مین پرانے قلعہ کے ساتہ بنا ہو۔ ایک یورپین سیاح لکہتا ہے کہ یہ دروازہ تیسری حکومت کی طرز کی عمارت کا نمونہ ہے جو ایک نہایت سنگین و خوشنما بنا ہوا ہے اور شیر شاہ کے بسائے ہوئے شہر کا کابلی دروازہ ہے پہلے اسکے سامنے قلعہ اور محل شاہی تہا جہان سے شیر شاہ نے ہمایون کو شکست دیکر جلا وطن کر دیا تہا لیکن جب شیر شاہ مرچکا تو ہمایون نے دوبارہ سلطنت حاصل کی اور یہان گر کر مر گیا۔ ان دونوں جنگجو یون بادشاہوں کا دار الخلافہ لال دروازہ ہے ہمایون کے مقبرہ کے جنوب تک وسیع تہا اور اسکا دائرہ شاہجہان آباد سے قریباً دوگنا تہا جنوری سنہ ۱۶۱۱ عیسوی مین فنچ صاحب یہان آئے تہے وہ کہتے ہیں کہ مین اجمیری دروازہ کے متصل ندی عبور کر کے جسکا پل گیارہ بڑی محرابون پر قائم تہا اور جسے لوگ بڑا پل کہتے تہے یہان داخل ہوا تہا اور اس پل کے نشانات ابتک موجود ہین ہمایون کی فصیل (جو اسکی جلا وطنی کے زمانہ مین شیر گڈہ یا شاہ گڈہ کہلاتی تہی اور) چہوٹی سی تہی جسکی اسنے جلا وطنی سے پیشتر بنیاد ڈالی تہی لیکن اپنی جلا وطنی سے آنیکے سات برس بعد اس فصیل کو نہایت مستحکم اور خوشنما بنایا ان فصیلوں کی وسعت ایک میل سے کچہہ زیادہ ہے اور صورت مین مستطیل ہے اب اسمین بہت سی جہوپڑیان پڑی ہوئی ہین اور شاہی عمارت مین کوئی کسر شان واقع نہیں ہوئی۔

جیلخانہ

اسی دروازہ کے پاس جیلخانہ ہے جو اصل مین پہلے ایک بڑی سرا تہی جون جون پرانی دلی ویران ہوتی گئی یہ بہی غیر آباد ہوتی رہی یہانتک کہ عالمگیر ثانی اور شاہ عالم کے عہد مین بالکل ویران ہوگئی انگریزی گورنمنٹ نے اس سرا کی شکست و ریخت کی مرمت کر کے یہان جیلخانہ قرار دیا اسکے پاس ایک اور جیلخانہ اور ہسپتال بنائی گئی ہے اور اسی میدان مین قصاص کے لئے جگہ تجویز کیگئی ہے جیلخانہ کے عقب مین ایک قبرستان واقع ہے جو

مہندیان

منہدیون کے نام سے شہرت رکہتا ہے کسی زمانہ مین یہان ایک عجیب و غریب عمارت کہڑی تہی نیچے تو چند مکانات درنما بنے ہوئے تہے اور اوپر چارون کونون پر چار برجیان قائم تہین اور ایک برجی بیچ مین بنی ہوئی تہی باوجود تحقیق کے اس بات کا ابتک پتہ نہین چلا کہ یہ عمارت کس نے بنائی تہی اور کب بنائی تہی اور کس غرض کے لیے بنائی گئی تہی لیکن عوام کی زبانی سنا گیا ہے کہ کوئی نواب تہے جنہین حضرت غوث الاعظم کی جناب مین بہت بڑا اعتقاد تہا اور بعض ہندوستانیون کی رسم ہے کہ حضرت غوث الاعظم کی منہدیان بہرا کرتے ہین تیسے کہپچیون کی ایک اونچی سی برجی

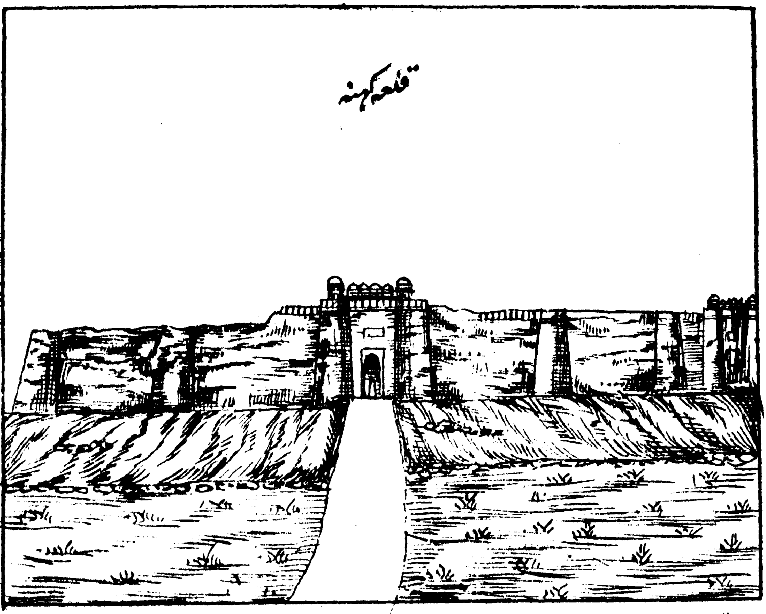
قلعه کهنه

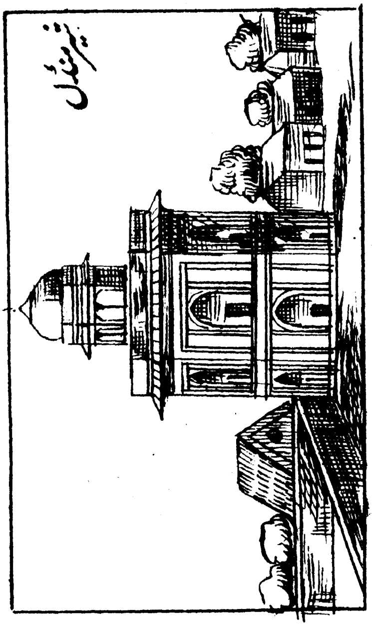
شیر منڈل

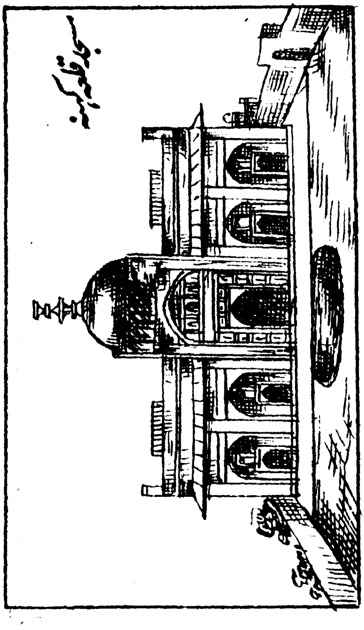
مسجد قلعه کهنه

بناکر اور اسے کاغذ سے مڑھ کر روشن کرتے ہین نواب صاحب کے ہان یہی رسم جاری تہی جب انہین عروج ہوا تو مہندی کی صورت کی ایک عمارت بنائی جس مین ہمیشہ روشنی کیا کرتے تہے اُس زمانہ سے اس عمارت کا یہ نام مشہور ہوگیا مگر اب اس عمارت کی وہ صورت باقی نہین رہی کچھ کچھ نشان پائے جاتے ہین ان ہی مہندیون کے قریب ایک مختصر سا احاطہ ہے جسمین فخر ہندوستان جناب شاہ ولی اللہ اور انکے صاحبزادہ جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب شاہ عبد القادر صاحب شاہ رفیع الدین صاحب شاہ عبد الغنی صاحب وغیرہ مدفون ہیں ان حضرات کی سوانح عمریان دیکھنے والون کیلیے کتاب حیات ولی کافی و وافی ہے جسمین نہایت تفصیل کے ساتھ انکے تمام واقعات و حالات بڑی خوبی سے قلمبند کیے گئے ہیں یہ کتاب جوہری غلام خان افضل المطابع دہلی سے ملسکتی ہے۔

پرانا قلعہ

اسی مین مین پرانا قلعہ واقع ہے جو قلعہ شاہجہان آباد سے دو میل کے فاصلہ پر جنوب کیطرف موجود ہے یہ بہت قدیمی قلعہ ہے کہتے ہین کہ زمانہ مہابہارت مین موجود تہا اور لڑائی سے پیشتر بود ہشٹر پانڈو نے دریودہن کیرو سے جو پانچ قلعے طلب کئے تہے ان مین سے ایک یہی تہا جو اسوقت اندرپرست کے نام سے مشہور تہا کتب تواریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قلعہ کا اصل بانی راجہ اننگپال ہے جسنے سمت ۷۹۲ مین اسکی تعمیر کی لیکن اُس تعمیر کا نام و نشان نہین معلوم نہیں کب ٹوٹی اور کیا ہوئی قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ ہمایون بادشاہ کے عہد تک اُسکا کچھہ نام و نشان ہوگا کیونکہ تواریخ سے دریافت ہوتا ہے کہ ہمایون نے اپنے عہد حکومت ۹۴۰ ہجری مین اس قلعہ کو از سر نو تعمیر کیا اور یہی تعمیر جسقدر بہی ہے آجتک موجود ہے اسکے چارون گوشون پر چار برج ہیں۔ اور فصیل مین چار دروازے قائم ہین جن مین سے تین دروازے بند ہین غربی دروازہ کہلا رہتا ہے۔ ایک دروازہ جو شمال غرب کی طرف واقع ہے طلاقی دروازہ کہلاتا ہے اور اسکی وجہ تسمیہ عوام الناس مین اسطرح مشہور ہے کہ ایک دفعہ کسی مہم پر اس دروازہ سے فوج کشی ہوئی تہی فوج کی روانگی کے بعد دروازہ بند کردیا گیا اور عہد کیا گیا کہ اگر بغیر فتح دروازہ کو کہولین تو انپر طلاق ہے مگر افواہاً ہی معلوم نہین ہوا کہ کس بادشاہ کے زمانہ مین یہ دروازہ تیغہ ہوا ہے۔

قلعہ کی فصیل سنگ خارا اور چونہ کی بہت مضبوط اور نہایت عریض بنی ہوئی ہے اسکے گرد اگرد ایک بڑی عمیق خندق ہے جسکا کچھ حصہ مٹی سے پٹ گیا ہے کسی زمانہ مین یہ نہایت بارونق اور آباد ہوگا اب بالکل ویران پڑا ہوا ہے موضع اندرپت کے باشندے یہان کے مکانون مین رہتے اور مکانون کا کرایہ سرکار کو دیتے ہین فصیل بہت جگہ سے شکستہ ہوگئی ہے اور قدیم مکانات مین سے کسی کا نام و نشان بہی باقی نہیں ہاں البتہ ایک مسجد بہت خوبصورت اور قابل دید ایک جہاں نما جسے شیر منڈل کہتے ہین باقی ہے۔

پرانے قلعہ کی مسجد

پرانے قلعہ کی مشہور مسجد۔ مسجد شیر شاہ کے نام سے پکاری جاتی ہے اگرچہ اسکی بنیاد ہمایون بادشاہ نے پرانے قلعہ کی تعمیر کے وقت ڈالی تہی لیکن چونکہ اسکے جلاوطن ہونے کے بعد مسجد کی تکمیل شیر شاہ کے ہاتھہ سے ہوئی اسلئے اُسے مسجد

شیر شاہ کہنے لگے یہ مسجد پٹھانوں کے آخری حکومت کے نمونہ کی عمدہ یادگار ہے اسکے بعد مغلوں کے طرز عمارت کی بنیاد پڑی اس کا اگلا حصہ نہایت خوبصورت اور عظیم الشان ہے چھوٹے چھوٹے مینار کناروں پر ایستادہ ہیں اور ایک شاندار گنبد اصلی ہیئت کا بیچ میں بنا ہوا ہے مسجد میں سنگ خارا اور سنگ مرمر کی پچی کاری اعلےٰ درجہ کی کی ہوئی ہے آنکا راستہ پانچ محرابوں سے بنا ہوا ہے جو گھوڑے کی نعل کے شکل بنی ہوئی ہیں اندرونی کام اور خوبصورت طاقچوں کی صنعت لائق تعریف ہے وسطی محراب بڑا خوبصورت اور عالیشان ہے جس کا بالائی حصہ سنگ سرخ وسیاہ سے اور زیرین حصہ سفید سنگ مرمر اور سیاہ پتھر کا بنا ہوا ہے نقش و نگار بہت ہی خوبصورت بنے ہوئے ہیں۔ دونوں طرف کی محرابیں صرف سادہ سنگ سرخ کی ہیں جسکے اوپر لاجورد اور سیاہ پتھر سے نقش و نگار بنائے ہوئے ہیں بیرونی محراب کی عمارت زیادہ سادہ ہے اور دیوارین سرخ و خالی پتھروں سے بنی ہوئی ہیں۔ محرابوں کے نیچے محراب دار دروازے ہیں انہیں سے درمیانی دروازہ بہت خوبصورت سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے ہر ہر محراب اور گوشوں میں آیات قرانی بخط نسخ اور کہیں کہیں بخط کوفی کندہ ہیں خاص مسجد کا طول ۴۲ گز اور عرض ۱۰ گز ہے اور صحن ۱۰۰ گز لمبا اور ۸۰ گز چوڑا ہے جو خراب گھاس اور کوڑے کرکٹ سے پڑا ہے صحن میں ایک بہت دلکش مثمن حوض بنا ہوا ہے جسکے عین وسط میں ایک خوبصورت فوارہ تھا جو اب بالکل منہدم ہو گیا ہے۔ چھت پر جانے کا رستہ عجب وضع سے بنایا گیا ہے اور اسکی دیواروں کے آثار میں عمدہ عمدہ نشیمن بنا دیئے ہیں چھت پر چڑھنے سے عجیب نظارہ نظر آتا ہے یہاں بیچ کے گنبد کی دائیں بائیں دو چھتریاں تھیں جو اب ٹوٹ گئیں مگر گنبد اپنی اصلی ہیئت میں باقی ہے الغرض یہ نہایت شاندار اور قابل دید مسجد ہے جو اب بلا مرمت پڑی ہے

شیر منڈل

اسکے قریب ہی ہشت گوشہ ایک عمارت ہے جسے شیر منڈل کہتے ہیں اصل میں ایک بڑا سہ منزلہ برج ہے جسے شیر شاہ نے اپنے عہد سلطنت ۱۵۴۱ء میں صرف تفریح و سیر کے لئے تعمیر کیا تھا۔ عمارت تمام سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے۔ بیچ میں تو ایک کمرہ ہشت پہلو ہے، اور چاروں طرف بہت پتلی غلام گردش ہے سب سے اوپر ایک برجی ہے جس پر سنہری کلس چڑھا ہوا ہے اسمیں نقش و نگار کے نشانات اب بھی پائے جاتے ہیں۔ جب ہمایوں دوبارہ تخت دہلی پر جلوہ آرا ہوا تو اس نے اسے کتب خانہ مقرر کیا اور انجام کار ہمایوں بادشاہ نے یہیں گر کر جان بحق تسلیم کی کہتے ہیں کہ ایک دن ہمایوں شیر منڈل پر چڑھا سیر کر رہا تھا اسی وقت جبکہ بیچ کے درجہ میں پہونچا تو مغرب کی اذان کی آواز کان میں پہونچی بادشاہ نے بیٹھ کر اذان سنی اور دعا مانگ کر جلدی سے نماز میں شریک ہونیکے قصد سے چلا سیڑھی پر سے پاؤں لڑکھڑا لے اور بادشاہ نیچے گر پڑا کچھ عرصہ تک تو بیہوش پڑا رہا مگر جب ہوش بجا ہوئے تو محل میں تشریف فرما ہوا لیکن آخر کار یہ حادثہ مہلک

لعل بنگلہ

بیماری ثابت ہوئی اور چند روز کے بعد انتقال ہو گیا چنانچہ "ہمایوں بادشاہ از بام افتاد" تاریخ انتقال ہوئی۔ پرانے قلعہ سے ذرا آگے بڑھکر ایک عمارت لعل بنگلہ کے نام سے مشہور ہے کہتے ہیں کہ ہمایوں بادشاہ کی

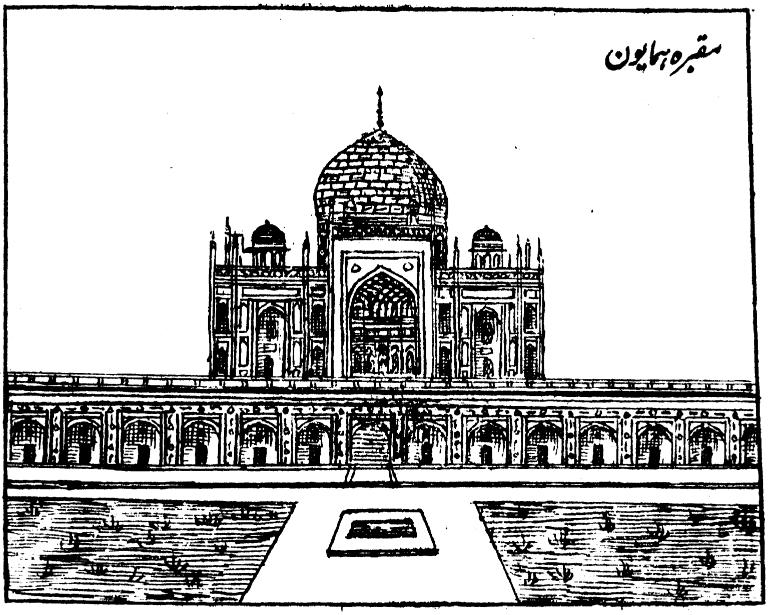

مقبرہ ہمایون

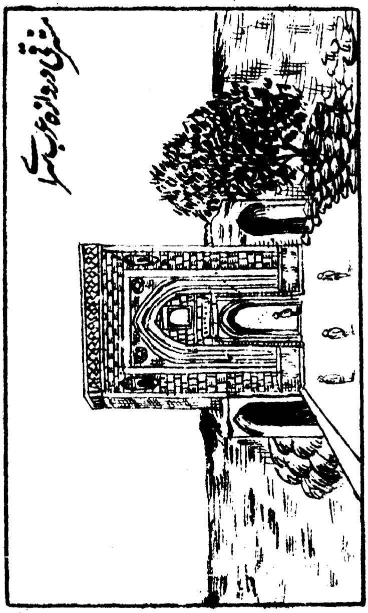

مشرقی دروازہ عرب سرا

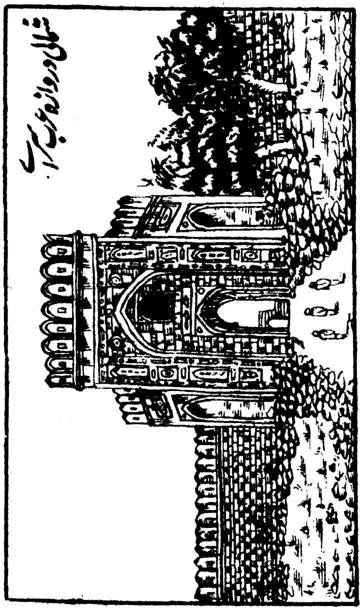

شمالی دروازہ عرب سرا

کسی حرم کے دفن ہونے کو یہان کچھہ عمارت بنائی گئی تہی اسکے بعد شاہ عالم بادشاہ کے زمانہ مین جب انکی والدہ لعل بیگم کا انتقال ہوا تو انکو اس قدیم قبر کے متصل ایک چہوٹے سے گنبد مین دفن کیا اُسوقت سے یہ مقام لعل بنگلہ کے نام سے مشہور ہوگیا شہزادہ عالم کی پیاری دختر بیگم جان بہی اُس دوسرے گنبد مین مدفون ہوئی اور یہ شاندار عمارت تعمیر ہوئی ازان بعد خاندان مغلیہ کی بہت سی قبرین یہان بنتی گئین اب اسکے صحن مین دو بڑے مجحر موجود ہین ایک نواب فتح آبادی کا دوسرا مرزا بلاقی کا۔

حضرت نظام الدین کی درگاہ اور پرانے قلعہ کے بیچ مین ایک بڑا وسیع گنبد ہے جو سید عابد کا مقبرہ کہلاتا ہے یہ گنبد بالکل چونے کا ہے اور کہین کہین چینی کاری کا کام بہی بنا ہوا ہے کہتے ہین کہ سید عابد خان جو خاندورہ خان کے رفیقون او ہمدار المہاموں مین ایک بڑا معزز اور باکمال شخص تہا اور کسی لڑائی مین شہید ہوگیا تہا یہ اُسی کا گنبد ہے اسکا دروازہ بہت شاندار ہے جسپر ایک خوشنما سہ دری بنی ہوئی ہے برج بہی نہایت نازک و لطیف ہین پہلے صحن مین نفیس نہرین اور خوبصورت حوض تہے لیکن اب بالکل ویران و خراب ہوگئے ہین نہرین جدا پٹ گئین حوض الگ خراب ہوگئے برج علحدہ مرمت طلب پڑے ہین چینی کا سارا کام بے رونق ہوگیا ہے مگر باوجود ان تمام باتون کے اب بہی گذشتہ زمانہ کی عمدہ یادگار ہے۔

مقبرہ ہمایون

پرانے قلعہ سے جنوب مین تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ہمایون کا عظیم الشان مقبرہ ہے جو دنیا کی نامور و مشہور عمارتون مین اعلے درجہ کی شاندار عمارت شمار کیجاتی ہے یہ عمارت اسلیے اور بہی دلچسپ ہے کہ خاندان مغلیہ کی عمارات کی ساخت کا پہلا ہی نمونہ ہے اسکے ایک صدی بعد مشہور تاج آگرہ تعمیر ہوا جس مین خاص خاص باتین اختراع کرکے ایک طرح کی زینت و لطافت ایزاد کی گئی یہ مقبرہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی والدہ حمیدہ بانو بیگم ملقب مریم مکانی یعنے ہمایون بادشاہ کی پیاری ملکہ کی سعی و کوشش سے بننا شروع ہوا اور سولہ برس کے عرصہ مین پندرہ لاکہہ روپیہ کی لاگت سے تیار ہوا۔

ایک تجربہ کار سیاح کا بیان ہے کہ جب ہمایون نے وفات پائی اکبر جسکی عمر ۱۳ برس کی تہی لاہور مین تہا حاجی بیگم جسکا خطاب حمیدہ بانو بیگم تہا اور جو ہمایون کی سلطنت کا ایک بازو سمجہی جاتی تہی بادشاہ کا جنازہ اسکے اہتمام سے اٹہایا گیا اور اسی کی سعی سے مقبرہ کی تعمیر شروع ہوئی لیکن اکبر نے اسے انجام کو پہونچایا جب مقبرہ بنکر تیار ہوگیا تو ہمایون کی نعش کو یہان لاکر رکہا اور پانچ بادشاہ جو ہمایون سے پیشتر گذرے تہے اور گیارہ اور لوگ جو اسکے مصاحب یا سپہ سالار یا دوست تہے اسکے قریب رکہے گئے منجملہ اٹہارہ مقبرون کے جو یہان بنے ہوئے ہین سوا ایک کے سب گمنام ہین۔

مقبرہ کا احاطہ جسکے گرد دیوارین ہین ۴۰ گز مربع سے اوپر ہے اور اندر جانیکے لیے دو بڑے بڑے دروازے ہین ایک دروازہ تو جنوب کی طرف واقع ہے دوسرا مغرب کی جانب مغربی دروازہ مین مختصر مگر نہایت خوشنما ہشت سے

مکانات بنے ہوئے ہین جو لطافت و دلکشائی مین اپنا نظیر نہین رکہتے دروازہ مین ہر مکان مین جانے کا رستہ جدا جدا ہے جس مین خوبصورت سیڑہیان بنی ہوئی ہین۔ جنوبی دروازہ مین گو مکانات نہین ہین لیکن دروازہ کے گرد درون کے بننے اور چبوترہ کے ہونے سے ایک عجیب شان نکل آئی ہے دروازون مین سنگ خارا اور سنگ سرخ لگایا گیا ہے لیکن سنگ خارا ایسا خوش رنگ ہے کہ دور سے معلوم ہوتا ہے کہ سنگ سرخ مین سنگ مرمر لگا ہوا ہے۔ دروازون کے اندر چارون طرف ایک پر فضا باغ ہے اگرچہ پہلے زمانہ مین یہ باغ بہت آراستہ تہا لیکن اب بجز چند درختون کے اور کچہہ باقی نہین ہا۔ باہر سے عمارت ہشت گوشہ نظر آتی ہے جسکے چار اطراف طویل اور چار چہوٹے گویا ایک ایسا مربع ہے جسکے چار گوشے کٹے ہوئے ہین۔ مقبرہ دو چبوترون پر کہڑا ہوا ہے نیچے والے چبوترہ کی بلندی ۴ فیٹ چوڑائی ۲۵ فیٹ ہے دوسرا چبوترہ جو اسکے اوپر ہے محراب دار ہے ۲۰ فیٹ سے زیادہ اونچا اور ۲۰ فیٹ سے زیادہ چوڑا ہے اس چبوترہ کے چارون طرف سنگ مرمر کا جالیدار جنگلہ ہے جو ایک زمانہ مین بہت سی جگہ شکست ہوگیا تہا حکام انگریزی نے اسکی مرمت کرا دی ہے اب تین طرف کا جنگلہ موجود ہے اور چوتہی طرف کا ندارد مقبرہ کی کرسی مین بہت سے در ہین اور سب مین بادشاہی خاندان کی قبرین موجود ہین منجملہ انکے ایک قبر دارا شکوہ کی ہے جو اورنگ زیب عالمگیر کا بڑا بہائی وارث تخت تہا جسے عالمگیر بادشاہ نے قتل کرا ڈالا تہا مقبرہ کے درمیانی ہشت کمرے مین ہمایون بادشاہ کی قبر ہے اور کمرہ شمال و مشرق کی طرف واقع ہے اسمین دو قبرین ہین ایک حمیدہ بانو بیگم کی اور ایک ہمایون کی دوسری بی بی کی دوسرے کمرہ مین جو اس طرف بجانب شمال و مغرب واقع ہے تین بادشاہون یعنی معز الدین جہاندار شاہ عالمگیر ثانی اور فرخ سیر کی قبرین ہین اسکے مقابل جنوب و مشرق کی طرف جو ہال ہے اسمین اورنگ زیب دارا شکوہ اور فرخ سیر کی بیگمات مدفون ہین جو تینون حقیقی بہنین تہین اسی لائین مین ایک اور کمرہ بجانب جنوب و مغرب واقع ہے جس مین شاہ عالم بادشاہ اور اسکی بیگم کی قبر ہے۔ ستمبر ۱۸۵۷ء کے غدر مین بہادر شاہ بادشاہ اور بہت سے خاندان مغلیہ کے لوگون نے اسی درمیانی ہال مین پناہ لی تہی مگر میجر ہوڈسن اور لفٹنٹ میگڈونل ایک جالیدار دروازہ توڑکر بہت دیسی سپاہیون کے ساتہہ احاطہ مین داخل ہوے اور بہادر شاہ اور انکے لڑکون کو نظر بند کرلیا جنہین ہوڈسن نے اسی دن اپنے ہاتہہ سے مار ڈالا۔

ہمایون کے مقبرہ کے متصل بہت سے پٹہانون کی دو ایک یادگارین اور خاندان مغلیہ کے وقت کی عمارات سیاحون کو نظر آئینگی چنانچہ اسی احاطہ کے باہر بہت ہی قریب دو مقبرے ہین ایک ہمایون بادشاہ کے حجام کا اور دوسرا اُسکے سپہ سالار خانخانان ابن بہرام خان کا۔ مقبرہ کے متصل ہی عرب سرائی آبادی ہے اسکی بانیہ بہی ہمایون بادشاہ کی بی بی حاجی بیگم ہے جسنے اپنی ہمت عالی اور نیک نیتی سے تین سو اعراب حرمین شریفین سے لاکر یہان آباد کئے اگرچہ اب وہ لوگ تنگی سلطنت کی

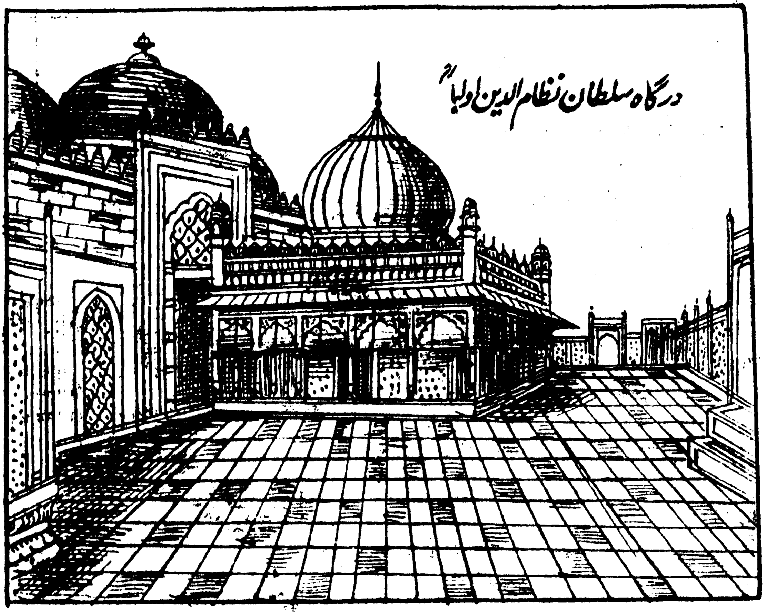
درگاہ سلطان نظام الدین اولیاؒ

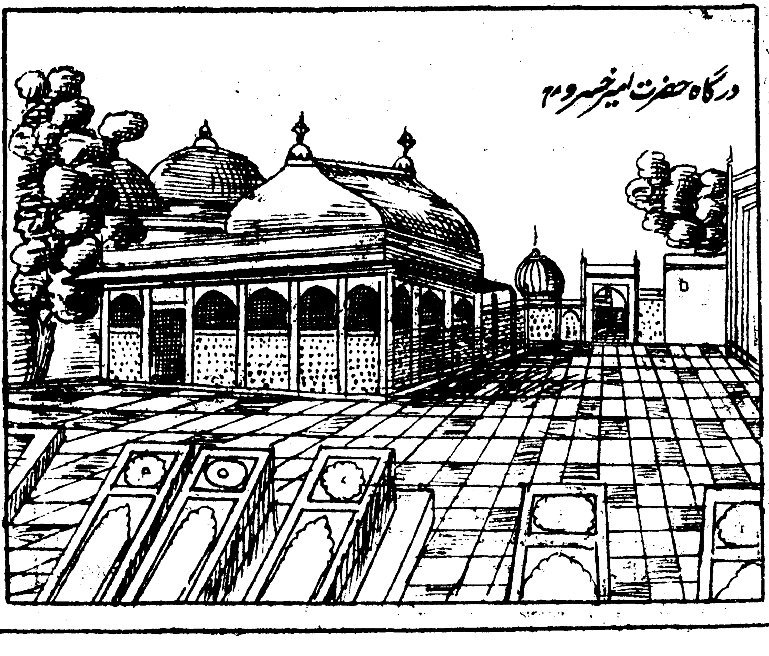
درگاہ حضرت امیر خسروؒ

عیسیٰ خان کا کوٹلہ

وجہ سے منتشر ہوگئے ہین مگر پہر بہی دس پانچ گہر سادات و مشائخ کے خاندان کے باقی ہین یہ سرا ۹۶۱ھ ہجری جلوس اکبری کے چہٹے سال مین بنکر تیار ہوئی اسکے تین دروازے ہین وہ تو کچہہ بہت عمدہ نہین ہین لیکن شمالی دروازہ کسی زمانہ مین بہت شاندار اور خوشنما ہوگا حرب سرا کے غربی دروازہ کے پاس ایک حاطہ ہے جسے عیسیٰ خان کا کوٹلہ کہتے ہین اس حاطہ مین

مسجد عیسیٰ خان

سنگ خارا اور چونہ کی بنی ہوئی مسجد ہے جسے عیسےٰ خان حجاب نے ۹۵۴ھ ہجری عہد سلیم شاہ مین تعمیر کرایا۔ مسجد کے سامنے

عیسیٰ خان کا مقبرہ

عیسےٰ خان کا مقبرہ ہے یہ بہی اسی سنہ مین عیسےٰ خان حجاب نے تعمیر کرایا عمارت اگرچہ چہوٹی ہے لیکن نہایت خوشنما اور خوبصورت ہے ساری عمارت سنگ خارا اور چونہ سے بنی ہوئی ہے اور اوپر کی برجیون کے ستون سنگ سرخ کے ہین اس مقبرہ مین بہت سی قبرین ہین اور خود عیسےٰ خان اس کا بانی بہی یہین مدفون ہے۔

درگاہ حضرت نظام الدین

یہان سے تہوڑی دور آگے بڑہکر حضرت نظام الدین اولیا کا مشہور مقبرہ ہے یہ اولیا کاملین مین گذرے ہین جنکے رتبہ کے شخص بعہد تغلق شاہ ۱۳۲۱ء مین گذرے ہین جن کا قدرے تفصیل کے ساتہ ابہی ذکر کیا جائے گا۔ اس مقبرہ مین داخل ہونے سے پیشتر ایک باولی نظر آتی ہے مشہور تو یہ ہے کہ یہ باؤلی حضرت نظام الدین اولیا نے اپنی زمانہ زندگی مین تعمیر کی ہے اور خود آپنے اور آپکے مریدون نے پہلے پہل اسے کہودنا شروع کیا تہا لیکن تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی عمارت اور جنوبی ضلع کے تمام مکانات فیروز شاہ کے عہد مین تعمیر ہوے ہین باؤلی کے نامی مکانات ہین ایک تو اُسکے سر پر قدیم پٹہانون کے وقت کا گنبد ہے جسکے بانی کا کچہہ پتہ نہین چلتا ایک ضلع غربی کیطرف سنگ مرمر کا برج ہے جسمین سنگ مرمر کی نہایت عمدہ اور مستحکم قبر ہے قبر پر کچہہ آیات قرآنی اور نود و نہ نام ایسے خوشخط لکہے ہوے ہین کہ آجتک دیکہنے مین نہین آئے اسپر چند تاریخی اشعار بہی کندہ ہین اور آخر مین اسکی بانیہ کا نام اور سنہ تعمیر جلی حرفون سے لکہا ہوا ہے چنانچہ ہم اُن اشعار کو بعینہ نقل کرتے ہین ؎ سال تاریخ فوت او جستم ؛ از دل صفا پیر پاک سرشت ؛ آہ سرد کشید و گفت مگوئی ؛ باد ہمدم بحوریان بہشت ؛ بائی کوکلدیی بنت ملائم خان ۸۰۰ھ ہجری۔ قدیم زمانہ مین باؤلی پر آنے کا رستہ مسجد سے تہا اور لوگ وضو کیلیے سیدہے باؤلی پر چلے آتے تہے مگر محمد شاہ بادشاہ نے اُسے پاٹ کر چہت سا بنا دیا اب لوگون کو ذرا جہکر کا کر باؤلی پر آنا پڑتا ہے۔ باؤلی کے جنوبی ضلع کی جانب فیروز شاہ کے عہد کی عمارت کے درے بنے ہوے ہین اور اسطرف سے باؤلی پر آنے کا رستہ ہے اسی مقام پر ایک لمبا پتہر پر کتبہ کندہ ہے جس سے اُسکے بانی کا نام اور تاریخ بنا معلوم ہوتی ہے چونکہ وہ بڑا لمبا چوڑا کتبہ ہے اسلیے ہم اُسے درج کتاب نہین کرتے ناظرین خود دیکہہ سکتے ہین باؤلی کے باہر کے دروازہ پر سونے کے پانی سے یہ مصرع لکہا ہوا تہا ؎ شاہان چہ عجب گر بنوازند گدا را ؛

باؤلی کا پٹا ہوا چہتہ طے کرنیکے بعد ایک محرابدار مختصر مگر نہایت خوبصورت دروازہ آتا ہے جہان سے حضرت نظام الدین اولیا کا

مقبرہ بہت ہی قریب نظر پڑتا ہے آپکے والد بزرگوار احمد بن دانیال غزنین سے ہندوستان مین تشریف لائے اور آپ صفر ۶۳۶ھ ہجری کو بدایون مین پیدا ہوے پچیس برس کے تہے تو دہلی مین تشریف لائے اور یہان سے فارغ التحصیل ہوکر پاک پٹن تشریف لیگئے وہان حضرت شیخ فریدالدین مسعود شکر گنج کی خدمت مین بیعت حاصل کی اور پہر دہلی مین آکر غیاثپور مین سکونت اختیار کی لوگون نے آپکی پاک تعلیم وتلقین سے سعادت اخروی حاصل کی اور یکلخت انکی کایا پلٹ گئی آخرکار آپنے ربیع الثانی اٹھارہوین تاریخ ۷۲۵ھ ہجری کو سفر آخرت اختیار کیا اور غیاث پور کی سرزمین جہان آپکا مزار ہے مدفون ہوئے شہنشاہ دین آپکی تاریخ وفات ہوئی جیسا کہ ذیل کے کتبہ سے جو مسجد کی دیوار پر کندہ ہے واضح ہوتا ہے ؎ نظام دو گیتی شہ ما وطین ۔ سراج دو عالم شدہ بالیقین ۔ چو تاریخ فوتش بجستم ز غیب ۔ ندا داد ہاتف شہنشاہ دین ۷۲۵ھ ۔ آپکے مقبرہ کی مختلف اوقات مین تعمیر ہوتی رہی اور اتفاق زمانہ سے روز بروز اچھی صورت بنتی گئی چنانچہ آپکے انتقال کے بعد خلجی سلاطین کے عہد مین آپکا مزار ایک حجرہ سا تہا ۹۷۰ھ ہجری مین سید فریدون خان نے اکبر کے زمانہ مین مزار کے ارد گرد ستون کہڑے کرکے بارہ در قائم کئے اور اُسپر ایک نہایت نفیس گنبد بنایا سنگ مر کی جالیان لگائین ۔ پہر محمد امام الدین حسن المعروف شمس الدین محمد خان نے اسی عہد مین مزار کی چہت کے ساتہ گنبد کو شامل کرلیا اسکے بعد ۱۰۱۷ھ ہجری مین فرید خان المخاطب بہ مرتضے خان نے جو فریدآباد کے اصل بانی ہین نورالدین جہانگیر کے عہد مین مزار مبارک پر سیپ کے کام کا نہایت نفیس ولطیف چہپر کہٹ چڑہایا اور شاہجہان کے عہد مین کل عمارت کی مرمت کیگئی اور اسی زمانہ یعنے ۱۰۶۳ھ ہجری مین خلیل اللہ خان نے مزار کے گرد سنگ سرخ کی غلام گردش بنائی اور ہر ضلع مین پانچ پانچ در رکہے کہ سب ضلعون کے در ملکر بیس ہوگئے مدت تک یہ غلام گردش بنی رہی بعد کو جناب مولوی فخرالدین صاحب نے تجویز کی کہ سنگ سرخ کی غلام گردش کی جگہ سنگ مر کی غلام گردش بنائی جائے چنانچہ سنگ مر کے ستون کہیچے گئے اور تعمیر کا کام شروع ہوگیا مگر چونکہ اثنائے تعمیر ہی مین مولانا کی حیات کا پیمانہ لبریز ہوکر چہلک گیا اسلئے تعمیر کا کام ناتمکل رہا بعدہ نواب احمد بخش خان والی فیروزپور جہرکہ نے اُن سنگ مر کے ستونون کو سنگ سرخ کے ستونون کی جگہ لگایا مگر محرابین سب سنگ سرخ ہی کی رہین لیکن آخری دور مین فیض اللہ خان بنگش نے ۱۲۳۶ھ ہجری مین سنگ سرخ کی چہت کے نیچے تانبے کی چہت جڑوادی اور اُسپر سنہری ولاجوردی کام بنوادیا لیکن ابہی تک مقبرہ کا گنبد چونہ کا تہا اور غلام گردش کے بننے سے بہت ہی پست ہوگیا تہا اسلئے اکبر شاہ ثانی نے سنگ مر کا برج تعمیر کرایا اور اُسپر بہت ہی نفیس سنہری کلس چڑہایا چنانچہ وہی عمارت ابتک موجود ہے ۔ شوال اور ربیع الثانی کی سترہوین تاریخ یہان بہت بڑا عرس ہوتا ہے اور ہزارہا آدمی آکر رات کو رہتے ہین مشائخون کی مجلسین گرم رہتی ہین اور بڑی دہوم دہام کی رونق ہوتی ہے ۔

اس منارہ بارک کے پہلو مین مشہور جماعتخانہ کی ایک نہایت وسیع وفراخ مسجد بنی ہوئی ہے جسکے بیچ کا درجہ بڑے گنبد سمیت
سلطان علاؤالدین خلجی کے فرزند خضر خان نے غالباً ۱۲۷۱ہ ہجری سے پیشتر بنایا ہے مسجد کا یہ درجہ جو بہت بے نظیر اور عدیم المثال ہے
سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے لیکن اسکے برج کو دیکھکر نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت ہوتی ہے کہ اتنے بڑے لداؤ کا برج کسطرح بنا ہوگا
جسکا صرف درمیانی قطر چودہ گز کا ہے اس درجہ مین ایک سنہرا کٹورا لٹکا رہا ہے جاٹون نے اسے سونے کا خیال کرکے اگرچہ بہتری
گولیان ماری مگر وہ کٹورا گرا نہین لیکن باوجود تحقیق کے معلوم نہین ہوا کہ یہ کٹورا کاہے کا ہے اسکے بعد جب سلطان غیاث الدین
تغلق کا بیٹا سلطان محمد تغلق بادشاہ ہوا جسنے اپنے تئین عادل شاہ مشہور کیا اور جو آخر کو سلطان خونی کے لقب سے پکارا
گیا تو اسنے اس درجہ کے داہنے بائین جانب دو درجے اور بنا دیئے اور ان دونون درجون مین آگے پیچھے دو برج قائم کر دیئے ان
دونون درجونکے چار برج اور خضر خان کا بنایا ہوا بیچ کا برج ملکر مسجد کے پانچ برج ہو گئے یہ دونون درجے غالباً ۷۲۵ہ
ہجری کے بعد تعمیر ہوئے ہین درگاہ اور مسجد کا تمام فرش سنگ مرمر کا ہے جسے محمد شاہ بادشاہ نے بنوایا ہے اسی درگاہ کے صحن مین جنوب کیطرف
تین مججر ہین ایک جہان آرا بیگم کا دوسرا احمد شاہ کا تیسرا مرزا جہانگیر کا۔

جہان آرا بیگم کا مججر سر سے پاؤن تک سنگ مرمر کا ہے جسکے گرداگرد سنگ مرمر کی بڑی خوبصورت کہدی ہوئی جالیان
لگی ہوئی ہین بیچ مین چار قبرین ہین تین بڑی ایک چھوٹی۔ جہان آرا بیگم شاہجہان بادشاہ کی بیٹی اور بدقسمت دارا شکوہ کی
حقیقی بہن تھی جو شاہجہان کے تخت وتاج کا وارث تھا اور آخر کار آسانی سے شکست کھا کر اپنے چھوٹے بھائی اورنگزیب کے
ہاتھ سے مارا گیا جو اپنے باپکو تخت سے معزول کرکے خود تخت نشین ہو گیا تھا جہان آرا بیگم حسن وجمال مین شہرۂ آفاق تھی اور اسے
خواجگان چشت سے نہایت اعتقاد تھا اسنے تین کرور روپیہ کا اپنا تمام مال و اسباب یہان کے خدام کو دیکر یہ مین اپنے مدفن کیلیے
خریدی تھی لیکن عالمگیر نے دو کرور روپیہ ضبط کر لیا یہ کہکر کہ تہائی سے زیادہ مین وصیت جائز نہین ہے زمانہ کے فرنگستانی
سیاح جہان آرا کی نسبت بڑی غلط باتین بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اسنے اورنگزیب کی عداوت کے مطعون جاہ و جلال کو
نہایت ہی وقعت کی نظر سے دیکھا اور یہی وجہ ہے کہ اسنے اسکے دربار کی شرکت حاصل کرنی پسند نہین کی بلکہ باپکے ساتھ آگرہ کے
قید کے زمانہ مین آگرہ ہی رہنا پسند کیا اورنگزیب پر یہ بھی شبہ کیا گیا تھا کہ وہ اسے قتل کرنے کو دہلی لے گیا تھا تیونیر کہتا ہے
کہ مجھے معلوم ہے کہ اسے اورنگزیب کے حکم سے آگرہ سے نکال لے گئے اور وہان وہ مدتون رہی بلکہ اپنی بہن کے انتقال کے بعد بھی
۱۰۹۱ہ تک زندہ رہی۔ اس مججر کو جہان آرا بیگم نے اپنے سامنے بنایا تھا لوح مزار پر یہ الفاظ کندہ ہین۔ کہتے ہین کہ اس
کتبے کا کچھ حصہ اسنے خود لکھا ہے۔

ھو الحی القیوم۔ بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا ✽ کہ قبرپوش غریبان ہمین گیاہ بس است ✽ الفقیرۃ الفانیۃ جہان آرا

مرید خواجگان چشت بنت شاہجہان۔

اسی مجر کے متصل دوسرا مجر محمد شاہ بادشاہ کا ہے جو لطافت و نفاست مین پہلے مجر سے بہت بہتر ہے اس مجر کا سنگ مر ایسا آبدار اور خوشرنگ ہے جسکے آگے موتی کی جلا بالکل ماند معلوم ہوتی ہے گل بوٹے بیل پتے منبت کاری کے بیمثل اور لاجواب بنے ہوئے ہین سنگ مر کی جالیان ایسی عجیب و غریب بنی ہوئی ہین کہ دور سے قبر کے گرد نور کی چادر تنی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اسمین سات قبرین ہین ایک خاص محمد شاہ کی دوسری انکی ملکہ کی تیسری محمد شاہ کے پوتے مرزا کلرو کی چوتھی مرزا عاشوری کی اور تین قبرین دیگر سلاطین کی۔ محمد شاہ نے اپنی زمانہ زندگی ہی مین یہ زمین خدام سے مول لیکر اپنا مجر بنایا تھا مجر کے دروازہ مین سنگ مر کے ایک پتھر کے قد آدم دو پٹ لگے ہوے ہین جنکی نظیر کہین ڈھونڈنے سے بھی نہین ملتی اسکے متصل ہی مرزا جہانگیر کا مجر ہے اور بعینہ محمد شاہ بادشاہ کے مجر کی نقل اتاری گئی ہے گو مرزا جہانگیر کے مجر مین محمد شاہ کے مجر کی نسبت کام بہت باریک و نازک ہے اور جالیان بھی بہت ہی لطیف و باریک ہین لیکن سنگ مر ایسا آبدار اور خوشرنگ نہین ہے۔ محمد شاہ کے مجر پر ایک قسم کی ملاحت ہے اور مرزا جہانگیر کے مجر پر روکھا پن برستا ہے۔ مجر کا چبوترہ زمین سے کئی فیٹ اونچا ہے جسپر سیڑھیون پر چڑھکر جا سکتے ہین قبر کا تعویذ بڑی دستکاری کا بنا ہوا ہے جو بہت ہی صاف سنگ مر کا ہے اور اسمین پھول پتیان کھدی ہوئی ہین۔ مرزا جہانگیر۔ محمد اکبر بادشاہ ثانی کا فرزند ہے جس نے سٹین صاحب کو جو دہلی کا رزیڈنٹ تھا طپنچہ مارا تھا اس وجہ سے حکام انگریزی نے اسے نظر بند کر کے الہ آباد بھیجدیا تھا اس نے وہین انتقال کیا نواب ممتاز محل اکبر بادشاہ کی بی بی نے اپنے مرحوم فرزند کی لاش دہلی منگوائی اور یہان دفن کر کے مجر بنایا اس مجر کی تاریخ ٹھیک طور پر معلوم نہین ہوتی لیکن قیاساً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۲۴۸ ہجری مین تعمیر ہوا ہوگا الغرض اس احاطہ مین ہر قسم کے جالیدار اور کھدے ہوئے سنگ مر کے پتھر پائے جاتے ہین جو پانچ صدی تک کے بنے ہوئے ہین مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آج بنے ہین۔

حضرت نظام الدین اولیا ہی کے احاطہ مین حضرت امیر خسرو کی درگاہ ہے جو حضرت نظام الدین کے بڑے مشہور مرید گذرے ہین انکا اصلی نام ابو الحسن اور والد کا نام سیف الدین محمود ہے جو بڑے امرائے نامدار مین سے تھے امیر خسرو نے بھی مدت تک امیری کی اور امیری سے خسروی تک نوبت پہونچی آپکو اپنے پیر سے سخت محبت تھی جب حضرت نظام الدین کا انتقال ہوا تو آپکو بہت غم ہوا اور سارا مال و اسباب لٹا کر پیر کی قبر کے مجاور ہو گئے یہانتک کہ حضرت کے انتقال کے چھ مہینے بعد انیسوین ذیقعدہ سنہ ۷۲۵ ہجری جمعہ کی شب کو سفر آخرت قبول کیا اور پیر کے مزار کی پائینتی مدفون ہوئے عرصہ تک آپکا مزار بلا گنبد و مجر رہا لیکن سنہ ۱۰۱۴ ہجری جلال الدین اکبر اور نور الدین جہانگیر کے وسطی عہد مین محمد عماد الدین حسن طاہر نے مزار مبارک پر مجر اور سنگ مر کا بہت نفیس و لطیف گنبد بنایا۔ گنبد کے گرد سنگ سرخ کی جالیان آدمی کے گلے گلے تک کی لگی ہوئی ہین اور جنوب کی طرف ان جالیوں پر مجراین

درگاہ حضرت امیر خسرو

رین)

قائم کرکے چہت پاٹ دی ہے۔ حضرت امیر خسرو کے مزار کی پائنتی مردہ اکرام کی قبر ہے جسنے مشہور سرا لاہوری دروازہ کے باہر تعمیر کرائی تہی۔

مقبرۂ اتکہ خان

حضرت نظام الدین اولیا کے روضہ کے قرب وجوار مین مقبرہ اتکہ خان یعنی شمس الدین محمد خان المخاطب اعظم خان کا مقبرہ واقع ہے جسے اُسکے بیٹے کوکلتاش خان نے سنگ سرخ اور سنگ مرمر سے سنہ ۹۶۵ ہجری مین بنایا اعظم خان کی بیوی نے اکبر بادشاہ کو دودہ پلایا تہا اس سبب سے اسے اتکہ کہا کرتے تہے۔ اکبر کے عہد مین اسے بڑا عروج تہا اور تمام سلطنت کا وکیل مطلق کہلایا جاتا تہا اسی حسد کی وجہ سے ادہم خان نے بائیسوین رمضان سنہ ۹۸۹ ہجری مین اسے قتل کرا ڈالا پہر بادشاہ نے اُسکے قصاص مین ادہم خان کو قلعہ سے دو دفعہ گروا کر مروا ڈالا چنانچہ اس واقعہ کی تاریخ "دو خون شد" ہوئی اور تاریخ وفات مین اشعار زبان زد خلائق ہوئے۔ خان اعظم سپاہ اعظم خان بہ کہ چو او کس درین زمانہ ندید بہ شہادت سید ماہ صیام بہ شربت موت روزہ وا چشید بہ کاش سال دگر شہید شدے بہ کہ شدے سال فوت خان شہید۔ اس مقبرے کے اندر و باہر قرآنی آیات کندہ ہین اور منبت کاری کے بیل بوٹے ایسے اچہے بنے ہوئے ہین کہ بیان سے باہر ہے۔

چونسٹھ کھنبہ

مقبرہ اتکہ خان کے متصل ہی ایک اور عجیب و غریب عمارت ہے جو بشکل مربع سر تا پاؤن تک سنگ مرمر سے بنی ہوئی ہے اور چونکہ سنگ مرمر کے چونسٹھ ستونون پر چہت قائم ہے اسلئے اسے چونسٹھ کہنبہ کہتے ہین اس مین مرزا عزیز کوکلتاش خان کی قبر ہے جو اعظم خان کا بیٹا اور اکبر بادشاہ کا کوکا تہا۔ یہ سنگ مرمر کا بڑا بہاری کمرہ ہے جسکے ۲۵ چہوٹے چہوٹے گنبد ہین اور جن ستونون پر یہ گنبد بنے ہوئے ہین اُن پر نہایت عمدہ نقش و نگار محرابین بنی ہوئی ہین چارون طرف سنگ مرمر کی خوشنما جالیان کہڑی ہین اور نہایت باریک و نازک کام کیا ہوا ہے الغرض ایک عجیب عمارت ہے اور خاندان مغلیہ کے پہلے تاجدار کے زمانہ کا اچہا نمونہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارت اسلئے بنائی گئی ہوگی کہ کل خاندان کے لئے مقبرہ کا کام دے۔

صفدر جنگ یا منصور کا مقبرہ

حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ کے باہر پرانے دروازہ کے متصل جو مغرب کی جانب سیدہی سڑک جاتی ہے اُسکی انتہا پر صفدر جنگ یا منصور کا مقبرہ ہے جو قطب والی سڑک کے داہنی جانب واقع ہے اصل مین یہ مقبرہ منصور علیخان المخاطب صفدر جنگ نے تعمیر کرایا تہا جو احمد شاہ بادشاہ کا وزیر سلطنت تہا مقبرہ ایک باغ مین واقع ہے جسے چارون طرف سے بلند دیوارین محیط ہین۔ اسکے چارون کونون پر سنگ خارا کے چار بڑے بڑے برج قائم ہین جو دور سے نہایت ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہین باغ کے تین طرف جو تقریباً تین سو گز مربع ہوگا رہنے والون کے واسطے عمدہ عمدہ بارہ دریان بنی ہوئی ہین اور چارون طرف بڑے بڑے لمبے تالاب بنے ہوئے ہین۔

برسفورڈ اپنی کتاب مین لکھتا ہے کہ یہ مقبرہ ایک وسیع چبوترہ پر کھڑا ہے جسکے نیچے پتھر کا ایک خوبصورت گنبد ہے اُسمین کچی مٹی کی ایک قبر بنی ہوئی ہے جسپر قبرپوش پڑا رہتا ہے اور روز تازے تازے پھول ڈالے جاتے ہین پہلی منزل کے بیچمین ایک سنگ مرمر کا تابوت ہے اور نہایت عمدہ طور سے پچی کاری کیا ہوا ہے اُسکی جلا مین ایسی روشنی ہے کہ چراغ کی روشنی بھی اُسکے سامنے ماند پڑ جاتی ہے کل عمارت پر سنگ مرمر کا گنبد ہے اور بہت ہی مرمت طلب ہے بلحاظ مقبرہ ہونے کے یہ بڑی شاندار عمارت ہے جسے نواب شجاع الدولہ خلف صفدر جنگ نے بنوایا تھا اسکے بعض حصے تو مثلاً کمرون کے گنبد اور چھتین ایسی عمدہ ہین جسکی نظیر اسکے پاس پڑوس کی کسی عمارت مین نہین ملتی اب یہ عمارت بلا مرمت پڑی ہے، حکام انگریزی نے جو مرمت چونہ وغیرہ کی کی ہے وہ ایسی بھدی اور ناموزون ہے جس نے کل عمارت کو خراب کر دیا ہے۔

صفدر جنگ اصل مین سعادت خان کا بھتیجا تھا جو ابتدا مین اودھ کا وائسرائے اور سلطنت کا وزیر تھا۔

صفدر جنگ اپنے چچا کے بعد اُسکا جانشین ہوا جب بہادر غازی الدین خان (جو اُس ترکمانی امیر کا پوتا تھا جس نے حیدرآباد کی سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی) نے صفدر جنگ کو دہلی کی تدابیر ملکی مین مغلوب کیا تو صفدر جنگ ادھر اُدھر پھرا کیا پھر جبکہ احمد شاہ بادشاہ اُسکی گھات مین لگا ہوا تھا صفدر جنگ نے ہر طرح سے کوشش کی کہ روہیلکنڈ کے منضبط صوبہ مین جہان سے اُس نے پہلے فتاح کو جو ایک بہادر پٹھان تھا نکالدیا تھا اپنی سلطنت کا پنجہ جمائے اور اب جبکہ دیوان عام و خاص بھنک سازشون سے چھین لیے گئے تھے صفدر جنگ نے ایکدفعہ اور اپنی توجہ اُن ٹہوسیون کی طرف پھیری اور اپنے فائدہ کے لئے انہین لڑائی کا بیج بونے کی کوشش کی اور قبل اسکے کہ اُسکی تدبیر کچھ گل کھلاتی وہ ۱۷۵۴ء مین مرگیا لیکن اس تدبیر کی وصیت اُس نے اپنے بیٹے کو کی جسکے ہاتھ سے خود اُسکے اور اُس کے انگریزی مددگارون کے واسطے وہ عمدہ اور نتیجہ خیز پھل لائی۔

یہ مقبرہ ۱۱۶۷ہ ہجری مین بنکر طیار ہوا جیسا کہ اُس تاریخی کتبہ سے معلوم ہوتا ہے جو مقبرہ کے دروازہ پر کندہ ہے اور وہ یہ ہے ۵ چون صفدر عرصۂ مردمی ٭ زدار فنا گشت رحلت گزین ٭ چنین سال تاریخ او شد رقم ٭ کہ بادا مقیمی بہشت برین ٭ مقبرہ کی چھت پر چڑھنے سے سامنے سڑک کی بائین جانب چار قبرون اور مسجد کا ایک مجموعہ نظر آتا ہے جنمین سے بڑی قبر سکندر لودہی کی ہے اور جنوب کیطرف کی دو قبرین اور مسجد شاہان سادات کے وقت کی معلوم ہوتی ہین۔ ایک یورپین مورخ کا بیان ہے کہ صفدر جنگ کے مقبرہ سے ہمایون کے مقبرہ تک جو تقریباً تین میل کا رستہ ہے ایک چکرا ہوا رستہ ہے جسکی بائین طرف خیرپور کے محلے ہیں اور تقریباً صفدر جنگ کے مقبرہ کے دروازہ کے سامنے چار مقبرون کا ایک گروپ اور ایک مسجد ہے جو غالباً پٹھانون کے تیسرے زمانہ کی ہے۔ جنرل کننگھم نے اپنی ایک چٹھی مین جو اُس نے

سکرٹری لوکل فنڈ دہلی نے تمام لکھی بیان کیا ہے کہ شمالی گروپ جسمین دو ہشت پہلو مقبرے اور ایک سات درون کا پل شامل ہے یہان کے باشندے انہین خاندان لودہی کے وقت کا بتاتے ہین بڑے مقبرہ کو جو ایک احاطہ مین واقع ہے سکندر لودہی کا کہتے ہین اور مین یقین کرتا ہون کہ ان کا ایسا خیال بالکل درست ہے لیکن جنوبی گروپ جسمین مربع دو مقبرے اور ایک مسجد ہے میری رائے ہین اس سے پہلے کے زمانہ کے ہین اور عمارت کی طرز مین سے ایسا ہی نتیجہ نکال سکتا ہون کیونکہ یہ عمارت لودہی کے زمانہ کی عمارات سے بہت مختلف ہے اور اسی طرح خاندان سادات کی عمارات سے بھی مشابہ نہین وہ مسجد جو ان عمارات کے متعلق ہے صرف یہی ایک نمونہ فیروز شاہ کے وقت کی مسجد کا باقی رہ گیا ہے تیمور یا تمر لنگ کی توجہ خاص جبکہ اس نے ۱۳۹۸ء مین ہندوستان کو پامال کیا اس مسجد کی طرف اسقدر مائل ہوئی کہ وہ اُن تمام معمارون کو جنہون نے اس عمارت کو بنایا تھا سمرقند لیگیا اور اسی نمونہ کی اپنے دار الخلافہ مین ایک مسجد بنوائی - اس مسجد کے سامنے کا رخ بالکل کتبون اور بیل بوٹون سے بھرا ہوا ہے اور یہ سخت چونہ کی بنی ہوئی جو ابتک بالکل تازی اور روشن نظر آتی ہے گو پوری پانچ صدیان گذر چکی ہین مگر اندرونی دیوارین جو بیشمار کتبون اور گلکاریون سے آراستہ ہین ابتک ایسی مکمل اور روشن نظر آتی ہین جیسے شروع مین تھین - اس خوبصورت عمارت کے دیکھنے سے اُس رستہ کے طے کرنے کی محنت وصول ہوجاتی ہے جو اس تک پہنچنے کے واسطے طے کرنا پڑتا ہے -

احاطہ کے جنوب کا مقبرہ بھی بہت خوبصورت ہے اور ابتک ٹوٹ پھوٹ سے بچا ہوا ہے اس کا گنبد ایسی عمدہ شکل کا بنا ہے کہ یوروپ مین شاید ہی اسکی نظیر ملے یہ عمارت ذرا بعد کے زمانہ کی اور زیادہ مزین طرز کی معلوم ہوتی ہے - اس عمارت کے متصل ہی حوض خاص اور فیروز شاہ کا مقبرہ ہے اور اسی زمانہ کی دیگر عمارتین جو پٹھانون کے دوسرے عہد کی ہین بیگم پور اور روشن چراغ دہلی مین پائی جاتی ہین -

حوض خاص

حوض خاص - یہ موضع قطب کے شمال مین پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ہوگا لیکن صفدر جنگ کے مقبرہ کیطرف سے یہان سیاح باسانی پہونچ سکتا ہے گو گاڑی کی سڑک یہانتک نہین ہے لیکن صفدر جنگ کے مقبرہ سے یہانتک چندان فاصلہ نہین - فیروز شاہ کا بنایا ہوا نہایت دلکش اور فرحت بخش حوض ہے جو کسی زمانہ مین بےمثل اور عدیم النظیر ہوگا لیکن اب بالکل شکستہ اور بُری حالت مین ہے یہانتک کہ اُس مین پانی مطلق نہین ٹھیرتا بالکل سوکھا پڑا رہتا ہے اور زمیندار کھیتی باڑی کرتے ہین - حوض کے جنوبی ضلع مین نشست گاہ کے کچھ مکانات بنے ہوئے ہین اور اسی طرف فیروز شاہ کا مقبرہ بھی ہے جس کے دروازہ کی پیشانی پر کہین کہین سے ٹوٹا ہوا کتبہ نظر آتا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ حوض اور مکانات تو فیروز شاہ کے بنائے ہوئے ہین اور مقبرہ

اُسکے فرزند سلطان محمد شاہ کا تعمیر کیا ہوا ہے جو اپنے بھتیجے ابو بکر شاہ کے مرنے کے بعد ۷۹۲ھ ہجری مین تخت نشین ہوا تھا حوض خاص اکیسو کوئی بیگہ پختہ مین ہے، اور یہان بہت سے چھوٹے چھوٹے برج بنے ہوئے ہین۔ حوض کے پاس ہی ایک کوس کے فاصلہ پر میران نزیر خان کا مقبرہ ہے جو عہد فیروز شاہ کے وزیر نامی اور مشہور امرا تھے چنانچہ موضع میر پور اور وزیر پور ابتک مشہور ہے۔

بدیع منزل یا جہان نما

حوض خاص کے سامنے قطب کو جاتے ہوئے ایک نہایت رفیع و دلچسپ عمارت نظر آتی ہے جسے بدیع منزل یا جہان نما کہتے ہین لیکن عوام مین بجے منڈل کے نام سے مشہور ہے یہ ایک عجیب قسم کے کھنڈرات کا ڈھیر ہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ مین یہان بڑے تکلف کے مکانات ہونگے مگر اب کچھ باقی نہین رہا صرف ایک گنبد دار برج ہے لیکن عجیب طرح کا برج ہے ایک بلند برج پر چار دروازون کا کمرہ بنا ہوا ہے اور اُسکی دیوار مین سے اوپر جانے کیلئے زینہ رکھا ہے جہان سے بہت بڑی سیر دکھائی دیتی ہے اسکے اوپر اگلے زمانہ مین ایک بڑی خوشنما سنگین بارہ دری تھی جو اب ٹوٹ پھوٹ کر ڈھیر ہو گئی مگر اوپر چڑھکر دیکھنے سے اُسکے نشانات معلوم ہوتے ہین گذشتہ زمانہ مین اس قسم کے مکانات عرض لشکر کے لیے بنائے جاتے تھے ممکن ہے کہ یہ مکان بھی اسی لئے بنایا گیا ہو۔

بیگم پور

بدیع منزل کے سامنے بیگم پور کی اونچی فصیل دکھائی دیتی ہے جو پٹھانون کی کاریگری کا ایک عجیب پرانا نمونہ ہے، اور حسین خان جہان خان فیروز شاہی کی بنائی ہوئی مسجد ابتک کھڑی ہے یہ مسجد بعینہ کھڑکی جیسی مسجد معلوم ہوتی ہے اور عموماً تراش خراش مین اسقدر مشابہ ہے کہ اگر اسکی تعمیر کی تاریخ فیروز شاہ کے زمانہ مین بتائی جائے تو مضائقہ نہین۔ بیگم پور ایک بہت بڑا احاطہ ہے جسمین جانے کے لئے سیڑھیان بنی ہوئی ہین جو اسوقت بہت خراب خستہ حالت مین ہین یہ موضع اُس سڑک کی بائین جانب ۸۰۰ گز کے فاصلہ پر واقع ہے جو دہلی سے قطب کو جاتی ہے اور قطب یہان سے کوئی تین میل کے قریب رہجاتا ہے۔ اس احاطہ کے دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہان پہلے زمانہ مین کوئی قلعہ ہوگا کیونکہ یہان بہت سے مربع ستون اور نوکدار محرابین نظر پڑتی ہین۔ ان مربع ستونون اور نوکدار محرابون اور عام مذہبی طرز اور غیر مزین اکھڑ ہیئت سے جو اسمین پائی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پٹھانون کے دوسرے عہد کی عمارتون مین سے ہے۔ جنوب کی جانب ایک غیر مستعمل مسجد ہے جسکا ایک بڑا پھاٹک خندق سے گھرا ہوا ہے اور ایک بہت بڑا سادہ برج قائم ہے۔

روشن چراغ دہلی

یہان سے روشن چراغ دہلی کا فصیل دار قصبہ مشرق کی جانب تقریباً دو میل ہوگا یہان شیخ نصیر الدین محمود کا مزار ہے جو حضرت سلطان المشائخ کے خلیفہ اعظم اور بڑے ولی اللہ تھے، انکے ہی درویش چراغ دہلی لقب سے مشہور

ہونے کی وجہ یون بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عبداللہ یافعی نے مخدوم جہانیان سے عین طواف کعبہ مین دریافت کیا کہ دلی مین اب کون بزرگ ہین مخدوم صاحب نے فرمایا کہ ہوقت دلی کا چراغ شیخ نصیر الدین محمود سے روشن ہے، اُس زمانہ سے آپکا لقب روشن چراغ دہلی ہوگیا۔ سلطان فیروز شاہ کو آپ سے بہت کچھہ اعتقاد تہا اُس نے آپکی حیات ہی مین اس درگاہ کا گنبد ۷۴۹ھ ہجری مین بنوا دیا تہا جب ۷۵۷ھ ہجری رمضان کی اٹھارویں تاریخ جمعہ کے دن آپ کا انتقال ہوا تو اسی گنبد مین مدفون ہوے۔ اس گنبد کے بارہ در ہین جنمین سنگ سرخ کی جالیان جڑی ہوئی ہین اور سنگ خارا کے مضبوط ستون لگے ہوئے ہین جنوب کی طرف کے ایک در مین گنبد کے اندر جانے کا رستہ ہے۔ گنبد چونے پتہر سے بنایا گیا ہے اوراسپر ایک سنہرا کلس چڑہا ہوا ہے گنبد کے اندر ایک سنہرا کٹورا لٹک رہا ہے۔ اکبر شاہ ثانی کے عہد مین مرزا غلام حیدر شہزادہ نے گنبد کے گرد سنگ سرخ کی بارہ دری بنوائی تہی مگر یہ بارہ دری ایسی بودی بنی تہی کہ دس سال کے بعد گر پڑی۔ گنبد کے پاس ہی چونے پتہر کی ایک مسجد ہے جو فرخ سیر کے عہد مین تیار ہوئی۔ گنبد کے متصل دو اور برج ہین غربی برج مین حضرت شیخ فرید شکر گنج کی پوتی سوتی ہین اور شرقی برج مین مخدوم زین الدین صاحب کی قبر ہے انکے علاوہ پٹہانون کے وقت کے دو گنبد اور ہین جنکی تاریخ معلوم نہین ہوتی درگاہ کی چار دیواری اور شمال کیطرف تین در کا دالان اور چہوٹا چہوٹا سنگین کٹہرہ مولوی فخر الدین صاحب نے بنوایا ہے، ہر سال رمضان کی سترہوین تاریخ یہان بہت بڑا عرس ہوتا ہے۔ شیخ نصیر الدین محمود کے انتقال کے بارہ برس بعد یعنے ۷۶۹ھ ہجری مین فیروز شاہ نے درگاہ کا دروازہ بنایا اور اُسپر ایک بڑا گنبد قایم کیا دروازہ کے باہر تمام خدام نے ملکر ایک بڑا دالان لوگون کی رہایش کیلئے تعمیر کرایا۔ درگاہ کے پاس ایک بستی آباد ہے جس مین ہر قسم کے لوگ سکونت پزیر ہین محمد شاہ بادشاہ نے بستی کے گرداگرد روپے چار لاکھہ روپیہ کی لاگت سے فصیل بنوا دی ہے جس مین چار دروازے اور ایک کہڑکی تہی لیکن تین دروازے زیادہ خطرناک ہونے کی وجہ سے بند کر دیئے گئے۔

مقبرہ سلطان لودی

درگاہ کے عقب مین سلطان لودہی کا مقبرہ ہے جسکے صحن مین بہت سی قبرین بنی ہوئی ہین جو کم و بیش معائنہ کے لائق ہین اور اچھی حالت مین ہین اس مقبرہ کو بنے ہوئے تین سو اسٹھہ سال کے قریب عرصہ گذرا جو اپنی خاص طرز مین عجیب و غریب ہے نیچے محرابدار بارہ در ہین اور اوپر پانچ برج قائم ہین خدام نے اس مقبرہ مین کچی دیوارین چنکر سکونت اختیار کرکے تمام مقبرہ کی رونق کہو دی ہے۔ اس مقبرہ کے پاس ہی سنگ سرخ کا ایک نامعلوم مجہر ہے جس مین دو قبرین موجود ہین۔

اسی نواح مین بیگم پور کے متصل اور ست پلہ کی کروٹ مین اُس شرک سے دائین ہاتہہ کو جو دہلی کو جاتی ہے تین میل کے

فاصلہ پر اور قطب سے ڈہائی میل کے قریب کہڑکی کے گانوین ایک قلعہ اور ایک مسجد ایک ہی زمانہ کی ملینگی اس مقام پر خان جہان فیروز شاہی نے ایک مسجد بنائی ہے جو اب کہڑکی کی مسجد کے نام سے مشہور ہے یہ ایک بڑی عمارت ہے جو بلند اور مرتفع سطح پر کہڑی ہے پکے سنگ خارا کی بنی ہوئی ہے اور اوپر سیاہ استرکاری کی ہوئی ہے جس سے نہایت خوشنما سیاہ معلوم ہوتی ہے یہ ایک مربع عمارت ہے جسکے چارون کونون پر ۵۰ فیٹ کے چار بلند مینار کہڑے ہین قبلہ کی جانب چہوڑکر تین طرف تین بڑے دروازے ہین عمارت دومنزلہ ہے اور چہوٹے چہوٹے چوراسی گنبدون سے جو صاف اور ٹہوس بنے ہوئے ہین مکلل ہے باوجودیکہ اسکی تعمیر کو چارسو چہاسی برس کے قریب عرصہ گذرا مگر تمام عمارت ابتک ٹوٹ پہوٹ سے بچی ہوئی ہے صرف شمال مشرق کے گوشہ کی چہت کسی آتشزدگی کی وجہ سے گر پڑی ہے جو اب سے ستر برس پیشتر واقع ہوئی تہی تمام مسجد مین سینکڑون ستون لگے ہوے ہین جو پکے سنگ خارا کے ہین نیچے کے درجہ مین ۱۵۴ چہوٹے چہوٹے حجرے ہین جنکی چہتین لداو کی ہین اور ہر حجرہ نو فیٹ مربع ہوگا اسی طرح ہر دروازہ کے نیچے ایک حجرہ ہے، اور ہر مینار کے نیچے بہی اوپر کی منزل مین چڑہنے کیواسطے تین دروازے ہین جو جنوب مشرق شمال کیطرف واقع لیکن اب صرف شمالی دروازہ کہلا ہوا ہے، مسجد کے اندر سامنے اور دائین بائین سہ دریان ہین جو اکہرے اور دوہرے اور چوہرے ستونون پر قائم ہین صحن مسجد مین چار چوک چہوڑ گئے ہین جو نہایت ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہین ایبان گوجر آباد ہین اور انہون نے تمام در بند کر کے گہر بنا لئے ہین اگرچہ یہ عمارت زیادہ خوبصورت نہین ہے، لیکن چونکہ علم تعمیر کے لحاظ سے ایک اعلے درجہ کی عمارت ہے اس لئے ضرور دیکہنا چاہیئے۔

تبرجا مبارک پور کا نون کے قریب تین بڑے برج اس سڑک کی بائین طرف واقع ہین جو مقبرہ صفدر جنگ سے سیدہی قطب کو جاتی ہے لیکن سواری پر وہان تک پہونچنا مشکل ہے انکی تعمیر کی تاریخ اگرچہ پورے طور پر تحقیق نہین ہوئی مگر مشہور کرتے ہین کہ ایک برج بڑے خان ایک چہوٹے خان ایک کالے خان کا ہے سب مین بڑا برج جو بڑے خان کی طرف منسوب ہے پٹہانون کے شروع زمانہ کا ہے اور اسکی عمارت بہی فی الجملہ اچہی ہے، سینکڑون اور برجونکی طرح جو چارون طرف معدوم پڑے ہین یہ بہی کم و بیش شکستہ ہوگئے ہین یہ اصل مین سنگ خارا اور بہربہرے پتہرون سے بنے ہوئے ہین اور کہین کہین سنگ سرخ بہی لگے ہوے ہین ہرچند کہ یہ قدیم عمارت ہے، مگر چندان معائنہ کے قابل نہین ۱۱ کی کیفیت سڑک پر سے معلوم ہوسکتی ہے۔

مبارک پور کوٹلہ ان تینون برجون کے قریب مبارک پور کے گاؤن مین ایک مقبرہ واقع ہے جو مبارک شاہ کا مقبرہ کہلایا جاتا ہے اسکی تاریخ تعمیر سنہ ۱۵۴۰ء اور سنہ ۱۵۴۲ء کے درمیان شیر شاہ کے عہد مین معلوم ہوتی ہے

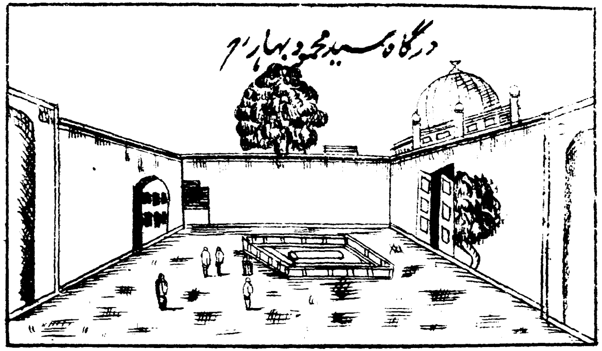

درگاہ سید محمود بہارؒ

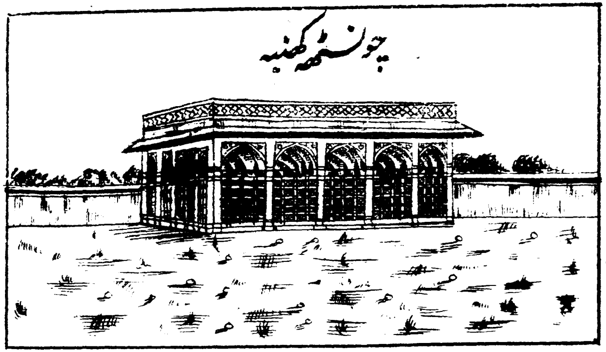

چونسٹھ کھنبہ

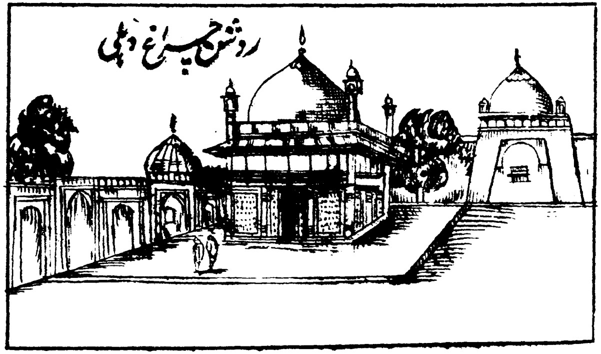

روشن چراغ دہلی

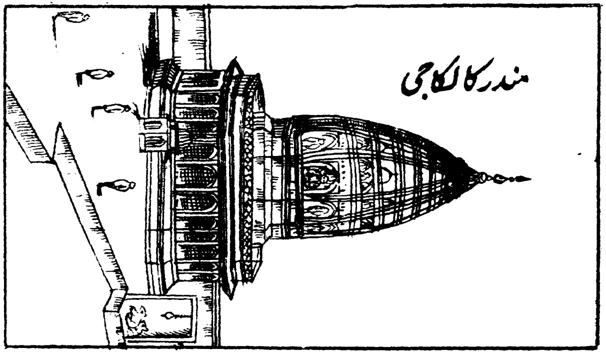

مندر کالکاجی

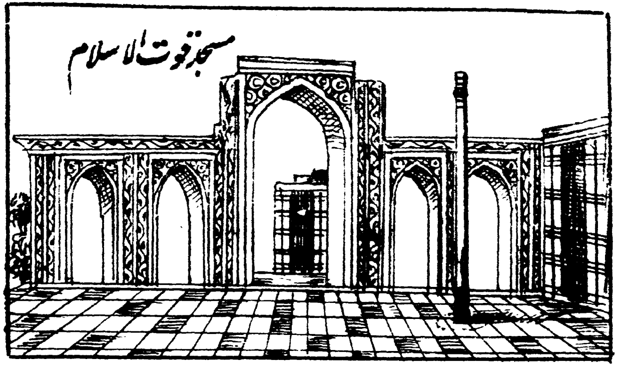
مسجد قوت الاسلام

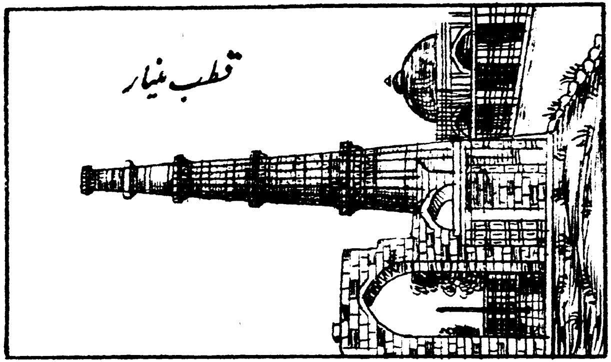
قطب مینار

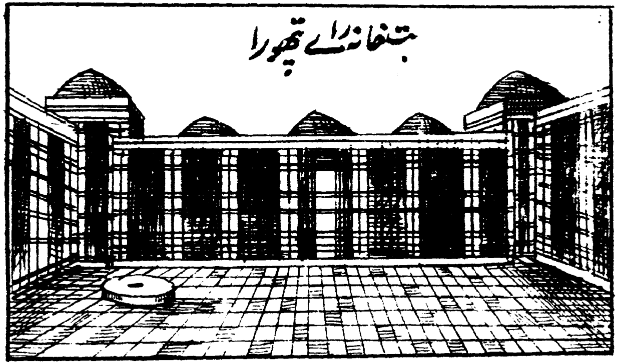
بتخانہ رائے پتھورا

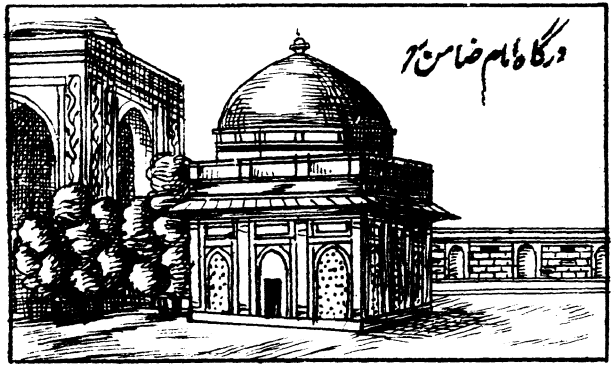
درگاہ امام ضامن

کیونکہ یہ عمارت اُس عہد کی عمارتون کے بہت مشابہ ہے اور بعینہ اسی صورت کا ایک مقبرہ عیسی خان کا ہمایون کے مقبرے کے پاس ہے۔ عمارت نہایت خوش قطع سنگ خارا کی بنی ہوئی ہے لیکن سنگ خارا اس طرح بصورتی سے لگایا گیا ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اندر تو قبرون کا مکان ہے اور اُسکے اردگرد نہایت خوبصورت مثمن غلام گردش ہے اگر اس مقبرہ کو معزالدین ابوالفتح مبارک شاہ کا مقبرہ تسلیم کیا جائے تو اس کو بنے ہوئے سوا چارسو برس کا عرصہ گذرا کیونکہ مبارک شاہ پانچ رمضان ۸۳۲ھ ہجری مین فوت ہوا مگر اسکی ہیئت دیکھکر یقین نہین پڑتا کہ یہ عمارت اتنی مدت کی ہو۔

یہانتک ہم اُن مشہور اور قابل دید عمارات کا ذکر کر چکے جو شاہجہان آباد کے دہلی دروازہ سے قطب لاٹ مین تک دو طرفہ واقع ہین اب ہم خاص اُن عمارات کا ذکر کرینگے جو قطب اور اُسکے نواح مین موجود ہین قطب پہنچکر سیاح جان لیتا ہے کہ مین ہندوستان کے پرانے معتبر زمانہ کی سیرگاہ پر پہونچ گیا ہون۔ معتبر سندون کے مطابق یہان ایک وسیع شہر آباد تہا جسے بکرماجیت دوم نے ۵۷ء مین مغلوب کیا اس زمانہ کے بعد وہ شاہی قیامگاہ نرہا اگرچہ لوہے کی لاٹ کی بابت کہنگہم صاحب کی رائے ہے کہ گیتا راجاؤن نے ۳۱۹ء مین یہ لاٹ قائم کی تہی اسکے بعد کوئی معتبر خبر اس بابت نہین کہ دہلی یا دلی کی اصلیت کیا ہے حتے کہ اننگ پال نے اسے آٹھوین صدی عیسوی مین پھر آباد کیا یہ راجہ راجپوتون کی قوم تمار سے تہا کہنگہم صاحب کا خیال ہے کہ پھر اسکے بعد دہلی شاہی قیامگاہ نرہی اور روز بروز تباہ و برباد ہوتی گئی لیکن بعد کو اسی قوم کے اور اسی نام کے راجہ اننگ پال دوم نے جو اپنے اجداد کے دارالخلافہ قنوج سے نکالدیا گیا تہا پھر آباد کیا مگر پھر تہوڑے زمانہ کے بعد بارہوین صدی مین اس خاندان کے راجپوتون کی ایک اور قوم چوہان نے مغلوب کیا جسنے اُس فصیل کے آگے کچھ اور فصیل بڑہائی جو اب مینار قطب کے گرد بنی ہوئی ہے ان کی سلطنت کو ابہی چالیس سال گذرے تہے کہ شہاب الدین غوری اور اُسکے جنرل قطب الدین نے ۱۱۹۳ء مین انہین مغلوب کیا۔

اس سرزمین مین ہندوؤن کی سابق خاندانون کی بقیہ عمارتین جنکے بعض نشانات اسوقت تک موجود ہین یہ ہین۔ لوہے کی لاٹ بڑی مسجد کے مینار لال کوٹ کی عمارت قلعہ رائے پتہورا وغیرہ وغیرہ لال کوٹ جسے لال قلعہ بہی کہتے ہین پرتہی راج یا رائے پتہورا کا بنایا ہوا ہے جو خاندان چوہان آخر شخص تہا اسنے لال کوٹ (جو مینار قطب کے گرد ہے) کی بیرونی عمارت شمال مشرق کی طرف بنائی جسپر ابتک اُس کا نام لکہا ہوا ہے۔ کہنگہم صاحب کہتے ہین کہ لال کوٹ شمال مشرق کے گوشے سے رائے پتہورا کی

دیواروں کے نشانات کا صاف صاف کھوج لگ سکتا ہے جو ایسی معلوم ہوتی ہین گو یا نصف میل تک شمال کو پھیلتی چلی گئی ہین یہ دیوارین ایک مقام پر پہنچکر جنوب مشرق کو مُڑ گئی ہین اور ڈیڑھ میل تک برابر یون ہی چلی گئی ہین پھر ایک میل تک جنوب کو پھر مغرب اور شمال مغرب کو تین چوتھائی میل تک جہان کہ وہ لال کوٹ سے جا ملتی ہین اور چونکہ یہ عمارت سطح مرتفع پر قائم ہے اسلیئے فصیل کی دیوارین بہت بلند ہین اور یہان سے رائے پتھورا کا قلعہ صاف نظر آتا ہے ان دونون عمارتون کا مشترک قبہ جال کے شہر شاہجہان آباد کے نصف سے زیادہ ہوگا۔

قلعہ لال کوٹ سوا دو میل کے دَوْر مین واقع ہے اسکی دیوارین بلند اور موٹی ہین فصیلین تقریباً ۳۰ فیٹ عریض ہین رومدے تقریباً اس سے نصف عریض ہونگے یہ دیوارین سطح خندق سے ۶۰ فیٹ بلند ہین اور تقریباً نصف حصہ شکستگی سے بچا ہوا ہے کونون پر بیشمار برج قائم ہین انکے علاوہ بہت سے چھوٹے چھوٹے برج جو جڑ کی طرف سے پھیلے ہوے ہین اور ابتک ۳۰ فیٹ کی اونچائی تک موجود ہین یہ دون کی قطارون کا کام دیتے ہین مغربی حصہ جو ابتک صحیح و سالم ہے اسمین تین دروازے سوقت تک پہچانے جاتے ہین یہ ۱۷ فیٹ چوڑے ہین جنپر کوا ڑ چڑہے ہوئے ہین

رائے پتھورا کا قلعہ اُس زمانے کا بنا معلوم ہوتا ہے جبکہ فاتح مسلمانون کے حملے شروع ہو گئے تھے جو ایک ایسے مقام پر شہر کی حفاظت گاہ کا کام دیتا تھا جہان سے حملآور فوج کا خوب مقابلہ ہو سکتا تھا اس کا دَوْر پرانے قلعہ سے کسیقدر بڑا ہے لیکن اُسکی نسبت یہ بچاؤ کے ڈہب کا کم ہے کہتے ہین پہلے اسکے دس دروازے تھے جنمین سے آٹھ دروازون کا ابتک سراغ ملتا ہے قلعہ کے اندرونی حصہ مین ہندوؤنکے ۲۷ مندر تھے جن کے سینکڑون مینار مسلمان فاتحون کی مسجدون کے کام مین آے اور ابتک کھڑے ہین

—— لوہے کا مینا ر یہ بھی ہندوستان کے عجائبات مین سے ہے جنرل کننگھم کا خیال ہے کہ لوہے کی کیلی جو مسجد کے چوکور صحن مین کھڑی ہے اور جو بڑے مینار سے شمال مغربی جانب بفاصلہ عمارت شدہ ہندو شہر کی پرانی باقیات سے ہے اسکا قطر ۱۶ انچ سے زیادہ ہے اور بلندی سطح زمین سے ۲۲ فیٹ ۶ انچ ہے لیکن اسکی زمین کے اندر کا حصہ جیسا پہلے ۲۲ فیٹ سے بھی زیادہ خیال کیا جاتا تھا جنرل کننگھم کی اسسٹنٹون کی دریافت سے ۱۸۷۱ء مین معلوم ہوا کہ صرف ۳ فیٹ ہے کھودنے سے معلوم ہوا کہ یہ لاٹ ایک لٹو پر ختم ہوئی ہے اور آٹھ مضبوط سلاخون پر جو بڑے بڑے پتھرون سے محفوظ کی گئی ہین اس طرح سے لگی ہوئی ہے کہ درخت کی جڑون کی طرح قدرت کی

انجنیری کا مقابلہ کرتی ہے۔ یہ یقین کیا گیا ہے کہ لاٹ کچے لوہے کی ہے نہ ڈہلے ہوئے کی اور اس طرح سے بنی ہوئی ہے کہ اوہے کے بلینون کو تپا کر اور ہتوڑے سے پیٹ کر گول کرتے گئے ہین۔ یہ لاٹ چوٹی کیطرف سے ذرا سلامی دار ہے اور چوٹی کا تین فیٹ سے زیادہ حصہ پر نہ کنارون کا بنا ہوا ہے اس کا مختصر حال اسکے مشرقی حصہ مین سنسکرت کی چند سطرون مین لکہا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ دہاوا یا بہاوا کی یادگار مین قائم کیا گیا تہا جس نے پرنسپ کے خیال کے مطابق تیسری یا چوتہی صدی عیسوی مین سلطنت کی غزنوی حملہ آورون کے زمانہ مین ایک پیشین گوئی مشہور تہی کہ ہندوؤن کی سلطنت اسوقت تک قائم رہیگی جبتک یہ ستون برقرار رہے گا اس لاٹ مین توپ کے گولے کا ایک نشان بہی ہے، کہتے ہین کہ نادر بادشاہ نے اسے فارس مین لیجانے کا ارادہ کیا تہا اور اسی واسطے اسمین گولہ مارا تہا مگر مشیرون کی ممانعت پر رک گیا اسکی نسبت ہندو لوگ بیان کرتے ہین کہ راجہ پتہورا کو جب اپنے خاندان کے تباہ ہونے کا اندیشہ ہوا تو اس نے برہمنون سے اسکے قائم رہنے کے واسطے صلاح کی برہمنون نے اسے مشورہ دیا کہ اگر وہ لوہے کا مینار زمین مین اسقدر دبائے کہ شیش ناگ کے سر مین چلا جائے تو اسکا راج ہمیشہ کیلئے قائم رہے گا اسی واسطے یہ مینار کہڑا کیا گیا یہ امر کہ کتنے عرصہ تک یہ مینار کہڑا رہا معلوم نہین ہو سکتا لیکن راجہ نے برخلاف ہدایت برہمنون کے یا تو ان کی باتون کا یقین نہ کرکے یا اس امر کے دیکہنے کے واسطے کہ یہ مینار شیش ناگ کے سر مین چلا گیا ہے کہ نہین اسکو اکہڑوا دیا اس کا انجام خون آلودہ تہا برہمنون نے راجہ کی خدمت مین عرض کیا کہ اب تمہارا خاندان بہت جلد تباہ ہو جائیگا اور ہندوؤن کے ہاتہون سے راج عنقریب چلا جائیگا راجہ نے اگرچہ اس لاٹ کو فوراً کہڑا کر دیا لیکن اب کیا فائدہ تہا برہمنون کی پیشین گوئی سامنے آئی اور سلطان شہاب الدین غوری نے راجہ کو بہت جلد مار ڈالا یا قید کرکے ساتہ لے گیا اسدن سے آجتک کوئی ہندو دہلی کا بادشاہ نہین ہوا اور اگر برہمنون کی پیشین گوئی کا اعتبار کیا جائے تو آیندہ کبہی ہو بہی نہین سکتا لیکن یہ ایک ایسی ہی مشہور گپ اور بے اصل بات ہے جو سیاحون نے دل سے گہڑ کر مشہور کر رکہی ہے اگرچہ مورخ ہارکورٹ نے ہندوؤن کے آخری زوال کو بہی بے بنیاد روایت پر مبنی کرنا چاہا ہے لیکن غالباً یہ اس سے زیادہ لغو ہے جیسے ہندوستانی سیاح بیان کرتے ہین۔

مسجد قوت الاسلام

ہندوؤن کی دیگر عمارات مین ستون اور بتخانے وغیرہ ہین جو ان ۲۷ مندرون سے متعلق ہین جنکو فتاح مسلمانون نے توڑ پہوڑ کر مسجد بنا لیا اس مسجد کے حالات مین فرگسن صاحب تواریخ عمارات مین اسطرح لکہتے ہین کہ ان عمارتون کے جاننے کے واسطے یہ خیال کر لینا کافی ہوگا کہ ان کے تمام ستون ہندوؤن کے بنائے ہوے ہین اور تمام دیوارین مسلمانون کی تعمیر شدہ ہین بیشک یہ اغلب ہے کہ کل طرز عمارت مسلمانی طور پر بنائی گئی ہے کنگہم صاحب کے بیان سے

زیادہ مشرح معلوم ہوجائیگا کہ موجودہ عمارت بالکل مسلمانی ہے اور مسلمان فاتحون نے بڑی کوشش کے ساتھ اسمین مناسب تغیر و تبدل کیا ہے لیکن اسمین شبہ نہین کہ سب نہین تو اکثر عمارت ہندو مصالحون سے بنائی گئی ہے۔ اس مسجد کے ستون بالکل ایسے ہی ہین جیسے تھے بوکسہار مین مستعمل ہوئے ہین لیکن اُنسے زیادہ خوبصورت او قیمتی ہین اور محنت بہی زیادہ ہوئی ہے بعض جگہ سے ستون پر کی تصویرین مسلمانون کے ہان ناجائز ہونے کی وجہ سے چہیل دی گئی ہین لیکن جن مقامون پر دکہلائی نہین دین وہان ابتک معلوم ہوتی ہین۔

مغرب کی طرف بہت سی محرابین یا محرابون کے نشانات ہین جن مین سب سے بڑی محراب ۲۲ فیٹ چوڑی اور ۳۴ فیٹ اونچی ہے ان محرابون سے ۳۲ فیٹ کے فاصلہ پر ایک ور دیوار کی بنیادین ہین غالب ہے کہ مسلمانون نے ہندوون کے پرانے ستونون پر بہی چہتین ڈالدی ہون اس قسم کے بہت سے ستون ان محرابون کی پشت پر واقع ہین اور اوپر سے ایسے صاف ہین کہ یہ نہین معلوم ہوتا کہ ان پر چہت یا محراب بنانے کا ارادہ بہی کیا گیا ہو چونکہ اس عمارت مین ہندو معمار لگائے گئے تہے جو محراب بنانا بالکل نہ جانتے تہے اس سبب سے ہندوانی طریق پر نوکدار درے بنائے گئے ہین معمار ان محرابون کو چلتے چلتے اوپر تک لیگئے ہین اور انتہا پر دونون دیوارون کو ملا کر ایک بڑا سا پتھر رکہدیا ہے اس عمارت کی بیرونی سجاوٹ بہی ویسی ہی کی گئی ہے جیسے اندرونی ستونون پر تہی۔

یہ مسجد جسکا نقشہ اوپر بیان کیا گیا اگر مکمل ہوجاتی تو دنیا مین اپنا نظیر رکہتی اس عمارت کے سامنے کا رخ جسکی اب صرف محرابین باقی رہگئی ہین بہت ہی آراستہ تہا محرابون کی صرف شکل ہی بنا دینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تعمیر مین ہندو کاریگر لگائے گئے تہے جو محرابون کے بنانے سے محض ناواقف تہے۔ عمارت کے اندر جو ستون دار ۱۳۵ فیٹ کا ایک بڑا کمرہ ہے در اصل مسجد یہی تہی اور اسپر بڑی مضبوط چہت بنی ہوئی تہی جو ستونون کی پانچ قطارون پر تہمی ہوئی تہی سامنے کے دروازہ پر قطب الدین فاتح کا نام کندہ ہے جسنے ۵۸۷ھ ہجری مطابق ۱۱۹۱ء مین رائے پتہورا کو شکست دی اور اسی سال اس مسجد کی تعمیر تکمیل کو پہونچی۔ مختلف قسم کی سنگتراشی کا کام مسجد کے اندر اور باہر کے ستونون پر کیا ہوا ہے مگر تعجب تو یہ ہے کہ یہ کام ابتک نہایت صاف اور نازک ہے۔ کننگہم صاحب کا بیان ہے کہ ان ستونون پر چہت ڈالکر جو چوکور کمرہ بنایا گیا ہے وہ مسلمان فاتحون نے مسجد کے مشرقی دروازہ کا صحن قرار دیا تہا التمش کے زمانہ مین ۱۲۱۰ء سے ۱۲۳۶ء تک اس صحن مین بہت ایزاد کی گئی اور قطب مینار بہی اس صحن کے جنوب مشرق میں شامل کیا گیا پرانی اور نئی عمارتون کو ملا کر سامنے کا رخ ۴۰۴ فیٹ ہوتا ہے اور عرض ۲۲۰ فیٹ۔ ہندو ستونون کی تعداد جو اول سے آخر تک اس عمارت مین کام آے چہ سو اندازہ کئے گئے ہین مگر بعد کو

علاؤالدین خلجی نے آئین اور ایزاد کی اُس نے مشرق کیجانب کچھ عمارت بڑھادی اب چوڑی تو اُتنی ہی ہے جتنی پہلے تھی مگر لمبائی ضعف کے برابر ہے۔

قطب صاحب کا مینار۔ یہ شاندار مینار جسے ہم نہ صرف دہلی بلکہ ہندوستان کا فخر کہہ سکتے ہیں دنیا کے سب میناروں سے اونچائی مین سبقت لے گیا ہے ۲۳۰ فیٹ سے زیادہ بلند ہے یہ نیچے سے اوپر تک اسقدر گاؤدم ہے کہ ۴۷ فیٹ ۳ انچ کے قطر سے صرف چار انچ تک ہجاتا ہے اس مینار کے پانچ کھنڈ ہین اگر پہلے اور آخر کے کھنڈ کو ملایا جائے تو نصف مینار کے برابر ہوتے ہیں اور دوسرا تیسرا چوتھا کھنڈ ملکر باقی نصف کے برابر۔ سب سے نیچے کے کھنڈ مین چوبیس اوبھروان پہانکین بنے ہوئے ہین جو بترتیب ایک ایک نصف دائرے کی شکل مین ہین اور ایک ایک مستطیل کی شکل مین دوسرے کھنڈ مین یہ سب پہانکین گول ہین تیسرے مین سب پہانکین نوکدار ہین چوتھا کھنڈ بالکل صاف مخروطی ہے اور پانچوان کھنڈ کچھ تو پہانکدار اور کچھ صاف نیچے کے تین کھنڈون کی پہانکین اوپر سے نیچے تک ایک ہی خط مستقیم پر واقع ہین مگر برآمدے بیچمین آجانے کے سبب پہانکین کٹ گئی ہین۔ برآمدون کے نیچے کے خط مینار کے گرد ایک منطقہ کی طرح واقع ہین اور پٹھانون کے اول زمانہ کی کیا ہی خوبصورتی سے بنے ہوئے برآمدے ہین۔ نیچے کی تین منزلون مین گلکاری کے عربی حروف ہین اور کہین کہین کتبے بھی لکھے ہوئے ہین اصل مین آیات قرآنی ہین اور اُس فتاح کی کچھ صفتین بھی درج ہین جسکے جنرل نے یہ عمارت شروع کرائی تھی نیچے کی تینون منزلین سنگ سرخ کی ہین جو غالبا قطب الدین ایبک اور التمش کی بنوائی ہوئی ہین چوتھی منزل اور کچھہ پانچوین بھی سنگ مرمر کی ہے جسکی فیروز شاہ تغلق نے اصلی عمارت کے ۱۲۰ برس بعد ترمیم کی نیچے کی منزل ۹۴ فیٹ ۱۱ انچ ہے اور سب سے اوپر کی منزل ۲۲ فیٹ ۴ انچ اور یہ دونون بلندیان ملاکر ٹھیک مینار کی نصف لمبائی کے برابر ہین دوسری منزل ۵۰ فیٹ ۸ انچ تیسری ۴۰ فیٹ ۹½ اور چوتھی منزل ۲۵ فیٹ ۴ انچ ہی یا دوسری منزل کی بلندی کے نصف کے برابر سمجھیے۔ گنبد کا رہا سہا حصہ یعنی وہ قبہ جو پہلے کھنڈ پر بنا ہوا ہے محذوف کرکے کل مینار بقدر ۵ قطرون کی بلندی ہے اور نیچے کا کھنڈ بقدر ۵ قطر کے اونچا ہے قلعہ کا دور کل مینار چھوٹون کھنڈون کے قطروں کے مجموعہ کے برابر ہے سنہ ۱۷۹۶ع مین اس مینار کی بلندی ۲۴۲ فیٹ زیادہ نہی لیکن چونکہ اوپر کا حصہ بجلی کے صدمہ سے گر پڑا اسلیے فرگستن کے خیال کے موافق ۲۰ فیٹ اور بلند کیا جائے جب اسقدر اونچا ہوسکتا ہے قاہرہ مین حسن کی مسجد کا مینار اس مینار سے زیادہ بلند خیال کیا جاتا ہے لیکن چونکہ یہ مینار ایک تنہا عمارت ہے اس سبب سے اُس سے زیادہ خوشنما معلوم

ہوتا ہے وہ صنعت اور کاریگری مین بہی تو اپنے مصری حریف پر ایسی ہی سبقت لے گیا ہے جیسا کہ اپنی قسم کی اور عمارات پر

اس مینار کا بنانے والا قطب الدین ایبک ہندوستان کے غوری فاتحون کا لفٹنٹ تہا جو یہان مدت تک وایسرائے رہا اور آخر کار بادشاہ یا شہنشاہ ہوگیا تہا اسکے انتقال پر کچھہ جھگڑے کے بعد اسکا غلام شمس الدین التمش خطاب سے تخت نشین ہوا اور اسکے عہد مین مینار کی تعمیر اختتام کو پہونچی شمس الدین التمش نے مسجد کے ادہر اُدہر تین در اور بڑہا دیئے اور اس لاٹ کو بہی اونچا کر کے قطب الاسلام کے واسطے موذن کے اذان دینے کی جگہ قرار دی سنہ ۱۳۶۸ء مین فیروز شاہ نے اوپر کا وہ درجہ تعمیر کرایا جو اب گر پڑا ہے آخر مین سنہ ۱۵۰۳ء مین فتح خان نے سلطان سکندر بہلول کے عہد مین اسکی مرمت کی اور اسکا حال کہدوا کے پہلے دروازہ کی پیشانی پر کندہ کرایا چونکہ بعد کو اس مین بہت سی شکستگی واقع ہوگئی تہی اسلئے حکام انگریزی نے سنہ ۱۸۲۶ء مین اسکی ساری مرمت کرائی کنگورون کی جگہ سنگین کٹہرا بہت مستحکم لگا دیا اور پانچوین درجہ پر برجی کٹہرا بہت خوبصورت نصب کیا ساتوین کہنڈ کی جگہ کاٹھ کی برجی لگا دی تہی اور اُسپر ایک پہریرا کھڑا کیا تہا مگر افسوس ہے دونون برجیان قایم نہ رہ سکین لہذا سنگین برجی کو لاٹ پر سے اُتار کر نیچے کھڑا کر دیا جو ابتک گہاس کے میدان مین کھڑی ہے اور کاٹھ کی برجی ضایع ہوگئی۔ مینار اندر سے بالکل خالی ہے اور اس مین چکردار سیڑہیان بنی ہوئی ہین پہلے درجہ مین ۱۵۶ دوسرے مین ۷۸ تیسرے مین ۶۲ چوتہے مین ۴۱ پانچوین مین بہی ۴۱ سیڑہیان ہین اگر اُس ایک سیڑہی کو بہی شمار مین لایا جاے جو چہٹے درجہ کی بنیاد ہے تو کل سیڑہیان ۳۷۹ ہوتی ہین۔

یہ بات سچ ہے کہ اس مینار کی بنیاد راے پتہورا نے سمت ۱۲۰۰ بکرما جیتی مطابق سنہ ۱۱۴۳ء مین اپنے قلعہ اور مندر کے ساتھ ڈالی اور اُسے کچھہ اونچا کیا کیونکہ اُسکی بیٹی بغیر درشن جمنا کے کہانا نہین کہایا کرتی تہی وجہ یہ کہ وہ سورج مکہی مذہب کی پابند تہی جس کے بانیون کے خیال مین جمنا سورج کی بیٹی ہے لہٰذا پتہورا کی بیٹی اسپر چڑہ کر جمنا کا درشن کرتی اور اسکے بعد کہانا کہاتی جب سنہ ۱۱۹۱ء مین مسلمانون نے اس مندر کو فتح کیا تو اس مینار کی بہی تعمیر کرائی۔

علاؤ الدین کا پھاٹک اور امام ضامن کی درگاہ مسجد کی اُن مشرقی ایزادی عمارات کے علاوہ جنکا حال اوپر گذر چکا ہے علاؤ الدین نے سنہ ۷۱۰ ہجری مطابق سنہ ۱۳۱۰ء مین قطب کی مسجد کے جنوب کی طرف ایک دروازہ بنایا جسے علائی یا الٰہی دروازہ کہتے ہین یہ عمارت پٹہانون کے اول زمانہ کی اُس طرز کو ظاہر کرتی ہے جسمین فن تعمیر انتہا کے کمال کو پہونچ گیا تہا اور جبکہ ہندو معمارون نے نہایت عمدہ و دقیق کاریگری اپنے اجنبی آقاؤن کی طرز کے موافق سیکہہ

علاؤ الدین کا پھاٹک اور امام ضامن کی درگاہ

لی تہی۔ بیرونی ناپ سے یہ عمارت ۵۶ ۱/۲ فیٹ مربع ہے اور اندر سے ۳۴ ۱/۲ فیٹ مربع اور دیوارین ۱۱ فیٹ موٹی ہین چہارون دونون جانب ایک ایک بلند دروازہ ہے جسکی محرابین نوکدار ہین گویا بالکل نعل اسپ کی شکل ہین ہین سامنے کے رخ عمدہ بیل بوٹے بنے ہوئے ہین اور اندرونی دیوارین عمدہ اور لاثانی نقل کاری سے مزین ہین یہ عمارت نیچے سے مربع شکل ہے لیکن اوپر جاکر مثمن ہوگئی ہے جہان چہتون کے گنبد بہت ہی خوشنما سادے اور متناسب ہین ہر کونے پر محراب دار طاقچی بنی ہوئی ہین پہلو کی کہڑکیان جو دروازہ سے چہوٹی ہین بڑے بڑے سنگ مرمر کی جالیون سے بند کی گئی ہین پہلو کی دروازے آگے اور پیچہے کے دروازے سے نیچے ہین اور علاؤ الدین کا نام سامنے کی اندرونی محراب کے اوپر دونون مثلثون پر لکہا ہوا ہے۔

امام ضامن کی درگاہ

بڑے دروازہ سے گذر کر امام ضامن کی درگاہ آتی ہے اس مقبرہ کے احاطہ کی چہوٹی چہوٹی دیوارین ہین اور مقبرہ کی عمارت ایک اونچے چبوترہ پر کہڑی ہے خاص قبر سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے اور اندر کا فرش بہی سنگ مرمر کا ہے یہ مقبرہ امام ضامن نے اپنی زندگی مین ۹۴۵ھ مین ہمایون بادشاہ کے عہد مین بنوایا تہا

علاؤ الدین کا مینار

بادشاہ علاؤ الدین ہی نے قطب مسجد کے شمالی طرف ایک اور مینار ۷۱۱ ہجری مطابق ۱۳۱۱ء مین بنانا شروع کیا جو قطب مینار سے دوگنا اونچا ہوتا لیکن اسی اثنا مین بادشاہ ایسا سخت بیمار ہوگیا کہ پہر اچہا ہی نہین ہوا اب یہ مینار خاکی رنگ کے بے شکل پتہرون کا بنا ہوا ہے اور اسکی سطح نہایت ناہموار ہے صناع کا یہ منشا ہوگا کہ اسکے گرد یا تو پلستر لگایا جائیگا یا سرخ پتہر اوپر سے مڑہے جائینگے اسکا قطر ساسی فیٹ ہے اور اگر اسکے گرد پتہر لگایا جاتا تو دو سو فیٹ سے کم نہ ہوتا یعنے قطب کے مینار سے دوگنا قطر ہوجاتا حال مین اسکی بلندی سطح زمین سے ۸۰ فیٹ ہے اوپر چڑہنے کا رستہ مشرق کی طرف ہے شمال مین کچہہ بلندی پر ایک دریچہ لگا ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ سیڑہیون کے روشن کرنیکے واسطے بنایا گیا تہا لیکن سیڑہیان ابہی شروع نہین ہوئی تہین۔

التمش کا مقبرہ

التمش کا مقبرہ۔ مسجد کے شمال مغرب مین سلطان شمس الدین التمش کا مقبرہ ہے شمس الدین التمش قطب الدین ایبک کا ایک وفادار غلام تہا جو اپنے آقا کے بعد تخت نشین ہوا اور ۱۲۳۶ء مین راہی ملک بقا ہوا اسکے بعد اسکے بیٹے رکن الدین اور بیٹی سلطانہ رضیہ بیگم نے یہ مقبرہ بنوایا مقبرہ اگرچہ چہوٹا سا ہے مگر دہلی کی ہندوانی کاریگری کا ایک نہایت عمدہ اور بے مثال نمونہ ہے جو مسلمانون کے کام مین لایا گیا یہ عمارت نہایت خوبصورت ہے اور اگرچہ معمارون نے اپنے اس کام مین بعض بعض جگہ ناقابلیت بہی ظاہر کی ہے مگر مجموعی ہیئت بالکل بے مثل اور لاجواب ہے گو چہت کے ہونے سے عمارت کی وہ رونق نہین رہی مگر موجودہ مقبرون مین اسکی کوئی نظیر نہین پائی جاتی

یہان بہی سنگ سرخ کی جگہ سنگ مرمر کا استعمال کیا گیا ہے - اگرچہ اسوقت ہنرمندی اور کاریگری کے عمل کا آغاز تہا مگر بعد مین اس سے بڑے بڑے نتیجے نکلے آگرہ کی عمارات کی پچی کاری اور رنگ برنگ کی گلکاری اسی نمونے سے تیار کی گئین اسکے مشرق کی طرف ایک طاق ہے جو پہلے مسجد کی جگہ کام آتا تہا اور گول کالمون مین سے جو ایک قمریک کا پتہ باقی رہگیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسپر آرہ نما لداؤ کی چہت بنی ہوئی تہی - مغربی دیوار مین بہی ایک طاق ہے جیساکہ مسجد کی دیوارون مین اکثر ہوا کرتا ہے - اندر کا احاطہ جو بہت خوبصورتی اور خوشنمائی سے نقش و نگار شدہ ہے ۲۹ ½ فیٹ مربع ہے دیوارین مٹائی مین ۷ فیٹ سے زیادہ ہین مقبرہ سنگ سرخ اور سنگ مرمر کا ہے اور خاص قبر مرکز مین زرد سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے

مقبرہ ادہم خان

مقبرہ ادہم خان - یہ ایک بڑی عمارت ہے جو قطب کے جنوبی و غربی گوشہ مین واقع ہے ادہم خان تیموریہ خاندان کا ایک مجہول النسب آدمی بتایا جاتا ہے جو اکبر کے عہد مین باز بہادر نامی سردار کے سزا دینے کے واسطے بہیجا گیا تہا جو خاندان سور کا پیرو تہا اس سردار کی بی بی روپ متی خوبصورتی مین مشہور تہی اور شاعرہ بہی اعلے درجہ کی تہی ادہم خان نے جب باز بہادر کو شکست دی تو اسکے دار الخلافہ سرنگ پور پر قبضہ کرلیا اور بیگم سے ملنے کی درخواست کی روپ متی چونکہ فاتح ادہم خان سے انکار نہ کرسکتی تہی اسلئے اندر آنے کی اجازت دی ادہم خان جب اسکے کمرے کے قریب پہونچا تو دیکہا کہ ریشمی لباس اور زرد جواہر پہنے نقاب اتارے زہر کا پیالہ لئے ہوئے ٹہنڈی اور مردہ پڑی ہے ادہم خان وہان سے پلٹ آیا اور کچہہ عرصہ کے بعد آگرہ واپس آکر بادشاہ کی اناکے خاوند شمس الدین محمد خان سے لڑ پڑا اور اکبر کے دیوان عام مین اسکو مار ڈالا بادشاہ فوراً جاگ پڑا اور اپنے خلوت خانہ سے جو قریب ہی تہا باہر نکل آیا جب قاتل بادشاہ کی طرف معافی مانگنے کی غرض سے آیا تو اکبر نے مکا مار کر اُسے گرا دیا اور حکم دیا کہ جس چبوترہ پر ہم کہڑے ہین یہین سے اُسے سرنگون کیا جاے چنانچہ ایسا کیا گیا اور کمبخت ادہم خان مرگیا اسکی مان بیٹے کے رنج مین ایک مہینے بعد مرگئی اور بادشاہ نے دونون کو اسی جگہ دفن کیا جس مقبرہ مین یہ دونون مان بیٹے مدفون ہین بہت بڑا اور سیدہا سادہا ہے - جہان آج ایک انگریزی افسر رہتا ہے

مقبرہ سلطان غوری

سلطان غوری کا مقبرہ - یہ عمارت قطب کے مغرب مین واقع ہے اور اُس سڑک سے چار میل کے فاصلہ پر ہے جو سیدہی محمود پور کو جاتی ہے - مقبرہ کی عمارت قابل دید ہے جس کی لمبی لمبی دیوارین بغیر چونے یا گارے کے ابتک کہڑی ہین سلطان غوری سلطان شمس الدین التمش کا بیٹا تہا جس نے ۱۲۱۱ء سے

لیکر ۱۳۲۶ء تک نہایت آزادی کے ساتھ سلطنت کی۔ عمارت بڑی دلچسپ اور قابل غور ہے اور عموماً سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے جو پٹھانون کے اول زمانہ کی ایک عمدہ مثال ہے۔

تغلق آباد۔ قطب صاحب سے مشرق کی طرف تقریباً چار میل چلکر تغلق آباد کی خوشنما عمارتین نظر آتی ہین جو چودہوین صدی کے شروع مین تغلق غازی خان نے جو ایک کامیاب اور نامور فوجی افسر تہا اور جس نے خاندان خلجی کو شکست دی تہی بنوائی تہین جنرل کہنگہم صاحب ان عمارتون کے متعلق بیان کرتے ہین کہ تغلق آباد کا قلعہ کچہہ صداقت کے ساتھ نصف مسدس شکل کا کہا جا سکتا ہے جسکے تین ضلع ہین اور ہر ایک ضلع تین چوتہائی میل سے زیادہ ہے۔ قلعہ کا کل دور ایک فرلانگ کم چار میل ہوگا یہ قلعہ ایک بڑی پہاڑی پر کہڑا ہے اور ایسے بڑے بڑے پتہرون سے بنا ہوا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی پہاڑی کو تراش تراش کر عمارت بنائی گئی ہے بڑے سے بڑا پتہر جو مین نے بچشم خود دیکھا ۱۴ فیٹ لمبا دو فیٹ ۲ انچ چوڑا اور ایک فیٹ پانچ انچ موٹا تہا اور بالضرور چہ من سے زیادہ وزنی ہوگا اسکے شمال مغرب اور مشرق کی طرف ایک نہایت عمیق خندق ہے اور لمبے رخ پر جو جنوب کی جانب ہے، پانی کی ایک بڑی چادر گرتی ہے جو اس پشتہ پر سے گذرتی ہوئی آتی ہے جس کا رخ جنوب مشرق کی جانب ہے قلعہ کی دیوار ڈہلوان ہے اور پہاڑی مین گئی ہوئی معلوم ہوتی ہے اس دیوار کی بلندی سلامی کے اوپر سے چالیس فیٹ ہے اور اوپر کی منڈیر سات فیٹ اونچی ہے اسکے پیچہے ایک اور دیوار ہے جس کا ارتفاع پندرہ فیٹ سے کچہہ بلند ہے نیچے کی سطح سے سلامی کے موقع تک کل بلندی ۹۰ فیٹ سے زیادہ ہوگی جنوب مشرق کے زاویہ مین ایک دیوان خانہ بنا ہوا ہے جو کسی زمانہ مین بہت پُررونق ہوگا فصیل کی دیوارین معمولی طور سے محراب دار درون قائم ہین جن مین قلعہ کی فوج رہا کرتی تہی ان دیوارون مین روشندان بنے ہوئے ہین تاکہ ان سپاہیون کو جو اس مین سکونت پذیر تہے انکے ذریعہ سے روشنی اور ہوا پہونچ سکے۔

تغلق آباد کا قلعہ اپنے بڑے اور مضبوط ہونے اور بظاہر ٹہوس معلوم ہونیکی وجہ سے بڑی شان وشوکت کا قلعہ معلوم ہوتا ہے اور اُسکی صورت سے اسوقت خوف وہیبت کے آثار نمایان ہوتے ہین اسکے تیرہ دروازے ہین اور بہت سے بیٹہک کے شاندار مکانون کے نشانات پائے جاتے ہین بڑی بڑی عمارتون کے علاوہ جامع مسجد دیوان خانے وغیرہ کہنڈرات ہین جنمین سات تالابون کے

آثار دکہائی دیتے ہین۔

یہ عمارت تغلق شاہ کے عہد سنہ ۱۳۲۱ع مین بننی شروع ہوئی اور دو سال کے عرصہ یعنے سنہ ۱۳۲۳ع مین تقریبًا اسقدر اختتام کو پہونچگئی تہی جسقدر کہ اب ہے اس کا رقبہ شاہجہان آباد کے رقبہ کے مساوی ہے، اور اندر سے کہلا ہوا میدان ہے جس کا محیط پانچ میل سے زیادہ ہے۔ اب چہار دیواری کے اندر بجز ایک کنوئین کے جو سخت پہاڑ مین اسّی فیٹ گہرا کاٹ کر بنایا گیا تہا اور تغلق شاہ کے خاص دیوان خانہ کے کہنڈرات اور ایک ڈراونی باولی کے اور کچہہ نہین ہے، تغلق شاہ انتقال کے بعد اپنے اس نام شہر کے بڑے دروازے کے سامنے تقریبًا تین سو گز کے فاصلہ پر اسجگہ دفن ہوا جو اب مقبرہ تغلق شاہ کے نام سے نامزد ہے یہ مقبرہ اُس زمانہ کی عمارتون کے لحاظ سے نہایت نفیس اور خوبصورت مقبرہ ہے قبر کے گرد ایک چہوٹا سا قلعہ اس قسم کا بنگیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہی بڑے قلعہ سے متعلق ہے اس باب مین مورخین کا اختلاف ہے کہ اس مقبرہ کا اصل بانی کون تہا۔ مسٹر فرگسن صاحب کہتے ہین کہ جب بہادر تغلق شاہ نے نئی دہلی کی بنیاد ڈالی تو اس نے ایک مقبرہ اس مضبوط عمارت مین بنایا جو ایک مصنوعی جہیل مین واقع ہے اس مقبرہ کے ڈہلوان دیوارین اور یونانی مضبوطی مع اُن بڑے بڑے برجون کے جو اسکے گرداگرد ہین اُس بہادر کے مقبرہ کو بیمثل ثابت کر رہی ہین۔ کہنگہم صاحب نے لکہا ہے کہ اسی بادشاہ نے اس قسم کا لیکن اس سے بہت بڑا مقبرہ ملتان مین بنوایا تہا جسے تیار ہونیکے بعد اس زمانہ کے کسی پاکدامن شخص کو بخشدیا مقبرہ خود بہی مربع شکل ہے اور اُسکے احاطہ کی دیوارین بہی ایسی ہی معلوم ہوتی ہین اسکی بلندی سطح زمین سے گنبد والی چہت کی چوٹی تک ستر فیٹ ہے اور دس فیٹ کا لمبا کلس اس سے علیحدہ ہے۔

ان دونون مورخون کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ خود تغلق شاہ اس مقبرہ کا بانی ہے لیکن ہندی مورخون نے نہایت وثوق کے ساتہہ بیان کیا ہے کہ یہ مقبرہ سلطان غیاث الدین تغلق کے فرزند ملک فخر الدین جونا کا بنایا ہوا ہے جسے سلطان نے اپنی زندگی مین الغخان کا خطاب دیکر اپنا ولیعہد مقرر کیا تہا اور سلطان کے انتقال کے بعد اُس نے اپنا لقب سلطان محمد تغلق شاہ رکہا تہا یہ عمارت سنہ ۷۲۵ ہجری کے بعد بنی ہے جسے اب پانسو سینتیس ۵۳۷ برس کا عرصہ گذرتا ہے۔

مقبرہ تغلق

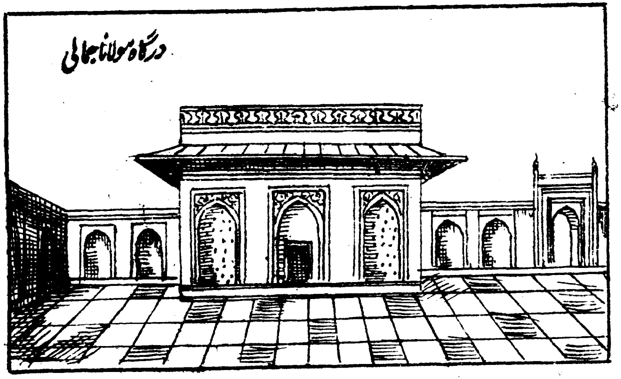
درگاہ مولانا جمالی

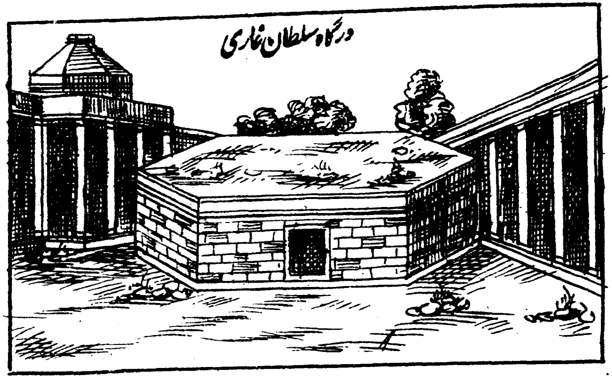
درگاہ سلطان غاری

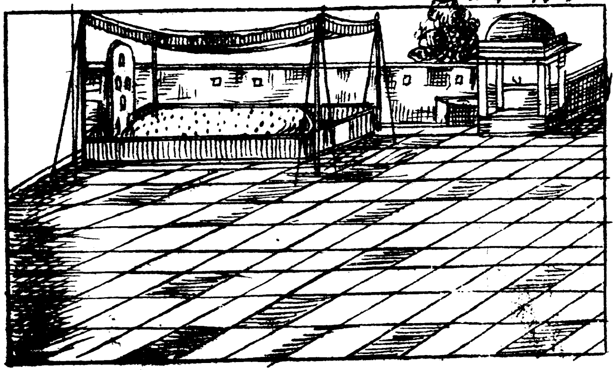
درگاہ خواجہ قطب صاحب

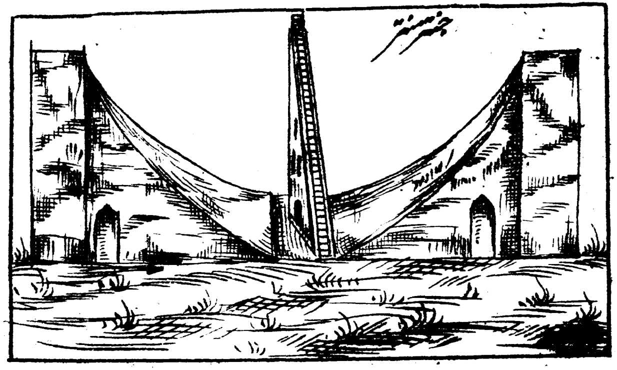
جنتر منتر

قلعہ تغلق آباد

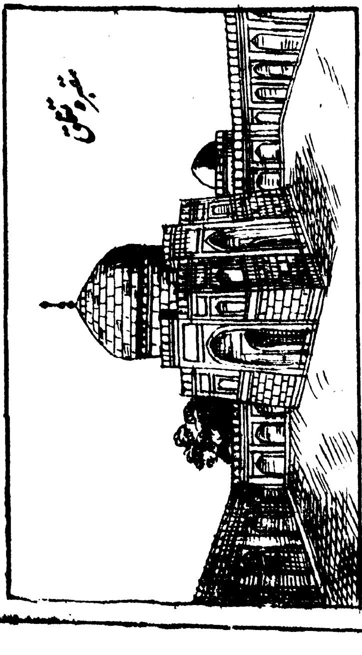

مقبرہ تغلق

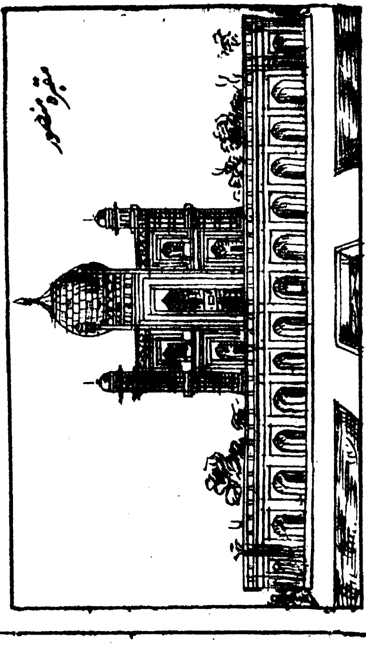

مقبرہ منصور

الغرض مقبرہ کا بانی کوئی ہی ہو لیکن مقبرہ نہایت خوبصورت اور بےمثل عمارت ہے اسکے چارون طرف بلند دروازے ہین جنکی محرابین نہایت خوبصورت اور نوکدار ہین اور کنارون پر عجیب قسم کی گل کاری کی ہوئی ہے۔ہین جگہ جگہ سنگ مرکی پچی کاری سے بڑی آراستگی ہوگئی ہے چار دیواری اندر باہر سے سنگ سرخ کی ہے اور تمام برج سنگ مرکا ہے برج کے اوپر سنگ سرخ کا کلس لگا ہوا ہے جو اوپر کی جانب سے تھوڑا سا ٹوٹ بھی گیا ہے برج مین تین قبرین ہین پہلی قبر جو گنبد کے بیچوں بیچ ہین ہے سلطان غیاث الدین تغلق کی ہے اور دوسری قبر اسکی بیوی کی جو مخدومہ جہان کے خطاب سے مشہور تھی تیسری قبر کے بارہ مین مورخون کا اختلاف ہے ایک عربی مین مورخ کہتا ہے کہ وہ اس کے بیٹے سلطان محمد تغلق کی قبر ہے لیکن باوجود تحقیق کے مجھے کسی معتبر تاریخ سے معلوم نہین ہوا کہ وہ کسکی قبر ہے عجب نہین کہ سلطان محمد تغلق کی ہو اور اگرچہ سلطان محمد تغلق شاہ نے ۷۵۲ ہجری مین دریائے سندہ کے کنارے انتقال کیا ہے لیکن کچھ عجب نہین کہ اُس کی لاش یہان لاکر دفن کی گئی ہو۔

درگاہ مولانا جمالی رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا جمالی شعرائے نامی اور اولیائے ہند کی بسیط فہرست مین ایک بڑے معزز اور ممتاز شخص ہین جنکے ذاتی کمالات اور مذہبی اقتدارات اسقدر مشہور اور زبان زد خاص و عام ہین کہ محتاج بیان نہین آپکی درگاہ قطب صاحب کی لاٹ کے قریب ہی راجون کی بائین کے متصل ایک سطح مرتفع پر واقع ہے۔ درگاہ اگرچہ چونہ اور پتھر کی بنی ہوئی ہے لیکن اسپر کاشانی چینی کا کام بالخصوص درگاہ کے اندرونی حصہ مین چارون طرف ایسی خوبصورت اور نازک منبت کاری کی گئی ہے اور ایسے لطیف بیل بوٹے بنائے گئے ہین کہ دیکھتے ہی جی پھڑک اُٹھتا ہے سی چونے کی منبت کاری پر ذیل کے اشعار نہایت خوشخطی کیساتھ لکھے ہوے ہین چونکہ یہ اشعار آپ ہی کے زور قلم اور عالی دماغی کا نتیجہ ہے اسلیئے اُنہین بجنسہ نقل کرتا ہون۔ اشعار۔ اگر بکفر کشد سر سیاہ کاری ما؛ بود بعفو تو چشم امیدواری ما؛ بہ آستان تو شرمندہ سگان تو ایم؛ کہ شب قرار ندارد ز آہ و زاری ما؛ اگر بہ پردہ رازی تو محرمی یا بم؛ ففقر و فخر نماید بہ پردہ داری ما؛ بخاک کوے تو در چشم مردمان خوار یم؛ بنزد اہل نظر عزت است خواری ما؛ ز ابر لطف تو شد ناپدید گرد گناہ؛ ولیک شستہ نشد داغ شرمساری ما؛ بروز ہجر تو در بیکسی و تنہائی؛ بجز غمت نرسد کس بہ غمگساری ما؛ جمالیا بدیار التجاے آر؛ کہ ہست بر در دلدار رستگاری ما؛ ایضاً؛ ز حد گزشت بعشق تو بیقراری ما؛ امید ہست کہ رحم آوری بزاری ما؛ جمال عفو تو گے مدعی برون نقاب؛

اگر نہ روئے نمودے گناہگاری ما؛ اگرچہ در خور قہریم از گنہ گاری؛ بود بلطف تو چشم امیدواری ما؛ بہ عزت جبروت و بحرمت ملکوت؛ رسیم گر بفرازی بخاکساری ما؛ اگر بہ پردۂ راز تو پردہ دار شویم؛ فرشتہ را لنسز د جائے پردہ داری ما؛ زیک ترشح ابر کرم فروشوئی؛ عتاب جرم ز خسار شرمساری ما؛ نظر بسوئے جمالی فگن ز روئے عطا؛ مبین بجانب سستی و خامکاری ما؛

حضرت مولانا جمالی کی وفات سنہ ۹۴۲ ہجری عہد ہمایون شاہ مین ہوئی چنانچہ "خسروئے ہند" سے جو آپکے تاریخی مصرعہ کا ایک جزو ہے سنہ ۹۴۲ نکلتے ہین اور اسی سنہ مین آپکی یہ درگاہ تعمیر ہوئی۔

مسجد جمالی

اسی درگاہ کے پاس ایک نہایت خوبصورت اور بڑی شان و شوکت کی مسجد ہے۔ یہ مسجد بہی گو صرف چونہ پتہر سے سادی وضع مین بنائی گئی ہے لیکن خوشنمائی اور دلکشائی مین بے مثل ہے باوجود تحقیقات کے کسی تاریخ سے اس بات کا پتہ نہین چلتا کہ یہ مسجد کس زمانہ مین تعمیر ہوئی اور اسکا اصل بانی کون شخص تہا مگر اجتہادی قیاس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ غالباً اسکی تعمیر درگاہ کے ساتہ ساتہ ہوئی ہے اور چونکہ اس کا نقشہ ہمایون بادشاہ کی عہد کی عمارتون سے بہت ملتا جلتا ہے اس قرینہ سے کہا جا سکتا ہے کہ اسکی تعمیر عہد ہمایون مین ہوئی اگرچہ اسوقت یہ مسجد نہایت ویران اور غیر آباد پڑی ہے لیکن اگلے زمانہ مین بہت بڑی آبادی مین واقع تہی کیونکہ کسی زمانہ مین قطب کی آبادی کا مرکز یہی مقام کہا جاتا تہا اور آبادی کی وسعت یہان بہت کچہہ تہی جیسا کہ اُن عظیم الشان حویلیون کے کہنڈرات سے معلوم ہوتا ہے جو اب بہی ٹوٹی پہوٹی پڑی ہیں۔

مقبرہ سلطان غازی

مقبرہ سلطان غازی۔ یہ مقبرہ قطب صاحب سے دو کوس کے فاصلہ پر جانب غرب مین واقع ہے جسے سلطان شمس الدین التمش نے سنہ ۶۲۰ ہجری مین تعمیر کرایا اس مقبرہ مین چار و نظرف مکانات اور غرب کی جانب سنگ مرمر کی ایک مختصر سی نہایت خوبصورت مسجد بنی ہوئی ہے مقبرہ کے عین وسط مین ایک غار ہے جسکی تہ تک پندرہ سیڑہیان اُترکر پہونچ سکتے ہین غار کے اندر بہت سے مضبوط اور خوبصورت ستون کہڑے ہین جنپر مقبرہ کی چہت ٹکی ہوئی ہے اسی غار مین حضرت سلطان غازی رحہ کی قبر شریف ہے۔ غار کی چہت پر ایک مثمن چبوترہ بنایا گیا ہے جسکی کرسی سنگ مرمر سے دی گئی ہے چبوترہ کا ارتفاع چار فیٹ ساڑے سات انچ ہے اور ہر ضلع پندرہ فیٹ ڈیڑہ انچ کا ہے اس حساب سے چبوترہ کا کل دَور ایک سو اکیس فیٹ کا ہوتا ہے۔ اسی چبوترہ مین شرقی

جانب سات سیڑہیان بنی ہوئی ہین اور جنوب کی طرف غار مین جانے کا دروازہ ہے - لوگون کا بیان ہے کہ اگلے زمانہ مین یہ دروازہ بند تہا اور لوگ صرف چبوترہ کی زیارت کر کے چلے جاتے تہے لیکن جب بہادر تغلق کا دور دورا ہوا تو اُس نے یہ دروازہ کہلوا دیا اور لوگ اندر جا کر زیارت کرنے لگے - غار کا دروازہ بہت چہوٹا اور تنگ ہے پیمایش کی گئی تو معلوم ہوا کہ صرف ایک فیٹ گیارہ انچ کا دہن اور تین فیٹ نو انچ کا ارتفاع ہے

مقبرہ کا دروازہ بڑا خوشنما اور خوبصورت بنا ہوا ہے سنگ مرمر کی چوکہٹ لگی ہوئی ہے اور محراب سنگ سرخ کی قائم کی گئی ہے درگاہ کی چار دیواری بہت کرسی دیکر بلند کی گئی ہے اور سب سنگ خارا سے ترشی ہوئی بنائی گئی ہے - چارون کونون پر چار برج ہین اور شرق کی طرف صدر دروازہ قائم ہے کرسی تک تو سنگ خارا لگا ہوا ہے اور اس سے اوپر مع صدر دروازہ اور چوکہٹ سنگ مرمر کا ہے دروازہ اسقدر مرتفع ہے کہ بائیس سیڑہیان چڑہکر اس مین پہونچتے ہین -

چوتہا باب بزرگان دین کے مزارات وغیرہ

یہ عنوان اسقدر وسیع ہے جسکی تفصیل و توضیح کے لئے ایک بڑا طویل دفتر درکار ہے مگر چونکہ مجھے اختصار مدنظر ہے اسلئے مزارات کا ذکر کر کے کتاب کو ختم کرتا ہون - شاہجہان آباد دہلی کی مشہور کہڑکی فراشخانہ کے باہر تہوڑی دور کے فاصلہ پر غربی جانب مین ایک بڑا وسیع قبرستان پڑتا ہے جہان مسلمانون کی ہزارون پختہ اور خام قبرین دور تک نظر پڑتی ہین ان ہی قبرون کے بیچ مین حضرت **خواجہ باقی باللہ** قدس اللہ سرہ کا مزار مبارک ہے جو اب بہی عام زیارتگاہ اور مرجع خلائق تسلیم کیا جاتا ہے - یہ مزار ایک مرتفع زمین پر آسمان کے نیچے واقع ہے جسے قد آدم سے زیادہ چہار دیواری محیط ہے مزار سرتا پا چونہ کا ہے اور اسپر کوئی چہت یا گنبد وغیرہ نہین ہے - اس مقدس و پاک مزار پر ایک عجیب بات دیکہی جاتی ہے کہ باوجودیکہ ہر وقت آفتاب کی تیز و آتش انگیز شعاعین پڑتی ہین مگر مزار ہمیشہ سرد رہتا اور خنکی و ٹہنڈک چہونے سے محسوس ہوتی ہے مزار سے وہ فیض و برکت کے آثار نمایان ہین کہ بیان سے باہر اور تحریر و تقریر سے خارج ہین - چہار دیواری کے اندر چونے پتہر کی ایک مسجد واقع ہے اگرچہ مسجد اسقدر وسیع نہین ہے مگر خوبصورتی اور نزاکت مین ہزار دو ہزار مین نہین تو سو دو سو مین ایک ہے -

حضرت خواجہ باقی باللہ (حاشیہ)

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے حالات کمال اشتہار کی وجہ سے محتاج بیان نہین ہین

آپ کی نسبت مشائخ اور مورخین کے متفقہ الفاظ یہ ہین کہ تمام مشائخ دہلی اور طبقہ علما مین کوئی شخص ایسا نہین گزرا جو علمی فیاضی۔ جود وسخا ترک حظ نفس توکل و قناعت زہد و اتقا مین آپکا دعویدار ہو اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ کوئی شخص کسی بات مین آپکا شریک ہو بھی تو اس کا یہ دعوی قطعی طور پر نادرست ہوگا کہ خدا ترسی اور زہد و اتقا اور تصرفات و کرامات مین بھی آپ سے افضل یا برابر ہوگا۔ آپکی خدا ترسی تواضع و بردباری اور سب سے بڑھکر عظمت و کرامت اسدرجہ شہرت پکڑگئی تھی کہ بڑے بڑے ارباب کمال دور دور سے حاضر خدمت ہوتے اور آپکے تلامذہ و مریدون کے حلقہ مین شریک ہونے کو مایہ اعزاز و افتدار سمجھتے تھے گو آپکے چہرہ سے نورانی عظمت و جلال ہر وقت پڑا برستا تھا اور وہ شان و شوکت اور رعب و دبدبہ نمایان تھا جس سے دیکھنے والون پر عظمت نما ہیبت طاری ہوتی تھی لیکن آپ تواضع و انکساری مین بہت بڑھے ہوئے تھے آپ ہر شخص سے خواہ وہ کسی رتبہ اور درجہ کا آدمی ہوتا نہایت خندہ پیشانی اور ستودہ صفت اخلاق کے ساتھ پیش آتے تھے۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی جو اس عہد مین افضل الفضلا اور تاج المحدثین کے لقب سے پکارے جاتے تھے اور حضرت شیخ سلیم سیکری قدس اللہ سرہ آپکے معاصرین مین سے ہین چنانچہ خافی خان مولف منتخب اللباب نے جہان ابو الفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے عہد کے اولیا و مشائخ اور علماء و فضلا کا ذکر کیا ہے اُن کی فہرست مین حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور جناب شیخ سلیم سیکری قدس سرہ کے ساتھ حضرت خواجہ باقی باللہ کا بھی ذکر کیا ہے اور آپکے حالات زندگی پر ریویو کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ عہد اکبر مین ایک بڑے پیشوائے مذہبی اور مقتدائے زمان تسلیم کیے جاتے تھے خود اکبر بادشاہ اور اُسکے اُمرائے دولت آپکی انتہا سے زیادہ تعظیم کرتے اور سختی و تنگی کے وقت طالب دعا ہوتے تھے۔ آپکے صفات ذاتی و کسبی اور خوارق و کمالات تحریر و تقریر سے خارج تھے اور روحانی و ذہنی ملکات کے علاوہ علوم نقلی کا کافی حصہ رکھتے تھے۔

آپکا انتقال سنہ ۱۰۱۲ ہجری مین ہوا جیسا کہ ذیل کے اُن اشعار سے ظاہر ہوتا ہے جو آپکی درگاہ کے جنوبی دروازہ پر بطور کتبہ لکھے ہوئے ہین ؎ خواجہ باقی آن امام اولیا ٭ عارف باللہ اسرار نہفتہ ٭ نگہت بستان سر و انبیا ٭ از نہال جعفری خوش گل شگفتہ ٭ چونکہ بد مشرب فنا اندر بقا ٭ محو حق گشتہ زما سرار سفتہ ٭ رخت بستہ زین سرائے بے بقا ٭ چون ندائے ارجعی از حق شنفتہ ٭ سال تاریخ

وصالش خسروے ؛ باقی باللہ نقشبند وقت گفت ؛ آپکے مزار مبارک کے سرہانے ایک اونچی دیوار ہے جس مین بہت سے چہوٹے چہوٹے طاق چراغون کے لئے بنے ہوئے ہین اوراسی پر ایک بڑا قصیدہ لکہا ہوا ہے چونکہ وہ قصیدہ نہایت دلچسپ اور معنے خیز ہے اور قطع نظر دلچسپی کے اسمین آپکی زندگی کے اکثر واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اسلئے پورا قصیدہ نقل کیا جاتا ہے

قبلۂ ارباب معنے کعبۂ اصحاب دین ؛ مظہر فیض الہی صاحب علم الیقین ؛ حامی دین نبی اکمل امام المتقین ؛ مورد فضل گرامی آل ختم المرسلین ؛ کاشف اسرار مطلق واقف علم الیقین ؛ محو ذات اقدس و باللہ باقی بالیقین ؛ غوث اعظم عروۃ الوثقی رب العالمین ؛ قطب ارشاد جہان ہم معنے حق الیقین ؛ کامل عالی طریقہ مہدی راہ متین ؛ بحر عرفان الہی مقتدائے العارفین ؛ راضی و مرضی حق بر ذات شان او متین ؛ این کرامت ہست از محبوب رب العالمین ؛ نور پیچون بر جبینش تافت از حق المبین ؛ شد زمین لیتش روشن قلوب المومنین ؛ کے توانم گفت مدح آن خلاصہ واصلین ؛ ہست ذات خواجہ باقی مرحمت للعالمین ؛ نعمت اللہ باقی بود باقی شد یقین ؛ مرجع انس و ملک از فضل رب العالمین ؛ خواجگی آئینہ شد مرشدان شاہدین ؛ ایک مشرب اولین و ہم بہار آخرین ؛ چون کمالش وصل دائم بود معنے دلنشین ؛ شد وصال غیب او آخر بعمر اربعین ؛ وان زہجرت بعد الف اثنا عشر بودہ سنین ؛ از وفات قطب اوران تکیہ گاہ مسلمین ؛ ہر کہ آید بر مزارش از سر صدق و یقین ؛ حاجتش گردد روا ہم مقصد دنیا و دین ؛ عاجز و عاصی بدرگاہش ہمی ساید جبین ؛ تا بیاید نظر رحمت ہم نجات یوم دین ؛ باز نازل رحمت رضوان رب العالمین ؛ بر محمد خواجہ باقی ز اولیائے مقبلین ؛

قدم شریف

حضرت خواجہ باقی باللہ کی درگاہ سے آگے بڑہکر قدم شریف کی اونچی اونچی فصیلین نمودار ہوتی ہین قدم شریف کی سرزمین گو کوٹلہ مین داخل نہیں مانی جاتی مگر مورخین کا بیان ہے کہ فیروز شاہ کے شہر کی حد وسعت یہانتک پہیلی ہوئی تہی چنانچہ فیروز شاہ کے وقت کی بنی ہوئی فصیل جو اس احاطہ کے گرد موجود ہے اس امر کی کافی شہادت دیتی ہے ۔ اُس صدی کا سنگین نمونہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ عمارت خاص فیروز شاہ کی بنائی ہوئی ہے ۔ احاطہ کے اندر ایک چہوٹی سی درگاہ ہے جو سرتاپا پتہر کی بنی ہوئی ہے اور اوپر سے سفید چونہ لیا ہوا ہے گویا چہوٹے چہوٹے ستونونکی

ایک مقبرہ ہے جہاں فیروز شاہ کا فرزند رشید شاہزادہ فتح خاں مدفون ہے جس نے سنہ ۱۳۷۶ عیسوی میں انتقال کیا اسی شہزادہ کی قبر پر جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم لگا ہوا ہے جسکی نسبت مختلف روایتیں لوگوں کی زبان زد ہیں اکثر لوگوں کا بیان ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معجزہ صادر ہوا تہا اور ایک پتھر پر آپکا نقش پا ہوگیا تہا مگر مجھے باوجود تحقیقات کے کسی قدیم و جدید تاریخ سے اس بات کا سراغ نہیں لگا غرضکہ یہ قدم فیروز شاہ کے عہد سلطنت میں حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت مکہ معظمہ سے لائے تہے اور فیروز شاہ نے اسے تبرک سمجھکر اپنے پاس رکھا تہا مگر جب سنہ ۹ ہجری میں شہزادہ فتح خاں کا انتقال ہوا تو اس نے اس قدم مبارک کو اسکی چھاتی پر لگا دیا اور مزید احتیاط کے لئے قبر کی ہر چہار طرف سنگ مرمر کا ایک نہایت خوبصورت اور شاندار کٹہرا بنوا دیا اب لوگ اس میں پانی بھر دیتے ہیں اور قدم مبارک دہوکر تبرکاً لوگوں کو دیتے ہیں بلکہ دور دور لیجاتے ہیں ربیع الاول کی ابتدائی تاریخوں میں بارہویں تک یہاں بڑی دہوم سے میلا لگا کرتا ہے بالخصوص بارہویں کو تو بہت ہی دہوم ہوتی ہے کثیر مخلوق جمع ہوتی اور ہزاروں فقرا اور ملنگ آکر دہمال کرتے ہیں۔

شہزادہ فتح خاں کے مقبرہ کے گرد بہت سے مکانات مدرسہ مسجد فیروز شاہ کے بنائے ہوے ابتک موجود ہیں اور چار دیواری کے متصل باہر کی جانب فیروز شاہی تالاب بنا ہوا ہے لیکن اس کا بہت سا حصہ منہدم ہوچکا ہے اور روز بروز منہدم ہوتا جاتا ہے العرض جسقدر قدیم عمارتیں یہاں نظر آتی ہیں سب فیروز شاہ کی بنائی ہوئی ہیں ایک یورپین مورخ کہتا ہے کہ قدم شریف کا مقبرہ جو مربع ستونوں پر کھڑا ہوا ہے اسکی شان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی زمانہ میں ہندوں کا ایک بڑا مندر ہوگا مسلمانوں نے اُسے توڑ پھوڑ کر مقبرہ و مسجد اور مدرسہ کا مکان بنالیا ہے۔

درگاہ سید حسن رسول نما

قدم شریف سے شمال مغرب کی طرف ایک سیدہی سڑک پہاڑ گنج کو جاتی ہے جب آپ پہاڑ گنج کی انتہائی سڑک پر پہونچ جائینگے تو وہاں سے قریباً ڈیڑہ میل کے فاصلہ پر حضرت سید حسن رسول نما کی درگاہ نظر پڑیگی یہ حضرت بہی اولیائے ہند اور عظام مشائخ مین ایک بڑے پایہ کے شخص تہے جنکے حالات اسقدر مشہور ہیں کہ دہلی کا ادنے ادنے آدمی اُن سے روشناس ہے یہی وہ بزرگوار ولی اللہ ہیں جنکے وہبی و اکتسابی علوم کا سمندر ایک زمانہ مین بڑے زور شور سے چاروں طرف ابل کر بہ رہا تہا جس نے اپنی شادابی سے ایک عالم کو سرسبز و لہلہار کہا تہا آپکے روحانی و ضمیری

قدم شریف

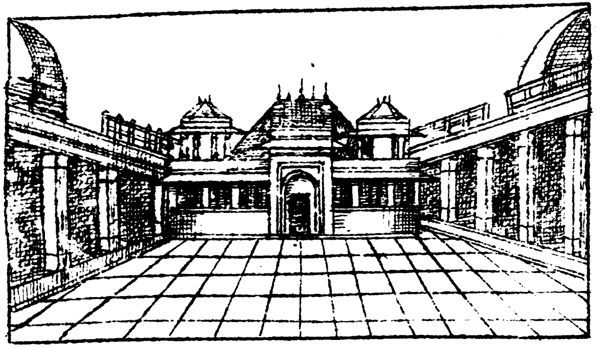

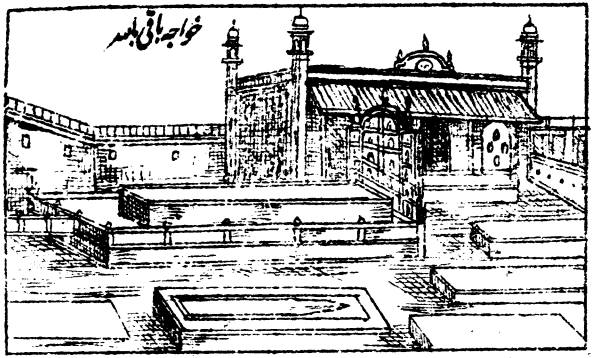

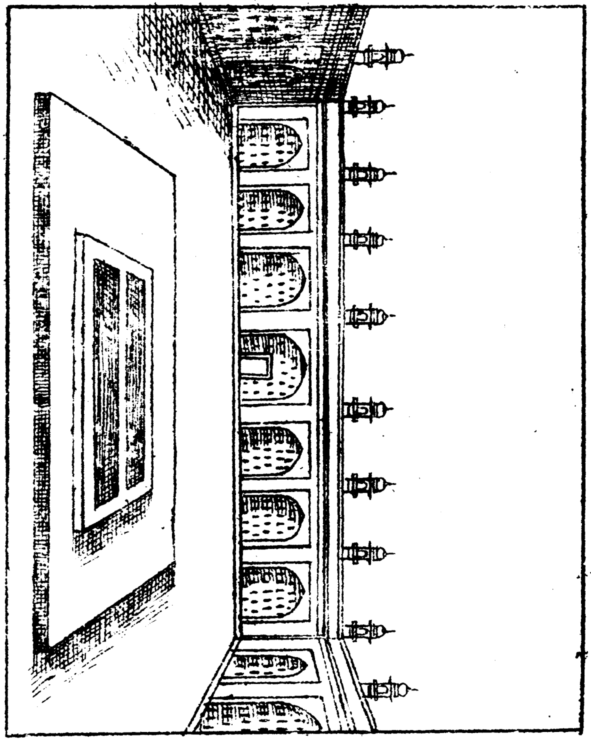

درگاہ حسن رسول نما

مدرسہ غازی الدین حیدر۔

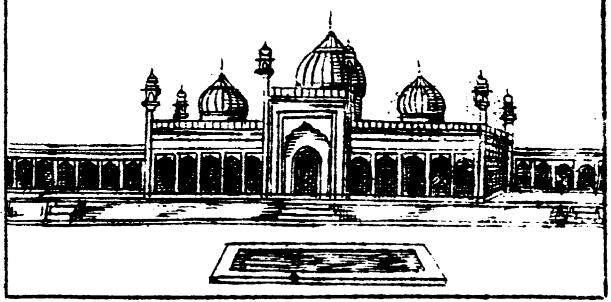

کلاں مسجد

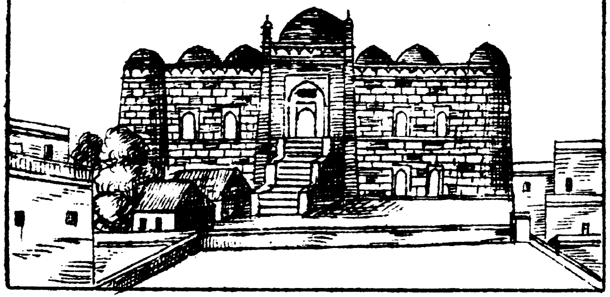

شاہ ترکمان

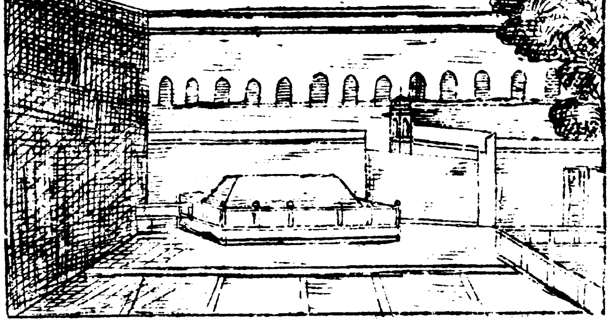

درگاہ شاہ غلام علی صاحب

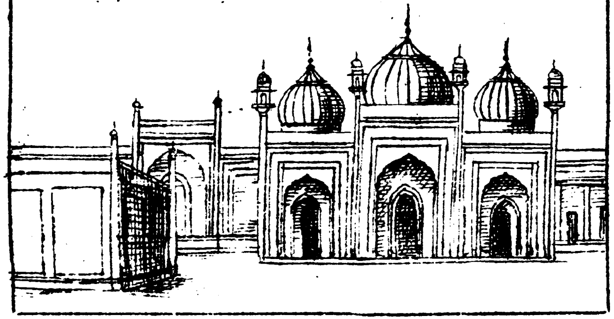

جوہر اپنے میں ممتازیت کی گہری تہ رکہتے تہے اور تمام باطنی وظاہری علوم میں قابل انتخاب سمجھے جاتے تہے آپکے حالات زندگی اور کرامات وتصرفات آپکے اصلی واقعات مشائخ کے تذکروں میں جستہ جستہ مذکور ہیں چنانچہ خزینۃ الاصفیا اور تذکرہ مشائخ دہلی میں آپکے واقعات زندگی اس کثرت کے ساتہ لکہے گئے ہیں جس سے زیادہ لکہنا ممکن نہیں لہذا میں اُن حالات کو قلمبند کرکے اپنی کتاب کو طول دینا نہیں چاہتا جن حضرات کو زیادہ حالات دریافت کرنے ہوں وہ ان کتابوں کا مطالعہ کریں رسول نما آپکا لقب تہا اور اس لقب سے مشہور ہونیکی یہ وجہ بیان کی جاتی ہے کہ آپکو جناب رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس درجہ تقرب حاصل تہا کہ جسے چاہتے تہے حضور کی زیارت سے مشرف کرا دیتے تہے اور چونکہ یہ بات آپکی نسبت بہت کچہہ مشہور ہوگئی تہی اسلئے آپ رسول نما کے لقب سے پکارے جاتے تہے۔ آپکا مزار زیر آسمان ہے یعنے کسی چہت یا گنبد کا اُسپر سایہ نہیں ہے اور مزار شریف کے سرہانے یہ شعر کندہ ہے۔

حسن رسول نما افتخار آل حسن — اویس قرنی ثانی و ثالث حسنین

آپکے مزار شریف کی تقسیم ظاہر کرنے کے لئے وہاں کی عمارات کا پورا نقشہ دکہایا جاتا ہے جس سے اسکی اصلی خوبی عمدہ طور پر ظاہر ہوسکتی ہے۔

مزار حضرت سید محمود بحار

حضرت سید محمود بحار کا مزار۔ یہ مزار شاہجہان آباد دہلی سے قریباً چار کوس کے فاصلہ پر بارہ پُلے کے متصل موضع کیلوکہڑی کے محاذات میں واقع ہے اگرچہ بلحاظ عمارت یہ موضع کچہہ ایسا عمدہ اور قابل دید نہیں مگر بقول مشہور شرف المکان بالمکین صرف بزرگوار ومقدس سید کی وجہ سے دور دور مشہور ہوگیا ہے اور معتقدین اولیا ہزاروں کوس سے اسکی زیارت کو آتے اور نہایت محظوظ ہوتے ہیں۔ حضرت سید محمود بحار کا شمار اولیائے کاملین میں شمار کیا جاتا ہے اور درحقیقت میں جب آپکی تاریخی واقعات پر نظر ڈالی جاتی ہے تو ہندوستان کے اولیا کی فہرست میں آپکا نام نامی جلی حرفوں میں لکہا دکہائی دیتا ہے۔ آپ حضرت سید ناصر الدین شہید سون پتی کی اولاد میں سے ہیں جنکے خوارق وکرامات کی شہرت ہندوستان سے لیکر عرب تک پہیلی ہوئی ہے حضرت سید محمود بحار درویشی کے علاوہ علم وفضل میں اپنا نظیر نہ رکہتے تہے اور چونکہ تمام علوم وفنون میں دستگاہ کامل رکہتے تہے اسلئے اُس زمانہ کے لوگ آپکو بحار کہا کرتے تہے

آپکا لقب محی العظام ہے اور ہندی لوگ آپکو راجہ ہاڑ گوڑ کہتے ہیں اور اسکی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بڑھیا بیوہ عورت کا فرزند سفر کو گیا تہا جب اُسے ایک زمانہ سفر مین گذر گیا اور ماں کو کہیں سے خبر نہ ملی تو وہ مایوس ہوکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور مضطربانہ لہجے میں عرض کیا کہ حضرت! میں بیوہ عورت ہوں اور میرا دنیا میں کوئی مددگار نہیں صرف ایک بیٹا تہا جسے میں اپنے تاریک گہر کا چراغ سمجھتی تہی اور اُسکے عشق و دوارفتگی میں دُنیا کی تمام چیزوں کو ہیچ خیال کرتی تہی عرصہ سے غائب اور مفقود الاثر ہوگیا ہے آپ دعا کیجے کہ خدا اُس سے مجہے ایکدفعہ اور ملادے آپنے مکاشفہ کیا تو معلوم ہوا کہ اُس کا فرزند مر گیا اور علاوہ خشک ہڈیوں کے اور کچہہ باقی نہیں رہا ہے آپنے جناب الٰہی میں نہایت الحاح وزاری سے دعا کی اور گڑگڑا گڑگڑا کر فرمایا کہ خداوندا مجہپر اور اس بیکس پر رحم فرما اور اس مضطر و عاجز بیوہ عورت کو اسکے فرزند سے ملاکر محظوظ کر خدا تعالےٰ نے آپکی دعا کو قبولیت کا جامہ پہنایا اور اپنی قدرت کاملہ سے سوکہی ہڈیوں میں جان ڈالکر اُسے اُسکی ماں سے ملادیا اور اولیا امتی کانبیا بنی اسرائیل کا پورا پورا جلوہ دکہایا ؎ فیض روح القدس ار باز مدد فرماید ؛ دیگراں ہم بکنند انچہ مسیحا میکرد ؛ اس واقعہ کے بعد آپکا لقب محی العظام اور راجہ ہاڑ گوڑ یعنے بادشاہ استخوانہا ہوگیا۔

حضرت سید محمود بحار کے کمالات ظاہری اور اوصاف باطنی انتہا درجہ کی شہرت کی وجہ سے محتاج بیان نہین ۷۸۶ہجری صفر کی بائیسویں تاریخ کو آپکا انتقال ہوا اور یہی جگہ آپ کے عقیدتمندوں نے دفن کیا ہر سال میں صفر کی بائیسویں تاریخ کو یہاں بڑا بہاری عرس ہوتا ہے اور اطراف وجوانب کے بہت سے لوگ جمع ہوکر اس عرس میں شریک ہوتے ہیں آپکے معتقدین خاص نے مزار کے اردگرد ایک کچی چاردیواری کہینچ دی ہے اور اکثر اوقات دروازہ مقفل رہتا ہے آپکے مزار کو بنے ہوئے اب تین سو چوراسی برس کے قریب عرصہ گذرتا ہے مزار کی پوری کیفیت دکھانیکے لئے نقشہ درج کیا جاتا ہے۔

بزرگان دین کے مزارات کے متعلق جو کچہہ مجہے لکہنا تہا لکہہ چکا اب صرف دو مشہور مقاموں کے متعلق کچہہ لکہنا باقی ہے ایک کالکا مندر دوسرے جنتر منتر چنانچہ میں ان دو مقاموں کا بہت اختصار کے ساتھ ذکر کرکے ختم باب کرتا ہوں۔

کالکا مندر - اسی نواح میں شاہجہان آباد دہلی سے چھہ کوس کے فاصلہ پر جنوب کی طرف واقع ہے اور یہ ہندوؤں کی بڑی پرستش گاہ ہے - ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگلے زمانہ میں سنبہ اور اسنبہ نامی دو راچھس تہے جنکے ہاتھوں اُس زمانے کے دیوتاؤں نے سخت تکلیفیں اُٹھائیں تہیں آخر کار دیوتا مجبور ہوکر برہما کے پاس فریاد لیگئے اور اس نے اپنا عجز ظاہر کرکے انکو پاربتی کا حوالہ دیا دیوتا پاربتی کے پاس التجا لیگئے اور اس نے انہیں اپنی پناہ میں لے لیا کچھہ عرصہ نہ گذرا تہا کہ پاربتی کے منہ میں سے ایک دیبی کوشکی نام پیدا ہوئی جس نے ان دونوں راچھسوں کو قتل کرڈالا اُن کے خون کی جو بوند زمین پر گرتی تھی اس سے ہزاروں راچھس پیدا ہوتے تہے کوشکی انہیں مارتے مارتے حیران ہوگئی اور جب وہ بہت خفا ہوئی تو مین خفگی کی حالت میں اسکے لبوں سے کالی دیبی پیدا ہوئی جس کا ایک ہونٹ تو زمین پر تہا اور دوسرا آسمان پر جا لگا تہا کالی دیبی منہ پہاڑے بیٹھی رہی اب کوشکی نے یہ ترکیب شروع کی کہ جس راچھس کو مارتی تہی اُس کا خون زمین پر گرنے نہیں دیتی تہی اور کالی دیبی اُسے غڑپ سے نگل جاتی تہی اس سے اُن راچھسوں کا شر دنیا سے دور ہوا - آخر میں کالی دیبی نے اس پہاڑ پر جہاں اب یہ مندر قائم ہے اپنا استہان کیا - پانڈوں کو خبر ہوئی تو اسکی پرستش کرنے لگے اور آجتک بسر کیے جاتے ہیں پہلے زمانہ میں اس مقام کی پرستش بہت کم ہوتی تہی لیکن اب بہت کچھہ زور بندہ گیا ہے اور ہندو لوگ نہایت اعتقاد رکھتے ہیں عرصہ ہوا کہ مہاراجہ سیندہیا نے موضع بہاپور کو اس مندر کے لئے وقف کردیا تہا مگر بعد کو بجائے اسکی آمدنی کے کل سو روپیہ سالانہ مقرر کیا گیا اب وہ بہی بند ہے یہاں کے پجاری کچھہ زراعت سے اور کچھہ چڑہاوے کی رقم سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں چیت کے مہینے میں یہاں بڑا بہاری میلہ ہوتا ہے اور ہزاروں آدمی جمع ہوکر پوجا پتری کرتے ہیں ابتدا میں اس مقام پر کوئی مندر وغیرہ نہ تہا کئی ہزار سال کے بعد کسی شخص نے یہاں بارہ درکا صرف لداؤ بنایا تہا مگر سمت ۱۸۲۱ میں درگا سنگہ نامی نے اسکے گرد سنگ سرخ اور سنگ مرمر کا کٹہرا بنوا دیا - بعد کو مندر کی رونق بڑہانے کیلئے یہاں کے پجاریوں نے چاہا کہ کوئی شخص اس لداؤ پر برج بنوادے مگر کسی شخص نے اسکی حامی نہ بھری آخر کار مرزا راجہ کدارناتھ جو قوم کا بنیا تہا اور اکبر شاہ کے عہد میں نظارت کی پیشکاری کا عہدہ رکہتا تہا مندر کے برج

بنانے کا ارادہ کیا چنانچہ ذوقی کہار کی معرفت چند روز میں بنکر تیار ہو گیا لداؤ کے گرد سنگین ستونوں کی غلام گردش بنائی گئی اور اندر کے لداؤ میں بارہ دروازے قائم کئے گئے باہر کی غلام گردش میں چھتیس در کہے گئے اور بارہ ضلع کا مندر بنکر طیار ہوا اب جب سے یہاں میلہ جمنے لگا ہے تو مہاجنوں اور بنیوں نے مندر کے آس پاس میلے مین جانے اور وہان آرام پانے کی غرض سے بہت سے مکانات بنوا لئے ہیں۔ مندر کے آگے سنگ سرخ کی دو شیر کی مورتیں رکھی ہوئی ہیں جنکی لوگ پوجا کرتے ہین شیروں کی مورتوں پر ایک بڑا گھنٹہ لٹک رہا ہے جو پوجا کے وقت بجایا جاتا ہے اور حاضرین دیبی مائی کی جے کہکر چلاتے ہیں۔

جنتر منتر۔ قطب کو جاتے ہوئے رستہ میں ایک طرف جنتر منتر کی عمارت ملیگی جسے راجہ جے سنگھ والی جیپور نے محمد شاہ بادشاہ کے عہد سلطنت مین بموجب حکم بادشاہ رصد کے طور پر ستاروں کے علوم معلوم کرنیکے لئے بنایا تہا اس میں بڑی سے بڑی عمارت وہ شاندار قطب نما ہے جسے دہوپ گہڑی یا سمرت منتر کہتے ہیں عمارت کی جسامت مفصلہ ذیل ہے

وتر کی لمبائی۔ ۱۱۸٫۵ فیٹ۔ قاعدہ کی لمبائی۔ ۱۰۴٫۵ فیٹ عمود کی لمبائی۔ ۵۶٫۲۵ فیٹ

یہ عمارت اب بہت شکستہ ہو گئی ہے ذرا فاصلہ سے بڑی دہوپ گہڑی کے سامنے ہی ایک اور عمارت ہے جو پہلی عمارت سے بہتر حالت میں ہے یہ بہی ایک دہوپ گہڑی ہے یا یوں کہو کہ چند گہڑیاں ایک ہی عمارت میں مشترک ہیں بیچ میں ایک زینہ ہے جو چوٹی تک جاتا ہے اور اسکے پہلو کی دیوارین ہم مرکز نصف دائرہ کے گرداگرد ہیں جنکا میلان افق کی جانب ہے اور یہ نصف النہار دن کا کام دیتی ہیں جو رصد کے نصف النہار سے ذرا ہٹے ہوئے ہیں بیرونی دیواروں مین بہی درجے بنے ہوئے ہیں جو مقیاس کا کام دیتے ہیں یہ کل چار مقیاس ہیں جو ایک دیوار کے ذریعہ سے ملے ہوئے ہیں اسکے شمالی جنوب میں ایک برا جو پہلو نصف دائرہ بنا ہوا ہے۔ جسکے ذریعہ سے اجرام فلک معلوم کر سکتے ہیں بڑے قطب نما کے جنوب مین مشرق و مغرب کی طرف دو گول عمارتیں بنی ہوئی ہیں جو اوپر سے بالکل کہلی ہوئی ہیں ان کے دائروں کے بیچ میں ایک ایک ستون ہے۔ ستون کی جڑ میں سے فرش پر تیس پتہر کی نصف قطر بنے ہوئے ہیں اور انمین جوں جوں ستون سے ہٹتے جاؤ ووں ووں فاصلہ بڑہتا جاتا ہے یہانتک کہ وہ گول دیوار

پہونچ جاتے ہیں۔ نصف قطروں کا ہر اوپر ساری زاویہ چھہ درجے کا ہے اور چونکہ ہر زاویہ میں برابر درجے ہیں اس سبب سے ہر دائرہ میں ۳۶۰ درجے ہوئے۔ نصف قطروں کی درمیانی دیواروں میں کچھہ فاصلہ پر دو چوکور پتھر رکھے ہیں تاکہ مشاہدہ کرنے والا اسی بلندی تک چڑھ کر جہاں سے رصد کے درجے پڑھ لے۔ ہر دروازے میں دو دو کھڑکیاں ہیں اور بعض اُن میں سے ابتک سالم و محفوظ بھی ہیں۔ دروازے کے کنارے پر سورج کی عمود کے درجوں کا خط مماس ہے جیساکہ ستون کے سایہ سے ظاہر ہوتا ہے جو ایک درجے سے ۴۵ درجے تک ہے جب سورج اس بلندی سے گزر جاتا ہے تو درجوں کے جو نصف قطروں پر بنے ہوئے ہیں اور جنکا شمار ستون سے ہوتا ہے بایں طور کہ عمود کا باقی ماندہ حصہ شمار ہوا ان درجوں کے منٹ بنجاتے ہیں سامنے کی فاصلوں کی دیواریں منٹوں میں تقسیم نہیں کی گئیں ہیں صرف ہر درجہ کو چھہ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ان میں کے کسی حصہ پر سورج کا سایہ پڑکر سورج کی افق کو ظاہر کرتا ہے اسیطرح چاند اور ستاروں کے افق اور عمود بھی معلوم ہو سکتے ہیں۔ الغرض یہ دونوں عمارتیں چونکہ ہر بات میں یکساں ہیں اسلئے کہا جاسکتا ہے کہ بیشک یہ دونوں اسلئے بنائی گئی ہوں گی کہ مختلف مشاہدات جو ایک وقت میں کئے جائیں انکی صحت اچھی طرح کیجا سکے۔ مگر اب یہ دونوں عمارتیں نہایت خراب اور شکستہ ہوگئی ہیں اور انکے بہت سے مقامات ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں جن سے اصل بانی کا پورا پورا منشا دریافت نہیں ہو سکتا اور نہ یہ بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ اُس نے انمیں کن کن چیزوں کی ایجاد کی تھی بظاہر جو سمجھہ میں آیا اُسے لکھکر ہدیہ ناظرین کیا فقط

تمت

اعلان

اس کتاب یعنی دہلی گائیڈ المعروف بہ رہنما دہلی کے جملہ حقوق تصنیف و تالیف ہمیشہ کیواسطے مشتہر کے نام محفوظ ہیں اور یہ کتاب باضابطہ رجسٹری کرادی گئی ہے۔ لہذا کوئی صاحب بلا اجازت اسکے جزو کل چھاپنے کا قصد نفرمائیں ورنہ بالعوض نفع۔ نقصان اٹھانا پڑیگا۔

المشتہر

(مرزا محمد عبد الغفار بیگ مالک افضل الاخبار دہلی)